بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 1

دور آخر میں ایک آسمانی مصلح کی ضرورت

1۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جب امتوں کا اکثر حصہ گمراہ ہو جائے تو انکی اصلاح کیلئے انبیاء (منذرین) بھیجتا ہے۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَھُمْ اَکْثَرُ الْاَوَّلِیْنَo وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْھِمْ مُنْذِرِیْن. (الصّٰفّٰت 71-72)

ترجمہ: ''ان سے پہلے بہت سے لوگ گمراہ ہو چکے تھے اور ان میں ہم نے تنبیہہ کرنے والے رسول بھیجے تھے۔'' (تفہیم القرآن۔ مولوی مودودی صاحب)

آنحضور ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ امت محمدیہ بھی گزشتہ امتوں کی طرح گمراہ ہو جائے گی۔ پس دین اور شریعت مکمل ہونے کے باوجود امت تنزلی کا شکار ہو جائے گی اور انکی اصلاح کیلئے امتی نبی مبعوث ہوگا۔

2۔ آنحضورؐ فرماتے ہیں: ''قریب ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ اور قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے۔ انکی مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی اور انکے علماء آسمان تلے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان میں سے فتنہ پھوٹے گا اور انہی میں لوٹ جائے گا۔'' (مشکوٰۃ کتاب العلم) (حوالہ صفحہ:100)

فرمایا: ''میری امت پر بھی وہی حالات آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے۔ اور اسقدر مشابہت ہوگی جسطرح ایک جوتی کو دوسری جوتی سے ہوتی ہے۔ اور بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹ گئی تھی میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی۔ کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّ احِدَۃً. وہ تمام آگ میں ہوں گے سوائے ایک گروہ کے۔ صحابہ نے پوچھا وہ کونسا گروہ ہوگا۔ **فرمایا:** '' مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ. جس پر میں اور میرے صحابہ ہوں گے۔''

(ترمذی۔ ابواب الایمان۔ باب افتراق ھذہ الامۃ، مشکوٰۃ۔ کتاب الایمان۔ باب الاعتصام بالکتاب)

؎ وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود　　یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود (اقبال)

؎ یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے　　صنم کدا ہے جہاں لا الہ الا اللہ (اقبال)

کلاس نمبر 2

1۔ امت محمدیہ کو ہر قسم کی ہلاکتوں سے بچانے کیلئے آخری زمانے میں مسیح موعودؑ تشریف لائیں گے۔

حدیث میں پیشگوئی ہے۔''لَنْ تَھْلِکَ اُمَّۃٌ اَنَا فِیْ اَوَّلِھَا وَعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فِی اٰخِرِھَا (جامع الصغیر للسیوطی) (حوالہ صفحہ:102)

ترجمہ: یہ امت ہرگز ہلاک نہیں ہوگی کیونکہ اسکے شروع میں میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم ہوں گے۔

اگر عیسیٰؑ نہ آئے یا امت نے انہیں قبول نہ کیا تو ہلاکت انکا مقدر ہوگا۔ وہی ہلاکتوں سے بچیں گے جو ان پر ایمان لائیں گے۔

؎ صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے　　ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار (درثمین)

2۔ آج امت بے شمار باہمی اختلافات اور جھگڑوں کا شکار ہے اسکے لئے ایک حَکم عدل کی ضرورت ہے۔ آنحضور ﷺ نے مسیح موعود کو ہی حَکَم ٹھہرایا ہے۔ انہی کے ذریعہ تمام اختلافات دور ہوں گے اور امت ایک ہاتھ پر جمع ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم ابن مریم ضرور نازل ہوں گے وہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والے (حَکَم عدَل) ہوں گے۔ وہ صلیب کوتوڑیں گے اور خنزیر کوقتل کریں گے۔اور جزیہ ختم کردیں گے۔(بخاری کی روایت میں ہے وہ جنگ ختم کر دیں گے۔ بخاری، کتاب الانبیاء باب نزول المسیح)اوراس وقت اونٹنیاں ترک کردی جائیں گی اوران پر سفرنہیں کیا جائے گا۔ اورانکے ذریعہ کینہ اوربغض اور حسد جاتا رہے گا اور وہ مال کی طرف بلائیں گے مگر کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا۔''

(مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ)(حوالہ صفحہ:101)

3- امام مہدی اورمسیح موعودؑ کے ذریعہ اسلام تمام دیگرادیان پرغالب آئے گا۔

هُوَالَّذی اَرۡسَلَ رَسُولَه' بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهُ عَلیَ الدِّیۡنِ کُلّهٖ وَ لَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِ کُونَ (الصّف:١٠)

ترجمہ:''وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اورسچا دین دے کربھیجا ہے تا کہ اس کوتمام دینوں پرغالب کرے خوہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں۔''اکثرمفسرین اس آیت سے یہ استنباط کرتے ہیں کہ اسلام کا کل ادیان پرغلبہ امام مہدی کے ذریعہ ہوگا''۔

وَ یُهۡلِکُ اللّٰهُ فِیۡ زَمَانِهِ الۡمِلَلَ کُلَّهَا اِلّا الِاسلامَ (سنن ابوداوٗد کتاب الملاحم باب خروج الدجال)(حوالہ صفحہ:120)

ترجمہ:۔ ''اوراللہ اس مسیح کے زمانے میں تمام ملتوں کو ہلاک کردے گا سوائے اسلام کے''۔

Transcription
class:1,2.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دورِ آخر میں ایک آسمانی مصلح کی ضرورت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ایک اور اب یہ سوال رہ جاتا ہے تھا کہ کیوں آئے گا جب رسول کریم ﷺ تشریف لے آئے اور دین کامل ہو گیا۔ خدا تعالیٰ نے اپنی نعمت تمام کردی۔ تو کسی اور کے آنے کی کیا ضرورت ہے یا رسول اللہ ﷺ کے دوبارہ آنیکی کیا ضرورت ہے۔ اس کا جواب بھی دے دیا کہ لَو کَانَ الا یمانُ عند الثریّا ایمان ثریا ستارے پر اٹھ جائے گا باوجود اس کے کہ قرآن موجود ہوگا اور باوجود اس کے کہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی کے طور پر موجود ہوں گے۔ اس حدیث کی تشریح ہے جہاں فرمایا کہ سیأتی علی الناس زمان لایبقیٰ من القرآن الاّ اسمہ...

یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ قرآن موجود ہے۔ آپ ﷺ کی احادیث موجود، آپ ﷺ کی سنت موجود ہو اور ایمان اٹھ جائے۔ یہ سوال اٹھتا ہے ذہن میں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اٹھ جائے گا پھر بھی۔ تشریح یہ بیان فرمائی خود اور بعد میں ایک حدیث میں کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام نام کا رہ جائے گا یہ مراد ہے ایمان کے اٹھنے سے۔ قرآن کتابت کے لیے رہ جائے گا۔ بڑے بڑے زرّیں رقم سنہری حروف میں لکھنے والے خوش خطی والے۔ کوئی چاول کے دانے پر کچھ لکھ رہا ہے۔ کوئی سونے کے ورقوں پہ لکھ رہا ہے۔ ان باتوں کی اہمیت ہوگی لیکن دلوں میں جاری نہ رہے گا۔ قرآن تو اعمال میں لکھنے کے لیے آیا ہے نہ کہ صرف سجانے کے لیے۔ فرمایا کہ و لا یبقیٰ مِن القرآنِ الّا رسمہ' قرآن سوائے رسم کے کچھ بھی حقیقت نہ رہے گی۔ مساجد ھم عامرۃ بظاہر مسجدیں بھی آباد دکھائی دیں گی یہ نہیں کہ لوگ نماز چھوڑ دیں گے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ایمان نہیں اٹھا کیونکہ نمازی ہیں، مساجد بھری ہوئی ہیں تو اس کا جواب رسول اللہ ﷺ نے خود دے دیا ہے۔ فرمایا اسلام بھی ہوگا نام کا۔ کثرت سے لوگ موجود ہوں گے مسلمان۔ قرآن بھی رہے گا، وہ لکھا جائیگا۔ سیاست آجائے گی، دکھاوے آجائیں گے اور کئی قسم کی ریا کاریاں دخل دیں گی۔ مگر خدا کی سچی محبت باقی نہیں رہے گی۔ آخری بات یہ بیان فرمائی کہ علماء بھی موجود ہوں گے یہ نہیں کہ علماء مٹ جائیں گے تو پھر جا کر یہ ہلاکتیں آئیں گی۔ علماء ھم شر من تحت عدیم السمآءِ ایسے مسلمانوں کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ یہ الفاظ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہیں۔ علماء ہر قسم کی حدیثیں سناتے ہیں لیکن یہ حدیث نہیں سناتے۔ اپنے متعلق آگئی ہے ناں۔ اور زمانہ نظر آ رہا ہے کہ ایسے حالات ظاہر ہوگئے ہیں۔ اس لیے اس حدیث کو چھپائے پھرتے ہیں۔ جہاں دوسری حدیثیں پڑھتے ہیں یہ کیوں نہیں پڑھتے؟ یہ کیوں نہیں امت کو بتاتے کہ یہ خطرناک وقت آ گیا ہے۔ ہمیں بھی جانچ پڑتال کے دیکھ لو ہم سچے ہیں بھی کہ نہیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے پیشگوئی فرمادی تھی۔ یہ ہے ایمان کا اٹھنا۔''

ضرورت نبی:

قرآن کریم جس وقت نازل ہوا۔ اس وقت میں اور آج میں کیا فرق ہے؟ کیا کوئی فرق آپ نہیں دیکھتے؟ یعنی قرآن وہی ہے۔ سنت بھی موجود ہے۔ تعلیم کامل ہوچکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمان کہلانے والوں میں جو آج مسلمان کہلانے والے ہیں۔ اُن مسلمانوں سے زمین وآسمان کا فرق پڑ چکا ہے جو اس دور کے مسلمان تھے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے مسلمان کہلاتے تھے۔ کمی کس چیز کی ہے کامل شریعت موجود۔ ہر چیز موجود۔ کچھ تو بات ہوئی ہوگی۔ صرف نبوت کی کمی ہے۔ علماء بھی موجود ہیں اور اولیاء بھی رہے ہیں امت میں۔ دوسرے سارے مراتب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ کھلے ہیں اور جاری ہیں۔ نبی کے نیچے نیچے۔ تو جب سب مراتب موجود تھے تو یہ تنزّل اس

حدکو پہنچ جائے کہ یوں لگے کہ جیسے انسان قبر کے کنارے پر پہنچ چکا ہے۔اور جب یہ حالت ہوگئی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یوں کیوں نہ فرمایا کہ تمہارے اندر سے ہی اولیاء اور بزرگ اور اقطاب اٹھ کر امت کو سنبھال لیں گے۔فرماتے ہیں مسیح ابن مریم نازل ہوگا تو تمہاری حالت بدلے گی اس کے بغیر نہیں بدلے گی۔

کیا مذہبی لیڈر شپ امت کو بچا نہیں سکتی ہے؟

اگر مذہبی لیڈر شپ سچی ہو اور دیانت داری پر مبنی ہو تو دو نتیجے نکلا کرتے ہیں۔اوّل:۔قوم ذلیل نہیں ہوا کرتی ناممکن ہے کہ مذہبی راہنما صالح ہوں اور مذہبی قوم ذلیل ہو جائے۔ History سے سو فیصد ثابت ہے۔کبھی ایک بھی واقعہ نہیں ہوا۔قرآن وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھا،سنت وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے وقت میں تھی۔فرق کیا پڑا ہے۔لیڈر شپ صالح تھی۔ان لیڈر شپ صالح نہیں ہے۔وہ مسلمان جو آنحضور ﷺ کے زمانے کا تھا اس کو آج کے مسلمان سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔عالم پاک سے خاک کو شاید کچھ ہو لیکن اس خاک کو اس عالم سے کچھ بھی نہیں ہے۔زمین و آسمان کا فرق ہو چکا ہے لیڈر شپ کی خرابی کی وجہ سے۔تو جب لیڈر شپ خراب ہو تب اللہ تعالیٰ امام بھیجتا ہے ورنہ اس کو ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ EndofClass1&2 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 3

وفات مسیح ناصری علیہ السلام

1۔ حضرت عیسیٰ کے آسمان سے آنے کا نظریہ

الف: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور دوبارہ آنے کی خبر سے یہ تصور پیدا ہو گیا ہے کہ وہ آسمان سے اتریں گے۔

ب: جب بکثرت عیسائی اسلام میں داخل ہونے لگے تو انکے ذریعہ یہ نظریہ بھی اسلام میں داخل ہوا۔

علامہ عبید اللہ سندھی (1363ء) فرماتے ہیں: ''یہ جو حیات عیسیٰ لوگوں میں مشہور ہے یہ یہودی کہانی اور صابی من گھڑت کہانی ہے.... قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ عیسیٰ نہیں مرا۔''

(الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن جلد اول صفحہ 240)(حوالہ صفحہ:104)

علامہ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں: ''یہ جو کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ 33 سال کی عمر میں اٹھائے گئے اسکی تائید کسی حدیث یا روایت سے نہیں ہوتی تا اسکا ماننا واجب ہو۔ علامہ شامی نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ کہ یہ نظریہ عیسائیوں سے آیا ہے۔ اور احادیث میں واضح بیان ہوا ہے کہ وہ 120 سال زندہ رہے۔''

(فتح البیان۔ تفسیر سورہ ال عمران:55)(حوالہ صفحہ:105)

2۔ احادیث اور نزول مسیح

احادیث میں کسی جگہ بھی آنحضورﷺ نے حضرت مسیحؑ کے زندہ آسمان پر جانے اور زندہ آسمان سے اترنے کا ذکر نہیں فرمایا۔ آپ کی قوم اہل عرب، عیسائی نہ تھے بلکہ مشرک تھے۔ اسلئے اگر عیسیٰ زندہ آسمان پر ہوتے تو آنحضورؐ کو ضرور بتانا چاہئے تھا۔

3۔ قرآن اور نزول مسیح

قرآن کریم میں کسی جگہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر جانے اور اترنے کا ذکر نہیں ہے۔

4۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ کی تشریح (دلیل نمبر1)

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ. وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ. وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ. مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ. وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا o بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزاً حَكِيْمًا. (النساء:159,158)

یہود کا یہ دعویٰ کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے کی تردید وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ سے کی گئی ہے۔ کہ نہ انہوں نے مسیح کو قتل کیا نہ انہوں نے اسے صلیب دے کر مارا۔ اس فقرے سے استدلال کرنا کہ وہ زندہ اور آسمان پر اٹھائے گئے ہیں ہرگز درست نہیں۔ اگر کوئی شخص نہ قتل ہو نہ صلیب دیا جائے تو کیا وہ آسمان پر اٹھا لیا جاتا ہے؟ بلکہ بالآخر وہ فوت ہو جایا کرتا ہے (دادا کی مثال)۔ اسی طرح اس واقعہ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نے بھی طبعی وفات پائی۔

5۔ وَلٰكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ کی تشریح

وَلٰكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ کے معنی ہیں بلکہ ان پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا یا لیکن انہیں اشتباہ ہوگیا۔(ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب) کہ وہ صلیب پر وفات پا گئے یا زندہ اتر آئے۔

غیر احمدیوں کا یہ ترجمہ کرنا کہ انکی صورت کسی یہودی دشمن پر ڈال دی گئی اور وہ صلیب دیا گیا ہرگز درست نہیں کیونکہ

i۔ یہ عربی ترجمہ کے خلاف ہے اور اس کا کوئی ثبوت حدیث یا تاریخ سے نہیں ملتا۔

ii۔ کیا نعوذ باللہ ایک مقدس نبی کی پاک شبیہ ایک یہودی کافر پر ہوسکتی ہے۔کیا یہ اسکی توہین نہیں؟ کیا نعوذ باللہ حسین کی شبیہ یزید پر، محمدؐ کی شبیہ ابوجہل پر، موسیٰ کی شبیہ فرعون پر اور ابراہیم کی شبیہ نمرود پر ہوسکتی ہے اگر نہیں تو عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ یہودی کافر پر کیوں؟

iii۔ پہچان کا دارومدار شکل پر ہوتا ہے۔جب یہود نے مسیح کے ہمشکل کو صلیب پر مار دیا تو انکا دعویٰ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِيۡحَ کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا کیونکر غلط ہوا؟

iv۔ کیا خدا نے جعلسازی کی کہ جعلی مسیح بنا کر پیش کر دیا اور یہود کو ہمیشہ کیلئے گمراہ کر دیا کیونکہ بائبل میں لکھا ہے۔

''جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔'' (گلتیوں 3/13)(حوالہ صفحہ:106)

v۔ جب مسیح بچ کر آسمان پر چلا گیا تو یہودی کو مروانے کی کیا ضرورت تھی۔کیا خدا کو ڈر تھا کہ کہیں یہودی مسیح کا تعاقب کرتے ہوئے آسمان پر نہ پہنچ جائیں؟

vi۔ جس شخص کو مسیح کا ہمشکل بنا کر صلیب دی گئی۔اس نے شور کیوں نہ مچایا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔میں فلاں یہودی ہوں، فلاں جگہ میرا گھر اور میرے بیوی بچے ہیں، مجھے کیوں صلیب دی جارہی ہے؟

vi۔ اس واقعہ کا کوئی عینی گواہ نہیں۔چاہئے تو یہ تھا کہ خدا مسیح کو سب کے سامنے اٹھاتا تاکہ سب یہودی اس واقعہ کو دیکھ کر ایمان لے آتے، چھپ کر اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟

کلاس نمبر 4

1۔ بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيۡهِ کی تشریح

جب اللہ بندے کا رفع کرے تو اس کے معنی قرب الٰہی اور درجات کی بلندی کے ہوتے ہیں۔

''رفع'' کا لفظ قرآن اور حدیث میں کئی جگہ آیا ہے۔پس اسکے وہی معنی ہوں گے جو قرآن اور حدیث کرتے ہیں۔مثلاً

i۔ بلعم باعور کے متعلق فرمایا: وَلَوۡ شِئۡنَا لَرَفَعۡنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخۡلَدَ اِلَى الۡاَرۡضِ.(الاعراف:177)

ترجمہ:اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہوگیا۔

(ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی)

کیا اسکا یہ مطلب ہے کہ ہم اسے زندہ آسمان پر اٹھا لیتے مگر وہ زمین کے اندر گھس گیا؟

ii۔ نماز میں دو سجدوں کے درمیان آنحضورﷺ نے ''وَارۡفَعۡنِیۡ'' کی دعا بھی سکھائی ہے۔(ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب مایقول بین السجدتین) کیا اسکا یہ مطلب ہے کہ مجھے دوسرا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے زندہ آسمان پر اٹھا لے؟ موسیٰ کی امت کیلئے اور ترجمہ اور آنحضورﷺ کی امت کیلئے اور ترجمہ کرنا کیا یہ ناانصافی نہیں؟

iii۔ آنحضورﷺ نے امت کو خوشخبری دی کہ

اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ. (کنزالعمال باب التواضع)(حوالہ صفحہ:107)

جب بندہ عاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کا رفع ساتویں آسمان پر کرتا ہے۔ایک روایت میں ہے ’’بِالسِّلْسِلَةِ‘‘ زنجیر کے ساتھ۔

امت میں کتنے لوگ ہیں جو زندہ آسمان پر اٹھالئے گے؟ کیا کسی ایک نے بھی عاجزی اختیار نہ کی؟

2۔ خدا کس طرف ہے؟

اللہ نے اسکا رفع اپنی طرف کیا۔سوال یہ ہے کہ اللہ کدھر ہے؟

i۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (النور:36) اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

ii۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد. (ق:17) ہم انسان کی رگ جان سے زیادہ قریب ہیں۔

اگر حضرت عیسیٰ کسی خاص جگہ اٹھالئے گئے تو باقی جگہیں خدا سے خالی ہو جاتی ہیں۔اس طرح خدا بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔

کیا عیسیٰ علیہ السلام اپنی رگ جان میں گھس گئے تھے؟ نعوذ باللہ

3۔ لفظ نزول کی تشریح

غیر احمدی کہتے ہیں کہ آنحضورﷺ نے قسم کھا کر فرمایا تھا کہ مسیح ابن مریم ضرور نازل ہوں گے۔ہم آنحضورﷺ کی قسم مانیں یا احمدیوں کی بات مانیں؟

آنحضورﷺ کی قسم مانی جائے گی مگر اسکے وہی معنی لئے جائیں گے جو قرآن کرتا ہے نہ کہ جو مولوی کرتا ہے۔

قرآن فرماتا ہے:

i۔ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ. (الحدید:26) ہم نے لوہا نازل کیا۔

ii۔ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْاَنْعَامِ. (الزمر:7) اس نے تمھارے لئے چوپائے نازل کئے۔

iii۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَسُوْلًا. (الطلاق:11) اللہ تعالیٰ نے آنحضورﷺ کو مجسم ذکر اور رسول بنا کر نازل کیا۔

پس جیسے آنحضورﷺ کا نزول ہوا۔ویسا ہی نزول عیسیٰ علیہ السلام کا مانا جائے گا۔آپؐ سے بڑھ کر اعلیٰ شان کے ساتھ کوئی نازل نہیں ہوسکتا۔

4۔ مسیح ابن مریم کے آنے سے کیا مراد ہے؟

i۔ جب کسی فوت شدہ کا نام کسی کو دیا جائے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ اس جیسا ہوگا۔اسکی صفات لئے ہوئے ہوگا۔مثلاً کسی بہادر کو رستم کہہ دیتے ہیں۔کسی سخی کو حاتم طائی کہہ دیتے ہیں۔بلکہ کسی بہادر کو شیر کہہ دیتے ہیں حالانکہ اسکی جنس ہی مختلف ہے۔

ii۔ رستم یا حاتم طائی جیسا کہیں تو اس میں فصاحت و بلاغت نہیں پائی جاتی نہ ہی یہ بڑی تعریف ہے۔بنسبت اسکے کہ کسی کو کہا جائے کہ ’’وہ رستم ہے‘‘ ’’وہ حاتم طائی ہے۔‘‘

5۔ حضرت مسیح ابن مریمؑ اور مسیح موعودؑ میں مشابہتیں

مسیح ابن مریمؑ اور مسیح موعودؑ میں زبردست مشابہتیں پائی جاتی ہیں۔اسی لئے آنحضورؐ نے آنے والے کو ’’مسیح ابن مریم‘‘ کا نام دیا

مثلاً:

i۔ عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ کے 14سال بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوئے۔پس یہ بتایا گیا ہے کہ آنے والا بھی چودھویں صدی میں آئے گا۔

ii۔ پہلے مسیح کے ماننے والوں کو امت موسیٰ نے سخت تکلیفیں دیں۔انہیں مرتد قرار دیا گیا، جلایا گیا، بائیکاٹ کیا گیا، صلیب دیئے گئے۔اسی طرح امت محمدیہ بھی مسیح موعود کے ماننے والوں کو دکھ دے گی۔

iii۔ موسیٰ علیہ السلام کو تلوار کے ساتھ اپنا دفاع کرنے کا حق دیا گیا تھا مگر مسیح کو نہیں دیا گیا۔جبکہ انہیں قربانیوں کی تعلیم دی گئی۔یہی حالات مسیح موعود پر آنے تھے وہ بھی تلوار سے نہیں بلکہ تبلیغ اور دعاؤں اور قربانیوں سے عظیم فتوحات حاصل کریں گے۔

Transcription
class:3 & 4.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وفات مسیح علیہ السلام

(کیسٹ سوال و جواب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے آنے کا نظریہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ نظریہ کہ وہ دوبارہ آئیں گے نے اس تصور کو جنم دیا کہ جب وہ دوبارہ آئیں گے تو زمین سے تو نہیں نکلیں گے۔ اسلئے آسمان سے آنے کا عقیدہ اس سے پیدا ہو گیا۔

دوسرے اسلئے کہ عیسائی جب مسلمان ہوئے تو انکے ہاں بھی یہی عقیدہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور انکا عقیدہ تھا کہ عیسیٰ آسمان پر چلے گئے ہیں۔ تو اسلام لانے کے ساتھ وہ یہ نظریہ بھی اسلام میں داخل کر گئے۔ یہ عقیدہ آہستہ آہستہ اسلام میں داخل ہوا ہے شروع میں نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ مسیح ابن مریم نازل ہوگا۔ اب لفظ نزول سے بھی ایک اور دھوکہ لگ گیا۔ حالانکہ حضور اکرم ﷺ نے کسی جگہ آسمان کا نام نہیں لیا۔

آنحضور ﷺ نے آسمان پر جانے کا ذکر نہیں فرمایا

یہ عجیب بات ہے کہ تمام حدیثوں میں آنحضرت ﷺ نے آنے کی تو خبر دی ہے۔ لیکن کسی جگہ بھی آسمان کا ذکر نہیں کیا۔ اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں۔ یہ بڑی قابل غور بات ہے اگر حضرت مسیح علیہ السلام فوت نہیں ہوئے تھے۔ اور زندہ آسمان پر چلے گئے تو حضور اکرم ﷺ کو سب سے پہلے یہ تو بتانا چاہئے تھا کہ وہ مرے نہیں ہیں بلکہ آسمان پر چلے گئے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اب تو آپ نے پیدائشی سنا ہوا ہے۔ وہ عرب جن میں حضور اکرمؐ ظاہر ہوئے تھے انہوں نے تو نہیں سنا تھا۔ وہ تو اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ وہ عیسائی تو نہیں تھے۔ اکثریت عرب کی تو مشرکین تھے وہ مانتے ہی نہیں تھے کہ عیسیٰ زندہ ہیں تو جس قوم کو حضور خبر دے رہے ہیں انکا اپنا عقیدہ یہ تھا کہ آج سے 620 سال پہلے عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اگر فوت شدہ کا ذکر کیا جائے کہ وہ آئے گا تو پہلے یہ تو بتانا چاہئے کہ وہ نہیں مرا تھا۔ وہ زندہ آسمان پر گیا ہوا ہے۔ اس مضمون کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ علماء کو بڑی دیر سے چیلنج کر رہی ہے کہ ہمیں ایک حدیث دکھا دو شیعہ، سنی کسی فرقہ کی جسمیں حضور نے یہ بتایا ہو کہ عیسیٰ نہیں مرے بلکہ وہ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں اسکا کوئی ذکر نہیں کیا۔

تو آج سے 600 سال پہلے کوئی مر گیا ہو اور اسکا نام آپ کسی اور کو دے دیں تو آپ کیا نتیجہ نکالیں گے۔ جس شخص کے متعلق سارا معاشرہ جانتا ہو کہ وہ فوت ہو گئے ہیں مثلاً سچل سرمد تھے (حضور چونکہ سندھیوں سے مخاطب تھے اسلئے سچل سرمد کی مثال دی آپ کوئی اور مثال دے سکتے ہیں۔ ناقل) آپ کہہ دیں کہ فلاں شخص سچل سرمد ہے۔ تو کیا مطلب نکالیں گے کہ سچل سرمد زندہ آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔ اگر آپ نے یہ کہنا ہو تو پہلے یہ بتائیں گے کہ سچل سرمد کو تم لوگ زندہ سمجھ رہے ہو وہ نہیں مرے تھے بلکہ زندہ آسمان پر چڑھ گئے تھے پھر اگر کہیں گے کہ وہ دوبارہ آئیں گے تو لوگ صحیح سمجھیں گے اور اگر وہ مرا ہوا سمجھا جائے اور ساری دنیا اسے مرا ہوا تسلیم کرے پھر اگر اسکا نام کسی اور کو دیں گے تو بالکل اسی طرح نام دیں گے جسطرح کسی کو حاتم طائی کا نام دیتے ہیں کسی کو رستم کہہ دیتے ہیں کسی کو غالب کہہ دیتے ہیں۔ سندھ میں کوئی بڑا صوفیانہ کلام کہے تو آپ کہیں گے کہ یہ تو سچل سرمد ہے۔ تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ مرے ہوئے کا نام دوسرے کو دے دیتے ہیں مگر مثالی طور پر نہ حقیقت میں۔ یہ سوچنے والی بات ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ مسیح ابن مریم کا نام لے رہے تھے تو آپ کی ساری قوم مسیح ابن مریم کو مرا ہو سمجھتی تھی اور اگر حضور یہ فرمانا چاہتے کہ

مرا ہوا نہیں ہے بلکہ میں اصلی پرانے مسیح ابن مریم کا نام لے رہا ہوں تو آنحضورﷺ کو پہلے یہ اعلان کرنا چاہئے تھا کہ تمھیں غلط فہمی ہے وہ فوت نہیں ہوئے تھے اور شور پڑ جاتا سارے صحابہ میں کہ یہ تو عجیب اعلان ہے اور پھر اس اعلان کے بعد کہتے کہ وہ اترے گا تو پھر لوگ یہی سمجھتے کہ ٹھیک ہے وہ پرانا ہے جو اترے گا۔مگر اتنا اہم واقعہ کہ کوئی مرا ہوا نہ ہوا اور قوم اسکو مرا ہوا سمجھ رہی ہو۔زمین میں دفن سمجھتی ہو اسکے متعلق یہ کہنا چاہتے ہوں کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا ہے مگر اسکا ذکر ہی نہ کریں۔اور کہنا یہ چاہتے ہوں کہ وہ نہیں مرا مگر اسکا ذکر ہی نہ کریں کہ وہ نہیں مرا۔یہ کیسے ممکن ہے۔یہ ہے اصل Point جسکے متعلق آپ مولویوں سے پوچھ کے دیکھیں انکے پاس اسکا کوئی جواب نہیں ہے۔مثال میں نے آپ کو دے دی ہے۔کہ انکو کہو کہ اگر میں تمھیں کہوں کہ فلاں سچل سرمد ہیں تو تم کیا سمجھو گے۔یہی سمجھیں گے نا کہ اس جیسا صوفیانہ کلام کہنے والا ہے۔

واقعہ کیا ہوا تھا یہ سمجھ لیں اچھی طرح جب دعویٰ کیا آنحضورﷺ نے تو عیسیٰ علیہ السلام پر 600 سال گزر چکے تھے اور حضرت رسول اکرم ﷺ کی قوم عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ سمجھتی تھی وہ عیسائی تو نہیں تھے کہ سمجھتے عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں انکے نزدیک انکی کوئی حیثیت نہیں تھی۔نبی بھی نہیں سمجھتے تھے۔انکے لئے حضرت عیسیٰ عام آدمی تھے کیونکہ وہ مشرک لوگ تھے۔انکے متعلق حضور نے خبر دینی ہوتی کہ وہ زندہ آسمان پر ہیں تو یہ بتانا چاہئے تھا کہ نہیں بتانا چاہئے تھا؟ مگر رسول اللہ ﷺ نے کوئی ذکر نہیں کیا۔کوئی اشارۃً بھی کسی حدیث میں نہیں آتا۔

کیا قرآن کریم میں زندہ آسمان پر جانے کا ذکر ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ اگر قرآن کریم میں خبر مل جائے کہ زندہ ہیں اور آسمان پر چلے گئے ہیں تو پھر ہم سمجھیں گے کہ حدیث کی ضرورت نہیں رہی۔قرآن نے بات کر دی ہے۔اب آتے ہیں قرآن کریم پر۔جو آیت مولوی آپ کو بتاتے ہیں وہ میں آپ کو سنا دیتا ہوں۔اسکا ترجمہ بتاتا ہوں کسی جگہ بھی اسمیں نہ زندگی کا ذکر نہ آسمان پر جانے کا ذکر ہے۔اگر ایک آدمی اسے اچھی طرح سمجھ لے پھر اپنے مولویوں سے جا کر پوچھے تو ناممکن ہے کہ وہ اسکی کوئی تشریح کر سکیں۔

وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَاصَلَبُوْہُ کی تشریح

وہ آیت یہ ہے وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ. وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْہُ. مَالَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ. وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًاo اگلی آیت ہے۔ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزاً حَکِیْمًا. (سورۃ النساء:159,158)

آیت کے پہلے حصے سے علماء یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور دوسری آیت بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ زندہ آسمان پر چڑھ گئے۔یہ ہے وہ دلیل جو سب سے مضبوط دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور آسمان پر جانے کی دیتے ہیں۔اب میں اسکا حال آپ پر کھول دیتا ہوں پھر آپ خود جا کر قرآن کریم نکال کر دیکھیں تو اسکا حال آپ پر کھل جائے گا۔

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے۔نہ وہ مسیح علیہ السلام کو قتل کر سکے۔نہ صلیب دے سکے بلکہ شبہ میں مبتلا کر دئے گے۔وہ لوگ جنہوں نے مسیح کے بارے میں اختلاف کیا ہے انکو کوئی علم نہیں ہے لَفِیْ شَکٍّ مِّنْہُ. وہ شک میں مبتلا ہیں۔ مَالَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ انہیں علم کوئی نہیں۔ظن کی فرضی باتیں کرتے ہیں۔اور ہرگز وہ یعنی یہود حضرت مسیح کو قتل نہیں سکے یہ ہے اسکا ترجمہ۔کسی بھی قرآن شریف میں خواہ غیر احمدیوں کا ہوا ٹھا کر دیکھیں۔وَمَاقَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ کا یہی ترجمہ ہوگا۔ وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا کا مطلب ہے وہ ہرگز اسکو قتل نہیں کر سکے۔

اب کیا اعلان ہوا ہے اسمیں،صلیب نہیں دے سکے،قتل نہیں کر سکے۔دو ہی راہ ہیں۔آج کسی شخص کے متعلق آپ اعلان کریں کہ فلاں شخص نہ صلیب پر چڑھایا گیا نہ قتل ہوا تو کیا نتیجہ نکالیں گے۔کیا آسمان پر چڑھ گیا یا زندہ ہے؟ بتائیے کیا اس سے یہ مطلب نکلتا ہے؟

حضور غیر احمدی سے: آپ کے دادا جان زندہ ہیں یا نہیں؟

غیراحمدی: نہیں

اگرآپ کھڑے ہوکراعلان کردیں سارے شہرمیں۔کہ خدا کی قسم میرے دادا جان نہ صلیب دئے گئے نہ قتل ہوئے۔ یہ اعلان آپ قسم کھا کے کرسکتے ہیں نا؟....... اب مولویوں سے کہیں کہ دیکھ لو ثابت ہوگیا کہ وہ زندہ ہیں کیا وہ یہ بات مان جائیں گے؟ اب میرا مطلب سمجھے ہیں آپ؟ قرآن کریم نے نفی کی ہے قتل اور صلیب کی۔ زندگی کا تو یہاں کوئی ذکرہی نہیں آیا۔ زندگی تب ثابت ہوتی اگر یہ اعلان ہوتا کہ نہ تو وہ صلیب پر مارے گئے۔ نہ کسی اور ذریعہ سے قتل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے بھی انکونہیں مارا بلکہ زندہ ہیں۔ یہ اعلان ہوتا تو پھر وہ نتیجہ نکلتا ہے۔صرف یہ اعلان کہ نہ وہ صلیب پر مرے نہ تلوار سے مارے گئے اس سے زندگی تو ثابت ہو ہی نہیں سکتی۔اسلئے علماء جب میرے پاس آتے تھے میں ان سے ہمیشہ یہی پوچھتا تھا۔ جسطرح میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا دادا جان زندہ ہیں۔اکثر کے دادے تو فوت ہو چکے ہوتے ہیں۔اور اگر قسمت سے کسی کا دادا زندہ نکل آتا تھا تو میں کہتا تھا کہ پھر پڑدادا کا بتاؤ۔ وہ تو مرا ہی ہوتا تھا۔ان سے میں پھر پوچھتا تھا کہ مولوی صاحب آپ قسم کھا کر بتائیں کہ کیا وہ قتل ہوئے تھے کہ نہیں؟ وہ کہتے جی بالکل قتل نہیں ہوئے تھے۔ میں کہتا پھر کیا صلیب پر چڑھادئے گئے تھے؟ کہتے نہیں۔ میں کہتا پھر زندہ کیوں نہیں؟ آپ تو کہتے ہیں جو نہ قتل ہوا ہو نہ صلیب پر چڑھایا گیا ہو وہ ضرور زندہ ہوتا ہے۔ یہ نتیجہ نکالتے ہیں نا آپ؟ تو پھر اپنے دادا جان نکال کر دکھائیں؟ جس دن دادا جان کو لے آئیں گے۔ہم عیسیٰ علیہ السلام کو مان جائیں گے کہ وہ بھی زندہ ہیں۔اپنی طرف سے زائد بات اللہ کی طرف کیوں منسوب کرتے ہو؟ جب تک سارے وہ لوگ جو قتل نہیں ہوئے۔اور صلیب نہیں دئے گئے۔انکا زندہ جلوس نہ دکھایا جائے اس وقت تک ہم نہیں مانیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہیں۔اسلئے عقل کے خلاف ،قرآن شریف کی طرف بات منسوب کرنا کہ یہ قرآن شریف پر الزام ہے۔ اور کسی مومن کا کام نہیں کہ جو بات قرآن شریف نہ کہے۔ہم اپنی طرف سے کہنا شروع کردیں۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی تشریح

اب آتے ہیں اگلے حصہ آسمان پر چڑھانے والے پر۔آگے ہے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسکا اپنی طرف رفع فرما لیا۔ اسکا ترجمہ کرتے ہیں خدا تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔اور کہانی یہ بتاتے ہیں کہ اصل بات یہ ہے کہ جب قتل نہیں ہوئے صلیب نہیں ہوئے تو سوال یہ اٹھتا ہے کہ پھر گئے کدھر۔تو اسکا جواب خدا نے دیا ہے کہ دیکھو قتل تو نہیں ہوئے بلکہ آسمان پر چلے گئے ہیں یہ علماء نے پوری کہانی بنالی۔ حالانکہ قتل کا الٹ تو زندگی ہوتا ہے۔آسمان پر جانا نہیں ہوتا۔قتل اگر نہیں ہوا تو نتیجہ یہ نکالنا چاہئے کہ زندہ ہیں۔زندہ کرنے کے بعد پھر سوال پیدا ہوتا تھا کہ کہاں گئے؟ مطلب یہ کہ اگر کہا جائے کہ فلاں شخص قتل نہیں ہوا اسکا برعکس اسکا Opposite آسمان پر جانا تو ہے ہی نہیں۔مگر فی الحال میں اسکو چھوڑ رہا ہوں میں اب بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی طرف آتا ہوں۔

رفع کے معنی

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کا ترجمہ یہ بنے گا۔اللہ نے اسکو اپنی طرف اٹھالیا۔اب لفظ ’’اٹھالیا‘‘ کے اوپر ہم قرآن کریم کی بعض دوسری آیات پیش کرتے ہیں اور حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ہم کہتے ہیں یہی ’’رفــع‘‘ کا لفظ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کیلئے بھی اختیار فرمایا ہے۔اور حضور اکرم ﷺ نے بھی یہ لفظ دوسروں کیلئے اختیار فرمایا ہے۔اگر اسکا مطلب جسم سمیت اٹھایا جانا ہو تو یہ ترجمہ وہاں کرکے دکھادو۔خود سارے مولوی وہاں یہ ترجمہ نہیں کرتے۔بلکہ ’’رفع‘‘ کا ترجمہ کرتے ہیں،اللہ تعالیٰ کا قرب عطا ہوا۔خدا نے اسکو اپنا پیارا بنالیا۔اپنے قریب کرلیا۔دوسری جگہ سارے علماء رفع کا یہ ترجمہ کرتے ہیں۔اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باری آئے تو اسکا جسم سمیت اٹھالینا ترجمہ کرتے ہیں۔تو اس سے صاف پتہ چلا کہ وہ ناجائز بات کررہے ہیں۔گز ریشم اور کھدر کو برابر ناپتا ہے۔یہ تو نہیں کہ ریشم کی دفعہ چھوٹا ہوجائے اور کھدر کی دفعہ لمبا ہوجائے۔

یا الٹ کرے حرکت۔

رفع کا استعمال قرآن کریم میں

انکی پہچان یہ ہے کہ ان سے یہ سوال کرنا چاہئے کہ مولوی صاحب اللہ نے رفع کیا۔ یہ لفظ قرآن کریم میں کسی اور جگہ بھی آیا ہے۔ ذرا بتائیں تو سہی۔ وہاں ان سے اسکا ترجمہ کروالیں تو وہیں پھنس جائیں گے۔ جسم سمیت نہیں کر سکتے۔ مثلاً میں آپ کو موقع بتا دیتا ہوں۔ وہ ہے بلعم باعور کا ذکر وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ (الاعراف:177) کہ اگر ہم چاہتے تو اسکا رفع فرما لیتے۔ لیکن وہ بدبخت زمین کی طرف جھک گیا اسلئے خدا نے اسکا رفع نہیں کیا۔ اگر ہم چاہتے تو اسکا رفع فرمادیتے۔ تو یہ آیت مولوی صاحب سے پوچھنی چاہئے کہ دیکھیں ''رفع'' وہی ہے۔ اللہ رفع کرنے والا ہے۔ بندہ بلم باعور کا رفع ہونا تھا۔ تو کیا واقعہ ہوا تھا۔ خدا گھسیٹ کر اسے آسمان پر لے جانا چاہتا تھا اور وہ زمین میں گھس گیا۔ جسطرح چوہے کی دم پکڑیں تو وہ دم چھڑا کر بل کے اندر چلا جاتا ہے۔ یہ تو نہیں ہوا واقعہ؟ مولوی صاحب سے پوچھا جائے کہ ترجمہ کرو اسکا؟ وہ سوائے اسکے ترجمہ نہیں کر سکتے۔ نہ کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اسکو اپنا قرب بخشنا چاہتا تھا۔ اسکے درجے بلند کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ بدبخت دنیا کا کیڑا تھا۔ وہ زمین کی طرف جھک گیا۔ خدا نے کہا کہ پھر اسے دفعہ کرو۔ اگر دنیا پسند کی ہے تو پھر دنیا کے ہو جاؤ۔ پس رفع کا مطلب ہے درجے کی بلندی۔ یہ ہے اس آیت کا مفہوم۔ لفظ ''رفع'' ہے۔ اللہ نے رفع کرنا تھا۔ بندے کا رفع ہونا تھا۔ اور ترجمہ کیا ہے؟ قرب الٰہی، درجے کی بلندی، جسم کا ترجمہ ہے ہی کوئی نہیں۔

حدیث میں رفع کا استعمال

اب حدیث میں آیئے ان احادیث میں جو میں پیش کر رہا ہوں ہر جگہ اللہ رفع کرنے ولا ہے۔ اور بندے کا رفع ہونا ہے۔ مولویوں کے سامنے یہ دونوں حدیثوں رکھ کر دیکھ لیں وہ خود اپنے ہاتھ سے ترجمہ کریں گے۔ کہ درجے کی بلندی، قرب الٰہی، جسم کی بلندی نہیں کریں گے۔ تو جو شخص ایک جگہ کوئی اور ترجمہ کرے۔ دوسری جگہ کوئی اور ترجمہ کرے۔ وہ اپنے ہاتھ سے اپنا جھوٹا ہونا ثابت کر دیتا ہے۔ ورنہ برابر ترجمہ کر کے دکھائیں۔

حدیث نمبر 1

دو سجدوں کے درمیان کی دعا کا موقعہ ہے۔ جب ہم نماز میں دو سجدے کرتے ہیں تو بیچ میں جو دعا کرتے ہیں اسمیں ایک لفظ ''وَارْفَعْنِیْ'' بھی کہتے ہیں............. اب آپ یہ دیکھئے کہ ''وَارْفَعْنِیْ'' کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اللہ میرا رفع فرما۔ ہر نماز میں ہر دو سجدے کے درمیان ہم یہ دعا مانگتے ہیں۔ اور یہ دعا کس نے سکھائی۔ حضور اکرم ﷺ نے اب مولوی صاحب سے پوچھیں۔ آپ پہلے حضرت عیسیٰ ؑ کی مثال فی الحال بھول جائیں۔ انکو اچانک بھولے پن سے پوچھیں کہ مولوی صاحب یہ جو رفع کی دعا سکھائی ہے۔ کیا مطلب ہے اسکا؟ کہ اے اللہ اگلے سجدے سے پہلے پہلے مجھے جسم سمیت اٹھالے۔ یہ مطلب بنے گا نا؟ غور کریں۔ خدا نے رفع کرنا ہے۔ بندہ دعا مانگ رہا ہے کہ اے اللہ میرا رفع کر لے۔ کیا مانگتا ہے کہ اے اللہ میں نے ایک سجدہ تو بڑی مشکل سے کیا ہے۔ اگلا سجدہ نہ کرنے دینا۔ اس سے پہلے پہلے مجھے آسمان پر جسم سمیت اٹھا کر لے جا۔ آپ انہیں کہیں کہ یہ ترجمہ میں نے سوچا ہے۔ تو مولوی صاحب کہیں گے۔ بالکل غلط ہے۔ آپ کہیں اگر غلط کہتے ہو تو کیوں عیسیٰ کے متعلق یہی ترجمہ کرتے ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کے غلاموں کیلئے اور ترجمہ کرتے ہو۔ یہ کونسا انصاف ہے؟ موسیٰ کی امت کیلئے اور ترجمہ ہو گیا اور محمد مصطفی ﷺ کی امت کیلئے اور ترجمہ ہو گیا یہ تو ناانصافی ہے۔

حدیث نمبر2

اب ایک اور حدیث ہے وہاں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ کا بندہ اسکے حضور عاجزی اختیار کر کے جھک جائے۔تو اللہ اسکا رفع فرماتا ہے۔رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ. (کنزالعمال باب التواضع)ساتویں آسمان پر رفع کرتا ہے۔کوئی چھوٹی موٹی جگہ پر نہیں۔ ایک اور روایت میں ہے۔بِالسِّلْسِلَةِ. کہ زنجیر کے ساتھ۔گویا آسمان سے زنجیر آتی ہے اور اٹھا کر لے جاتی ہے۔اب بتائیے''رفع''بھی ہے اور آسمان کا ذکر بھی آ گیا۔قرآن میں تو آسمان کا ذکر نہیں ہے۔لیکن اس حدیث میں آسمان کا ذکر آ گیا۔بندہ جھکے تو اللہ اسے اٹھا کر ساتویں آسمان پر لے جاتا ہے۔تو آپ نے کبھی کوئی جاتے دیکھا ہے؟رسول اللہ ﷺ امت محمدیہ کو یہ خوشخبری دے رہے ہیں کہ خدا نے خوشخبری دی ہے کہ یہ جو بندے ہیں۔امت محمدیہ کے عجز اختیار کرنے والے عاجز بندے انکو اللہ اٹھا کر ساتویں آسمان پر لے جائے گا۔اب کتنے انسان آئے اور گزر گئے۔اربوں ارب، 80,70 کروڑ کے متعلق تو کہتے ہیں کہ اسوقت دنیا میں موجود ہیں تو اب تک کتنی نسلیں مری ہیں۔کوئی ایک بھی خدا کا بندہ ایسا تھا جسکو زمین سے خدا نے اٹھایا ہو۔اور ساتویں آسمان پر لے گیا ہو۔کوئی ہے آپ کے علم میں؟مولوی صاحب سے پوچھیں۔کہاں گیا وہ آدمی؟حدیث میں تو آیا ہے کہ کہ رفع ہوگا۔اور آپ ترجمہ کرتے ہیں جسم سمیت اٹھانا۔تو اب وہ آدمی نکالیں جسکا رفع ہوا ہو۔کہ وہ کہاں ہے؟یا آپ اگر آسمان تک نہیں جاسکتے تو یہاں تک اٹھ کر دکھادیں۔4 فٹ اونچا ہو کر دکھادیں۔یا یہ کہہ دیں کہ میں عاجز ہی نہیں ہوں۔میں متکبر ہوں جس دن وہ دکھادیں گے رفع کا مطلب سمجھ آجائے گا۔تو اپنے ہاتھوں سے دوسری جگہ ترجمے اور کر رہے ہیں اور جب عیسیٰ علیہ السلام کی باری آتی ہے تو بالکل اور ترجمہ کر دیتے ہیں۔یہ کونسا انصاف ہے۔اگلی بات سنیے۔یہ تو تھی ترجمے کی باتے۔اب یہ تو لطیفہ ہے جس سے کسی کو ترجمے کی سمجھ آئے یا نہ آئے۔بات فوراً کھل جائیگی۔

اللہ کی طرف عیسیٰؑ کا رفع ہوا

خدا تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔میں نے عیسیٰ اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ہم یہ تھوڑی دیر مان بھی لیں کہ رفع کا مطلب ہے جسم سمیت اٹھالیا۔تو خدا نے کیا کہا۔کسطرف اٹھایا ہے۔بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اپنی طرف۔''الیه''کا ترجمہ ہے اپنی طرف۔اس کو اچھی طرح یاد کر لیجئے۔اب آپ بتائیے کہ خدا کی''طرف''کوئی ہے؟کس طرف ہے خدا؟فرمائیے؟تو پھر کس طرف گئے عیسیٰ علیہ السلام؟کیا وہ گھومنے لگ گئے؟لٹو کی طرح کوئی شخص گھوم جائے تو پھر وہ حرکت تھوڑی سی شاید ہو رہی ہو۔پھر بھی بات نہیں بنتی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد. (ق:17)

کہ ہم انسان کے اتنا قریب ہیں کہ اسکی رگ جان بھی اتنا قریب نہیں۔اس سے بھی زیادہ ہم ہر انسان کے قریب ہیں۔تو انسان کے اندر جو جان کی رگ ہوتی ہے۔اس سے بھی زیادہ اللہ نزدیک ہے۔اللہ تو کہتا ہے کہ میں نے اپنی طرف اٹھایا تو کیا وہ اپنی رگِ جان میں گھس گئے۔اول یہ بات ہے۔دوسرا یہ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (نور:۳۶) اللہ زمین وآسمان کا نور ہے۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض. (بقرہ:۲۵۶)اسکا عرش زمین وآسمان پر حاوی ہے۔پھر فرماتا ہے وہی خدا ہے جو آسمان پر بھی ہے زمین پر بھی ہے۔تو''طرف''تو خدا کی بنتی ہی نہیں۔جسکی کوئی''طرف''نہ ہو۔اسکی طرف وہ گیا کسطرح؟اسلئے مولوی صاحب سے یہ پوچھنا چاہئے کہ مولوی صاحب پہلے انگلی اٹھا کر دکھائیں کہ کدھر ہے خدا؟جسطرف آپ انگلی اٹھائیں گے ہم مان لیں گے کہ عیسیٰ اسطرف ہیں۔مگر جسطرف وہ انگلی نہیں ہوگی وہاں خدا بھی نہیں ہوگا۔کیونکہ اگر خدا اسطرف ہے تو پھر ادھر نہ ہوا۔تو اگر عیسیٰ کو پکڑیں گے تو خدا ہاتھ سے جاتا رہے گا۔اب دونوں میں سے ایک چیز رکھنی پڑے گی۔یا عیسیٰ کو رکھیں یا خدا کو رکھیں۔درمیان والی بات اب نہیں بنتی۔اسلئے رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے فصاحت و بلاغت کا اتنا حیرت انگیز معجزہ دکھایا ہے کہ اسکے بعد کوئی آدمی کتنا ہی ٹیڑھے دماغ کا کیوں نہ ہو اسکا غلط ترجمہ نہیں کر سکتا۔اب بات واضح ہوگئی ہے

نا؟ بس یہی آیت ہے انکے پاس۔ کہتے ہیں نا کہ بعض چیزیں کھونٹے پہ ناچتی ہیں۔ یہ آیت ہے جسکے اوپر انہوں نے ساری کہانی بنائی ہوئی ہے۔ پہلی آیت کے اوپر یہ کہ چونکہ وہ قتل نہیں ہوئے اور چونکہ وہ صلیب نہیں دیئے گئے اسلئے لازماً وہ زندہ ہیں۔ اور میں نے ثابت کر دیا کہ جو شخص صلیب نہ دیا گیا ہو، قتل نہ کیا گیا ہو وہ بالآخر مرجایا کرتا ہے۔ اور زندہ نہیں رہتا۔ کروڑوں، اربوں لوگ ایسے ہیں جو صلیب پر نہیں چڑھائے گئے، جو قتل نہیں کئے گئے۔ اور وہ مر چکے ہیں۔ تو جہاں وہ گئے وہاں حضرت عیسیٰ گئے۔ اسی طرح رفع کا ترجمہ جو بھی مولوی کرلیں۔ اول تو رفع کا ترجمہ قرآن وحدیث کرنے ہی نہیں دیتے کہ جسم سمیت اٹھالیا۔ لیکن اگر یہ بھی ضد کریں کہ یہاں ہم نے یہ ضرور ترجمہ کرنا ہے تو پھر بھی عیسیٰ علیہ السلام ایک انچ بھی وہاں سے نہیں ہلتے۔ کیونکہ خدا تو وہاں بھی تھا جہاں حضرت عیسیٰ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ پھر اگر وہ اپنی جان کے اندر گھس گئے ہوں تو ہم مان لیں گے۔ ورنہ تو انکے ہلنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ خدا چاروں طرف تھا پھر کسی ایک طرف جانے کا حق نہیں رہتا۔ تو اسلئے قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مار ہی دیا ہے۔ یہ نہیں اٹھنے دیتا۔

مسیح ابن مریم کے آنے سے کیا مراد ہے؟

پھر مسیح ابن مریم کے آنے کا کیا مطلب ہے، کون آئے گا؟ اتنی متواتر خبریں جو احادیث میں آرہی ہیں اس سے کیا مراد ہے؟ جیسا کہ میں نے شروع میں بیان کیا تھا مطلب صرف یہ بنتا ہے کہ مسیح ابن مریم کا نام کسی آنے والے کو دیا جارہا ہے۔ اور یہ دنیا میں ہوجاتا ہے یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ ایک کا نام دوسرے کو دیتے ہیں۔ یہ بتانے کیلئے کہ یہ اس جیسا ہوگا، ویسی خصلتیں ہوں گی، یا قوم انکے ساتھ ویسا سلوک کرے گی، یا ویسی عادات ہوں گی، یا ویسے معجزے ملتے جلتے دکھائے گا۔ کئی وجوہات ہیں جس سے استنباط کیا جاسکتا ہے۔

اب آپ دیکھیں کہ ایک آدمی کو آپ شیر بھی کہہ دیتے ہیں کہ نہیں؟ اسکی تو جنس ہی اور ہے۔ کسی انسان کو جو بہادر ہو آپ کہہ دیتے ہیں کہ شیر ہے۔ شیر جیسا بھی نہیں کہتے۔ شیر کہہ دیتے ہیں، تو کبھی شک پڑا ہے کہ اسکے پنجے نہ نکل آئے ہوں، دم نہ اگ آئی ہو، دانت نہ شیروں جیسے ہوگئے ہوں، کیوں نہیں شک کرتے؟ اسلئے کہ وہاں عقل استعمال کرتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ شیر کی صفات کسی شخص میں پائی جائیں تو، ساری نہ سہی صرف بہادری کی صفت ہی ہو تب بھی اسے شیر کہنے کا حق ہے۔ کسی پہلوان کو آج بھی ''رستم'' کہہ دیتے ہیں کہ نہیں۔ اور رستم کو مرے ہوئے کتنی دیر ہوگئی ہے۔ رستم حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب مسلمانوں کی ایرانیوں سے لڑائیاں ہوئی ہیں اسوقت رستم ہوا کرتا تھا تو اب تقریباً پونے چودہ سو سال اسکو گزر گئے ہیں۔ اور آج بھی کبھی پنجاب میں ''رستم'' پیدا ہوجاتا ہے۔ کبھی سندھ میں پیدا ہوجاتا ہے کبھی کسی اور جگہ پیدا ہوجاتا ہے۔ ''رستم'' تو اسکا ذاتی نام تھا۔ رستم کوئی خطاب تو نہیں ہے۔ لیکن چونکہ وہ بہادر تھا اسلئے خطاب بن گیا۔ تو کسی مشہور آدمی کا نام بطور خطاب دیا جاسکتا ہے۔ میں یہ ثابت کر رہا ہوں۔ کسی سخی کو آپ حاتم طائی کہتے ہیں کہ نہیں؟

(حضور نے سندھی دوست کو مخاطب کرکے فرمایا) آپ تو چانڈیو ہیں۔ اگر آپ سخی ہوں تو کیا آپ کو کوئی حاتم طائی کہہ سکتا ہے۔ آپ آگے سے اعتراض تو نہیں کریں گے۔ کہ میرا نام تو منور خان ہے۔ تو نے مجھے حاتم کیوں کہا ہے۔ تم بے وقوف ہو۔ یہ تو آپ نہیں کہیں گے نا؟ اور کیا آپ کہیں گے کہ میری ذات تو چانڈیو ہے۔ اسکی ذات تو طائی تھی۔ طائی اسکی ذات تھی، قبیلہ تھا۔ تو تو نے میرا نام بھی بدل دیا میری ذات بھی بدل دی۔ یہ تو نہیں آپ کہتے۔ آپ تو خوش ہوں گے کہ مجھے حاتم طائی کہا گیا ہے۔ کہ میں بہت ہی سخی ہوں۔ حاتم طائی جیسا اگر کہیں تو یہ بڑی تعریف نہیں ہے۔ اگر کہیں کہ حاتم طائی ہے تو یہ اصل تعریف ہے۔ ٹھیک ہے کہ نہیں یہ بات؟ تو حضور اکرم ﷺ بھی فصیح و بلیغ کلام فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی فصاحت و بلاغت تو دشمنوں نے بھی تسلیم کر لی۔ تو مولوی کیوں نہیں سمجھتے اس بات کو؟ کہ چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن مار رہا ہے اسلئے مرے ہوئے کا نام اگر کسی کو دیا جائے۔ تو صرف تمثیل کے طور پر دیتے ہیں۔ یہ بتانے کیلئے اس جیسی کوئی بات پائی جاتی ہے۔ اسلئے آنے

والے کو مسیح ابن مریم فرمایا گیا۔

مسیح ابن مریمؑ اور مسیح موعودؑ میں مشابہتیں

1۔ ایک بڑی دلیل میں آپ کو بتاتا ہوں۔ مسیح ابن مریمؑ پرانے تھے وہ موسیٰ کی امت کے آخری نبی تھے۔ یہ تو سب کو مسلم ہے اور موسیٰ کے 1300 سال بعد پیدا ہوئے۔ اور چودھویں صدی کے امام تھے۔ اب اگر آنحضورؐ یہ بتانا چاہیں کہ میرے سے 1300 سال کے بعد، چودھویں صدی کا امام ایک عظیم الشان انسان آنے والا ہے۔ تو جسطرح موسیٰ کے آپ مشابہ ہیں اسی طرح 1300 سال کے بعد پیدا ہونے والے کا نام اپنی امت کے امام کو دے سکتے ہیں کہ نہیں دے سکتے؟ فاصلہ بھی بتادیا، وقت بھی بتادیا۔ یہ خبر دیدی کہ میرے جانے کے بعد، 1300 سال کے بعد جو امام ہوگا۔ وہی مسیح ابن مریم ہوگا۔ کیونکہ پہلا مسیح ابن مریم بھی موسیٰ سے 1300 سال کے بعد آیا تھا۔ یہ ایک مشابہت ہے۔

2۔ دوسری مشابہت یہ ہوگی کہ جسطرح پہلے مسیح کے ماننے والوں کو موسیٰ کی امت نے دکھ دیئے تھے اور جلایا گیا، اور بائیکاٹ کئے گئے۔ اور انکو مرتد قرار دیا گیا، صلیبیں دی گئیں اور کئی قسم کے دکھ دیئے گئے۔ اسی طرح میری امت میں جو مسیح آئے گا اسکے ماننے والوں کو بھی یہی دکھ دیئے جائیں گے۔ فتنے ہوں گے، آگیں لگائی جائیں گی، مال لوٹے جائیں گے، قتل و غارت ہوگی۔ جیسے کنزی میں ہوا تھا۔ آپ کا سندھ بھی گواہ ہوگیا۔ صوبہ سرحد بھی گواہ ہوگیا۔ پنجاب بھی گواہ ہوگیا۔ تو یہ واقعات جس قوم سے گزریں گے اسکے امام کو مسیح ابن مریم کہنا عین عقل کے مطابق ہے کیونکہ مسیح ابن مریم کی قوم سے یہ حالات گزرے تھے۔

3۔ اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ مسیح ابن مریم کا نام کیوں دیا گیا، مثلاً موسیٰ علیہ السلام کو تلوار سے اپنے دفاع کا حق خدا تعالیٰ نے عطا کر دیا تھا۔ لوگوں نے جب حضرت موسیٰ کے خلاف تلوار اٹھائی خدا نے اجازت دی کہ آپ بھی تلوار اٹھائیں۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی یہ حق دیا۔ جب دشمن نے تلوار اٹھائی خدا نے بھی جواب کا حق دے دیا۔ مسیحؑ کو نہیں دیا۔ اسکو فرمایا کہ تم قربانیاں دو۔ اور تمھاری قوم بھی قربانیاں دے۔ لڑائی سے نہیں جیتو گے قربانیاں دے کر جیتو گے اور دعاؤں سے جیتو گے۔ اب یہی پیغام ایک لفظ ''مسیح ابن مریم'' میں حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنی امت کو دیدیا کہ آنے والا جو مسیح ہے وہ بھی پرانے دور کی طرح تمھیں قربانیوں کی راہوں سے لے جائے گا۔ تم مظلوم ہوگے۔ تم کمزور ہوگے۔ دنیا سمجھے گی کہ تمھیں مٹا دیا جائے گا لیکن جسطرح پہلے مسیح کو خدا نے فتح دی، تمھیں اس سے بڑھ کر فتح دے گا۔ کیونکہ وہ موسیٰ کا مسیح تھا یہ امت محمدیہ کا مسیح ہے۔ یہ میرا مسیح ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ یہ خبریں دینا چاہتے ہیں۔ مگر لوگ اس سے برعکس معنی لے لیتے ہیں۔ ان لوگوں نے وہ افسانے بنالئے جنکا نہ قرآن میں ذکر تھا نہ احادیث میں۔ کیا آپ اب سمجھ گئے ہیں؟

نزول مسیح کی تشریح

غیر احمدی: آنحضور ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ مسیح ضرور نازل ہوں گے۔ ہم آنحضورؐ کی قسم مانیں یا آپ کی بات مانیں؟

حضورؒ: قسم کیوں نہ مانی جائے؟ قسم تو ضرور مانی جائے گی۔ مگر کس معنی میں مانی جائے گی جسمیں قرآن بات کرتا ہے یا جسمیں مولوی بات کرتا ہے؟ ہمیں تو بیچ میں سے نکال دیں فی الحال، اب قسم پہ آجاتے ہیں۔ جسطرح انہوں نے کہا نا کہ رسول اللہ ﷺ کی قسم مانی جائے گی یا تمھاری بات مانی جائے گی۔ ہم کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی قسم مانی جائے گی ہمیں بیچ میں سے نکال دو۔ چھٹی ہوگی۔ انکے خیال میں اس بات میں ہم ہار گئے۔ اب آگے ہم بات چلاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی قسم کا ترجمہ قرآن سے کریں گے یا مولوی کی بات سے کریں گے؟ قرآن سے

کریں گے تو ابھی میں مسئلہ حل کر دیتا ہوں۔قرآن میں لفظ ''نزول'' نازل ہونا جن معنوں میں آتا ہے۔ان معنوں میں حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے۔ہم قسم کھا کر کہتے ہیں یہ بالکل درست ہے۔

قرآن کریم اور لفظ نزول

قرآن کریم نے لفظ نزول جہاں جہاں استعمال فرمایا وہ سنئے۔جس قسم کے شخص کے متعلق ،جس قسم کی چیز کے متعلق استعمال فرمایا ویسے ہی ترجمہ کر لیں۔لوہا ہے ایک جنس، ہے نا، ایک اسکے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔وَ اَنْـزَلْـنَـا الْـحَـدِیْـدَ.(حدید:۲۶) ہم نے آسمان سے لوہا اتارا۔کس طرح اترتا ہے لوہا،کبھی دیکھا ہے اترتے ہوئے؟ کہاں سے نکلتا ہے؟ زمین سے۔تو نزول کا کیا ترجمہ ہوا؟ زمین سے نکلنا۔وہ آسمان سے آنے والا ترجمہ غائب ہو گیا۔جب لوہے کی بات کرو تو عربی لفظ نزول کا ترجمہ ہو جائے گا کہ زمین سے نکلتا ہے۔

اب سنئے گائے،بھینس پیدا ہوتی ہیں یا آسمان سے آتی ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَاَنْـزَلَ لَـكُـمْ مِـنَ الْاَنْعَـامِ.(زمر:۷) ہم نے انعام کو آسمان سے نازل کیا۔یہ آیت نکال لیجئے۔وہ نزول والے مولوی سے پوچھئے کہ جناب کیا کبھی آپ کی گائے یا بھینس آسمان سے اتری ہے۔دکھائیں ہمیں کہاں سے اترتی ہے؟ وہ کہیں گے کوئی نہیں اترتی۔تو کہیں کہ دیکھو قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ نازل ہوئیں۔تو اب لفظ نازل میں ہم آپ کی بات مانیں یا قرآن کی بات مانیں؟ قرآن تو کہتا ہے نازل ہوئی تو یہ کس کے متعلق کہتا ہے۔جو پیدا ہو۔

مولوی کہے گا کہ نہیں نبیوں کے اوپر اور محاورہ ہے۔ہم کہیں گے کہ بہت اچھا نبیوں پر آجاتے ہیں۔قرآن کریم نے ایک ہی نبی کے متعلق لفظ نزول استعمال فرمایا ہے۔اور وہ کون ہیں؟ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔فرمایا: قَدْ اَنْـزَلَ اللّٰـهُ اِلَیْـكُمْ ذِكْـرًا رَسُوْلًا.(طلاق:۱۱) تمھارے اندر مجسم ذکر الٰہی محمد ﷺ کو رسول بنا کے نازل فرمایا۔اب بتائیے رسول کسطرح نازل ہوتے ہیں۔جسطرح حضور اکرمؐ نازل ہوئے۔ان سے بڑھ کر تو نازل نہیں ہو سکتے۔پس حضورؐ اپنے متعلق نزول کا اور ترجمہ کرتے ہوں۔عیسیٰ کے متعلق اور ترجمہ کرتے ہوں یہ تو ہم مان ہی نہیں سکتے۔تو ہمیں یقین ہے کہ قسم رسول اللہ ﷺ کی سچی ہوگی اور حضورؐ ہی کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔ہماری بات پر نہیں ہوگا۔لیکن حضورؐ کی قسم کا ترجمہ قرآن کرے گا نہ کے مولوی کرے گا۔اور قرآن نے ترجمہ کر دیا کہ جب نبی کیلئے کہا جائے کہ وہ نازل ہوتا ہے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔مگر آتا خدا کی طرف سے ہے۔یہ ترجمہ ہے نازل ہونے کا۔اور جسطرح رسول اللہ ﷺ نازل ہوئے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔کیا اس بات پر کوئی مولوی دستخط کر سکتا ہے؟ ہم تیار ہیں دستخط کرنے پر۔ہم خدا کی قسم کھا کر دستخط کر سکتے ہیں۔اس بات پر کہ اللہ اور رسول اور ہر پیاری چیز کی قسم ہے کہ جسطرح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نازل ہوئے ویسے ہی آنحضورؐ کی پیشگوئی کے مطابق عیسیٰؑ نازل ہوں گے۔یہ کہنے میں کیا کوئی گناہ کی بات ہے؟ کوئی غلط بات ہے؟ فرمایئے؟ آپ خود بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ جسطرح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نازل ہوئے عیسیٰ بھی اسی طرح نازل ہوں گے اس سے اعلیٰ شان کے ساتھ نازل نہیں ہوں گے۔اگر مولوی اس بات پر دستخط کر دیں تو ہمارا جھگڑا ختم۔ہم قرآن کریم سے رسول اللہ ﷺ کا نزول ثابت کر دیتے ہیں۔اب وہ لگالیں زور عیسیٰ کو آسمان سے لانے کا۔وہ نہیں لا سکیں گے۔

قرآن ایسی کامل کتاب ہے کہ اس نے کوئی حصہ چھوڑا ہی نہیں بحث کا ہر مخالف کو شکست دینے کیلئے قرآن کریم میں ایسی آیات رکھ دی ہیں جو شیر کی طرح آگے جا کر ٹکراتی ہیں۔اور اڑا کے رکھ دیتی ہیں۔عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ آیتیں زندہ نہیں رہنے دیتیں۔''نزول'' کا لفظ اٹھالیں تب بھی قرآن کریم میں اسکا ترجمہ نکل آئے گا۔''رفع'' کا لفظ اٹھالیں تب بھی اسکا ترجمہ نکل آئے گا۔ہر پہلو کے ساتھ قرآن کریم کامل طور پر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا اعلان کر رہا ہے۔اسلئے ہمارا عقیدہ قرآن و حدیث پر مبنی ہے۔اب آپ کو نزول کی سمجھ آگئی ہے نا؟ اب آپ اس دلیل کو استعمال کریں۔پھر بعد میں بتانا کہ مولوی صاحب کیا جواب دیتے ہیں؟ طریقہ میں دوبارہ آپ کو سمجھا دیتا ہوں۔

آپ شروع میں تو بالکل بھولے بادشاہ بن جائیں۔ کہ مجھے عربی آتی ہی کچھ نہیں۔ انہیں کہیں مولوی صاحب سے کہ ہمیں کیا پتہ۔ ہم کیوں نہ احمدیوں، مرزائیوں، قادیانیوں سے ایک معاہدہ کرلیں۔ اسمیں آپ کو کیا حرج ہے؟ ہم یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ تم احمدی حلف اٹھا کر دستخط کرواس بات پر کہ رسول اللہ ﷺ نے لفظ نزول پر جو حلف اٹھایا ہے وہ ضرور سچا ہوگا۔ اب مرزائی اگر دستخط کردیں۔ تو کہیں کہ اسکے بعد ہم یہ فیصلہ کریں گے کہ ہم اس بات پر حلف اٹھا کر دستخط کردیتے ہیں کہ قرآن کریم نے لفظ ''نزول'' کا جو ترجمہ کیا ہے ہم اس سے باہر نہیں جائیں گے اور نبیوں کیلئے قرآن کریم نے جس معنی میں لفظ نزول بیان کیا ہے اسی معنی میں عیسیٰ کا نزول مانیں گے یہ آپ مولوی صاحب کو آمادہ کریں۔ یہاں آ کر وہ بھاگ جائیں گے۔ کبھی دستخط نہیں کریں گے۔ اگر دستخط کردیں اس بات پر تو قرآن نے نبیوں میں سے صرف رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا ہے۔ وہ آیت نکال کے دکھادو کہ لو جی یہ تو فیصلہ ہوگیا۔ اور اگر وہ کہیں کہ ہم نہیں مانتے تو پھر کہیں کہ تم قرآن کو نہیں مانتے تو ہم تمھیں کیوں مانیں؟ جو شخص قرآن کو نہیں مانتا۔ اور اس سے بھاگ جائے تو پھر اسکو ماننے کے ہم پابند نہیں رہتے۔ پھر تمھارا رستہ اور ہے ہمارا رستہ اور ہے۔ ہمارا رستہ تو قرآن کریم والا ہے۔ اس سے دوٹوک فیصلہ ہوجاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ End of Class 3 & 4 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 5

وفات مسیح ناصری علیہ السلام

1۔ وفات مسیح ازروئے قرآن

دلیل نمبر2:- وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ. (ال عمران:145)

ترجمہ: اور محمدﷺ نہیں ہیں مگر رسول ۔گزر گئے اور مر گئے ان سے پہلے پیغمبر (پس یقیناً وہ بھی مرگئے) پس کیا اگر وہ (اپنی موت) مر جائیں گے یا مارے جائیں گے تو تم ایڑھیوں کے بل اپنے پہلے مذہب یعنی کفر کی طرف پلٹ جاؤ گے۔‘‘

(تفسیر مظہری۔ازاہلحدیث عالم قاضی محمد ثناء اللہ)(حوالہ صفحہ:108)

اس آیت میں آنحضرتﷺ کی عظمتِ شان بیان ہوئی ہے کہ اگر کوئی زندہ رہنے کا مستحق تھا تو وہ آپؐ تھے۔لیکن چونکہ آپ سے پہلے کوئی نبی زندہ نہیں رکھا گیا اسلئے آپ بھی زندہ نہیں رکھے جائیں گے ورنہ لوگ آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا بنالیں گے۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے معنی ہیں آپ سے پہلے تمام رسول گزر گئے یعنی فوت ہو چکے ہیں۔غیر احمدیوں کا یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ’’خَلا‘‘ زندہ آسمان پر جانے سے ہوا درست نہیں ہے کیونکہ

i۔ خلا کا ترجمہ اللہ نے خود فرما دیا۔’’مَاتَ‘‘ اور’’قُتِلَ‘‘ یعنی موت اور قتل اور تیسرا اور کوئی ذریعہ نہیں۔پس خلا دو طرح سے ممکن ہے یا طبعی موت سے یا قتل کے ذریعے سے۔یہاں آسمان پر جانے کا کوئی ذریعہ نہیں بتایا گیا۔

ii۔ عیسیٰ کیلئے خلا کا ترجمہ زندہ آسمان پر اٹھانا اور آنحضورﷺ کیلئے خلا کا ترجمہ زمین میں دفن ہونا آنحضورؐ کی شان کے خلاف ہے نعوذ باللہ آپکی گستاخی ہے۔

iii۔ کیا عیسیٰ خدا کے اتنے پیارے تھے کہ انہیں دشمن کے ہاتھوں کوئی تکلیف نہ پہنچنے دی اور خدا آسمان پر لے گیا جبکہ آنحضورﷺ نے دشمنوں کے ہاتھوں بے انتہا تکلیفیں اٹھائیں اور وفات پا کر زمین میں دفن ہوئے۔

iv۔ اگر کسی کو زندہ رکھنا مقصود تھا تو سب سے اعلیٰ وجود جو زندہ رہنے کا مستحق تھا وہ ہمارے نبیﷺ ہیں۔

؎ غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر مدفوں ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا (درثمین)

2۔صحابہ کا اجماع:

آنحضورﷺ کی وفات کے وقت صحابہؓ کو سخت صدمہ پہنچا اور وہ غم سے نڈھال ہو گئے۔اسی صدمہ کی وجہ سے حضرت عمرؓ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ رسول اللہﷺ فوت نہیں ہوئے بلکہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور منافقوں کا قلع قمع کریں گے۔

حضرت ابوبکرؓ باہر گئے ہوئے تھے انہیں اطلاع ملی تو سیدھے آنحضورﷺ کے جسدِ اطہر کے پاس آئے، پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپؐ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا (یعنی آپؐ دوبارہ دنیا میں آکر دوسری مرتبہ نہیں مریں گے۔یا آپؐ کا پیغام نہیں مرے گا بلکہ زندہ رہے گا) پھر آپؓ نے صحابہؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی وَمَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ صحابہؓ بیان کرتے ہیں انہیں یوں لگا جیسے یہ آیت اب نازل ہوئی ہے۔اور مارے غم کے ان کا بُرا حال ہو گیا۔حضرت عمرؓ نڈھال

ہوکر گر پڑے۔اور انہیں یقین ہوگیا کہ آنحضورﷺ وفات پا چکے ہیں اب دوبارہ نہیں آئیں گے۔

اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ضرور صحابہؓ بول اُٹھتے۔ان کا خاموش رہنا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ تمام گذشتہ انبیاء بھی وفات پا چکے ہیں اور کوئی دوبارہ دنیا میں آنے والا نہیں۔

(صحیح بخاری کتاب الفضائل باب قول النبی لو کنت متخذاً خلیلاً کتاب المغازی باب مرض النبی و وفاتہ)(حوالہ صفحہ:109)

حضرت حسان بن ثابتؓ کا مرثیہ: صحابہؓ کے غم کی ترجمانی حسان بن ثابتؓ کے یہ شعر کرتے ہیں۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ فَعَمِیَ عَلَیْکَ النَّاظِرُ

مَنْ شَآءَ بَعْدَکَ فَلْیَمُتْ فَعَلَیْکَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

کہ تو تو میری آنکھ کی پتلی تھا جس سے میں دیکھتا تھا۔تیری موت سے میری آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں۔تیرے بعد جو چاہے مرتا رہے مجھے تو صرف تیری موت کا خوف تھا۔

(نوٹ مزید تفصیل کے لیے دیکھیں۔براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 285.284،حقیقۃ الوحی صفحہ 35.34)

کلاس نمبر 6

وفات مسیح از روئے قرآن۔دلیل نمبر 3

مَاالْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط وَاُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ كَانَایَاْكُلٰنِ الطَّامَ.(المائدہ:76)

ترجمہ:مسیح ابن مریم ایک رسول ہی تو ہے اس سے پہلے جتنے رسول تھے سب کے سب گزر چکے ہیں۔اور اس کی ماں صدیقہ تھی۔وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔

۱۔اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ عیسی علیہ السلام سے قبل تمام رسولوں کا خَلَا ہو چکا تھا یعنی وہ گزر چکے تھے۔اور عیسی علیہ السلام بھی ایک رسول تھے اس لیے ان کا بھی گذشتہ رسولوں کی طرح خلا ہونا تھا۔

۲۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل گذشتہ تمام رسولوں کا ''خَلَا'' وفات سے ہوا تھا۔پس عیسیٰ علیہ السلام کا خَلَا بھی وفات سے ہوا ہے۔

۳۔لفظ ''خَلَا'' جہاں بغیر کسی قرینہ کے استعمال ہو۔وہاں تمام لغات اور عربی محاورے میں اس کے معنی موت کے ہوتے ہیں۔بلکہ یہ ہر زبان کا محاورہ ہے۔جیسے میرے والد یا دادا صاحب گزر گئے۔لیکن جب کوئی قرینہ استعمال ہو تو معنی اور ہوں گے جیسے میں لاہور سے گزرا۔

۴۔اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں عیسیٰ علیہ السلام کے واضح خَلَا کا ذکر نہیں تو دوسری آیات وَمَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ (ال عمران:145)۔میں واضح ذکر موجود ہے۔

۵۔اس آیت نے خَلَا کی صرف دو شکلیں بیان کیں اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ یعنی موت یا قتل۔تیسری کوئی صورت نہیں ہے۔اور وَمَاقَتَلُوْهُ (النّساء:158) کہہ کر ان کے قتل کی نفی کر دی اس لیے ان کا خَلَا بذریعہ موت ہوا۔

۶۔اگر اُنہیں زندہ مانا جائے تو لازماً انہیں رسولوں کے زمرے سے نکالنا پڑے گا۔کیونکہ رسولوں کا خَلَا تو موت کے ذریعہ ہوا۔اس لیے حیات مسیح کا عقیدہ عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ خدا یا خدا کا بیٹا قرار دینے کے مترادف ہے۔کیونکہ رسالت کے بعد الوھیت کا مقام شروع ہوتا ہے۔

2۔ كَانَايَأْكُلَانِ الطَّعَامَ کی تشریح:

ا۔اس آیت نے بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا کھانا کھانا ماضی بعید کا واقعہ ہے۔کیونکہ لفظ کَانَ ماضی بعید کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۲۔جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کھانا چھوڑا ویسے ہی عیسیٰ علیہ السلام نے کھانا چھوڑا۔اس لحاظ سے عیسیٰؑ اور آپ کی والدہ کو ایک بریکٹ میں رکھا ہے۔چونکہ حضرت مریمؑ نے وفات کی وجہ سے کھانا کھانا چھوڑا۔اسلئے ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی وفات کی وجہ سے کھانا کھانا چھوڑ دیا۔

۳۔کیا آسمان پر کھانے کی ضرورت نہیں اور کیا عیسیٰ علیہ السلام HIBERNATE ہو گئے ہیں؟ قرآن کریم فرماتا ہے کہ رسول کھانا کھانے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔وَمَاجَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَايَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خَالِدِيْنَ(الانبیاء:9)۔

ترجمہ: ''اُن رسولوں کو ہم نے کوئی ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ وہ کھاتے نہ ہوں اور نہ وہ سدا جینے والے تھے۔''(ترجمہ:مولوی مودودی صاحب)

پس اگر عیسیٰ علیہ السلام نے کھانا کھانا چھوڑ دیا ہے اور وہ رسول ہیں تو لازماً وہ فوت ہو چکے ہیں۔اور اگر کھانا ترک کرنے کے باوجود وہ زندہ ہیں تو لازماً انہیں رسولوں سے بالا مقام یعنی خدائی کا مقام دینا پڑے گا۔

Transcription
class:5 & 6.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وفات مسیح علیہ السلام (کیسٹ سوال وجواب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حضورانور نے فرمایا..... دوسری آیات ہیں جن سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی پکی خبر ملتی ہے۔ایک آیت یہ ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ.(العمران:۱۴۵)

کہ محمد مصطفیٰ ﷺ ایک رسول ہی تو ہیں۔نہیں ہیں محمد مصطفیٰ مگر ایک رسول۔ یہ ہے لفظی ترجمہ جسکا مطلب یہ ہے کہ ایک رسول ہی تو ہیں۔رسول سے زیادہ نہیں۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔اور آپ سے پہلے سارے رسول گزر چکے ہیں۔ایک بھی باقی نہیں رہا۔عیسیٰ علیہ السلام پہلے تھے کہ نہیں تھے۔ پھر آپ سے پہلے ہونے کے باوجود بچ کیوں گئے۔اللہ فرمارہا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ بھی ایک رسول ہیں۔اور محمد مصطفیٰ سے پہلے جتنے رسول تھے وہ سارے گزر چکے ہیں۔ایک بھی باقی نہیں رہا۔اب بتایئے عیسیٰ علیہ السلام کیوں باقی رہ گئے۔انکا گزرنا بھی ضروری ہوگیا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے یہ آیت اعلان کرتی ہے کہ خدا نے کسی کو نہیں چھوڑا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی عظمت شان

اسمیں رسول اللہ ﷺ کی عظمت شان کا بھی بیان ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ بھی فوت ہوں گے۔مگر اگر ایک بھی اس سے پہلے زندہ رکھا ہوتا تو پھر میں محمد مصطفیٰ ﷺ کو زندہ رکھتا۔لیکن میں نے کسی کو چھوڑا ہی نہیں،میری تقدیر عام ہے،اللہ تعالیٰ یہ اعلان کررہا ہے۔اور اس تقدیر سے پہلے کوئی رسول بھی نہیں بچا۔پس اگر میں نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو زندہ چھوڑ دیا تو پھر لوگ شرک کرنا شروع کردیں گے۔وہ کہیں گے کہ باقی رسول تو مر گئے مگر یہ زندہ رہ گیا۔ضرور یہ خدا ہے یا خدا کا بیٹا ہے۔جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائیوں نے شرک کیا۔تو یہ اعلان توحید کا اعلان ہے۔اوراس اعلان کے ساتھ ہی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے پہلے تمام انبیاء کی موت کا اعلان ہوگیا۔اب یہ آیت جب ہم مولوی صاحبان کے سامنے پیش کرتے ہیں تو مولوی صاحبان ایک عذر کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ''خلت'' کا ترجمہ تم مرنا کردیا۔کہ مرگئے۔یہ ٹھیک بات نہیں ہے۔ ''خلا'' کا مطلب ہے جگہ چھوڑ گئے۔تو کہو لوگ مرکر جگہ چھوڑ گئے۔عیسیٰ علیہ السلام بغیر مرے جگہ چھوڑ گئے۔ اس لئے آیت بھی ٹھیک اور ہم بھی ٹھیک،یہ ترجمہ کرتے ہیں۔

لفظ ''خَلَتْ'' کی تشریح

ہم ان سے کہتے ہیں۔جسطرح میں نے پہلے مثال دی تھی کہ خدا کا کلام ایسا ہے کہ کسی شخص سے شکست نہیں کھاتا۔اتنا طاقتور کلام ہے اتنی اسمیں قوت اور شان ہے کہ کوئی دنیا کا آدمی کتنا ہی ٹیڑھا دماغ کیوں نہ ہو۔وہ چالاکی سے قرآن حکیم کو نہیں ہرا سکتا۔اب اللہ تعالیٰ نے جو بات شروع کی تھی وہ ختم نہیں کی۔خدا کو علم تھا کہ بعض لوگ خلا کا ترجمہ غلط کریں گے۔اسلئے ساتھ ہی خود یہاں ترجمہ بھی کردیا تا کہ دوسرا ترجمہ کرنے کا کسی کیلئے موقعہ ہی نہ رہے۔فرمایا: قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ .اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ. کہ دیکھو محمد مصطفیٰ ﷺ سے پہلے جتنے رسول تھے انکا ''خلا'' ہوگیا۔پس محمد مصطفیٰؐ بھی باقی رسولوں کی طرح اگر قتل ہوجائیں یا مرجائیں تو تمھیں مرتد ہونے کا کوئی حق نہیں۔ اب ''خلا'' کا کیا ترجمہ کیا؟قتل ہوجائیں یا فوت ہوجائیں۔آسمان پر جانے کا ذکر ہی کوئی نہیں۔اگر پہلے رسولوں کا خلا آسمانوں پر جاکر بھی ہوا تھا تو خدا اسوقت بھول تو نہیں گیا؟اسلئے خدا نے گزشتہ رسولوں کے ''خلا'' کا طریقہ یہ بتایا کہ یا وہ مرکر خلا ہوتے تھے یا قتل ہوکر خلا ہوتے تھے۔پس حضور اکرم ﷺ بھی چونکہ رسول ہیں۔اسلئے رسولوں کی طرح انکی تقدیر میں بھی یا عام موت ہوگی جسطرح خدا عام وفات دیتا ہے۔یا قتل کے ذریعہ ہوگی۔تیسرا کوئی ذریعہ نہیں۔تو اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خلا جو تھا۔اسکی تشریح خدا نے خود فرمادی کہ ''خلا'' کا مطلب ہے مرنا یا قتل ہونا۔

آسمان پر جانے کا کوئی ذکر نہیں۔اب ذرا تھوڑی دیر کیلئے ایک اور طریق سے اس آیت پر غور کریں۔

غیر احمدیوں کا ترجمہ شانِ رسول کے منافی ہے

تھوڑی دیر کیلئے یہ سوچیں کہ مولوی صاحب ٹھیک کہتے ہیں کہ ''خلا'' کا مطلب ہے زندہ آسمان پر جانا تو پھر اسکا مطلب یہ بنے گا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ بھی ایک رسول ہیں اور آپ سے پہلے جتنے رسول تھے وہ یا تو زندہ آسمان پر چلے گئے (خلا کا ترجمہ اب میں مولویوں والا کررہا ہوں) یا فوت ہو گئے یا قتل ہو گئے۔ یہ ترجمہ درست بنے گا نا، مولویوں کے حساب سے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ایک رسول ہی تو ہیں اور چونکہ آپ سے پہلے تمام رسول یا قتل ہوئے یا مر گئے یا زندہ آسمان پر چلے گئے۔اسلئے حضور اکرمؐ بھی یا قتل ہوں گے یا مریں گے۔زندہ آسمان پر جانے کا ذکر ہی نہیں۔تو یہ کیا جائز بات بنے گی؟ وہاں دوسروں کیلئے تو تین ترجمے اور محمد رسول اللہ ﷺ کیلئے صرف دو ترجمے۔ یہ تو ناانصافی ہوگی۔لوگ تو دوسرے رسولوں کے ساتھ ناانصافی کرتے ہیں یہ عجیب امت ہے کہ خود اپنے رسول کے ساتھ ناانصافی کر رہی ہے۔عیسیٰؑ کیلئے اچھا ترجمہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے برا ترجمہ۔ہم تو بے وفاؤں میں سے نہیں ہیں۔ہم تو ایسا ترجمہ نہیں مانیں گے۔جس سے رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی ہوتی ہو۔''خلا'' کا ترجمہ جہاں حضرت عیسیٰؑ کی باری آئے وہاں زندہ آسمان پر جانا کیا جائے اور جب محمد مصطفیٰؐ کی باری آئے تو قتل ہونا اور دفن ہونا مراد لیا جائے۔تو انکو عیسیٰؑ زیادہ پیارا ہوگا۔انکو مبارک ہو یہ ترجمہ، ہمیں تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ زیادہ پیارے ہیں۔اسلئے ہم یہ ترجمہ نہیں مانتے جو رسول اللہ ﷺ کی شان کے خلاف ہو۔

؎ غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا (درثمین)

پس قرآن تو پکی طرح سو فیصدی عیسیٰ کو مار بیٹھا ہے۔اور اگر حضرت عیسیٰ نہ مرے ہوتے تو ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی بھی نہ مرتے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا ادنیٰ چیز کو زندہ رکھے اور اعلیٰ کو مار دے۔ یہ انصاف کے خلاف ہے یہ عقل کے خلاف بات ہے۔کہ جس رسول کی سب سے زیادہ برکت ہو اسکو تو وفات دیدے اور جو ایک کمزور رسول ہو۔بارہ حواریوں میں سے دو اسپر لعنت بھی ڈال دیں اور زندگی میں کامیاب ہوتا ہوا نظر نہ آیا ہو۔اسکو اللہ تعالیٰ آخری امت کیلئے بچا کر رکھ لے۔اور محمد مصطفیٰ ﷺ کو وفات دیدے، یہ ہم نہیں مان سکتے۔اسلئے قرآن کریم کی رو سے دیکھیں۔حدیث کی رو سے دیکھیں۔عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا عقیدہ، یہ بعد کی پیداوار ہے اور ہرگز اسمیں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

صحابہؓ کا اجماع

ہمارے اس ترجمے کو صحابہؓ کی سند حاصل ہوئی ہے۔اور یہ اتنی عظیم الشان سند ہے کہ فی الحقیقت اجماع کی جو بحث کی جاتی ہے سوائے اس موقعہ کے ایک بھی اجماع کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔تو تاریخ میں لکھا ہے اور احادیث میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ مدینہ سے کہیں باہر تھے۔آپ کو پتہ چلا تو آپ واپس تشریف لائے۔حضرت عائشہؓ کے حجرے میں گئے۔اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی سے کپڑا اٹھا کر اُسے بوسہ دیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ۔آپ پر خدا تعالیٰ دو موتیں اکٹھی نہیں کرے گا۔کہ آپ بھی فوت ہو جائیں۔اور آپ کا پیغام بھی مر جائے۔خدا تعالیٰ یہ نہیں ہونے دے گا۔ یہ کہہ کر آپ باہر تشریف لائے اور مسجد نبوی کے صحن کی طرف گئے۔جہاں صحابہ اس حالت میں کھڑے تھے کہ حضرت عمرؓ نے تلوار سونتی ہوئی تھی۔اور یہ اعلان کر رہے تھے کہ جس نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا اعلان کیا میں اس کی گردن مار دوں گا۔یعنی آپؐ کی محبت میں پاگل ہو گئے تھے جس طرح بعض دفعہ بچوں کے غم میں مائیں پاگل ہو جاتی ہیں یا ماؤں کے غم میں بچے پاگل ہو جاتے ہیں۔مگر صحابہ کو تو اس سے بھی زیادہ بے حد عشق تھا۔رسول اللہ علیہ وسلم سے۔سوائے صدیقیت کے مقام کے جو عقل کو بہت زیادہ صیقل کر دیتا ہے۔اور صحابہ کا حال یہ تھا کہ وہ چاہتے ہی نہیں تھے کہ اس قسم کی کوئی

خبر سنیں۔ چپ چاپ کھڑے تھے اور حضرت عمرؓ کے سامنے کسی نے بھی انگلی نہ اٹھائی۔حضرت ابوبکر صدیقؓ باہر مسجد میں گئے اور یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کہ محمد مصطفیٰ بھی تو ایک رسول ہی ہیں۔آپ سے پہلے سارے رسول گذر چکے ہیں۔یہ آیت پڑھنی ہی تھی کہ حضرت عمرؓ بے ہوش ہوکر زمین پر جاپڑے ان کی اپنی روایت ہے کہ مجھے تو یوں لگا جیسے زندگی میں پہلی بار یہ آیت نازل ہوئی ہے۔اس وقت مجھے پتہ چلا کہ اس میں تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پانے کا اعلان ہو چکا تھا۔تو جس آیت کے جس طرز بیان نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت صحابہ پر ثابت کر دی۔کیا وہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مارنے سے قاصر رہی ہے انسان اپنے نفس کا محاسبہ کرے کہ محبت کیا ہے؟عیسیٰؑ سے محبت زیادہ ہے یا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت زیادہ ہے؟ کہ وہاں اور ترجمہ کرو گے یہاں اور ترجمہ کرو گے؟

چنانچہ صحابہ کا جو ردعمل ثابت ہوا وہ سب سے اچھا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ایک شعر میں بیان ہوا ہے۔حسان بن ثابتؓ بہت بزرگ صحابہ تھے۔شاعر بھی تھے اُن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آخری عمر میں اندھے ہوگئے تھے۔لیکن پہلے اندھے نہیں تھے۔فرماتے ہیں۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِی ... فَعَمِیَ عَلَيْکَ النَّاظِرُ

مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْيَمُتْ ...... فَعَلَيْکَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

اے میرے آقا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھ کی پتلی تو تو تھا۔دنیا مجھے اندھا سمجھا کرتی تھی۔مگر ان کو کیا پتہ کہ میں تو تیری آنکھ سے دیکھتا تھا۔فَعَمِیَ عَلَيْکَ النَّاظِرُ میں تو آج اندھا ہوا ہوں۔جب تو گیا ہے۔اور میرے دل کی آواز یہ ہے مَنْ شَاءَ بَعْدَکَ فَلْيَمُتْ۔ تیرے بعد اب جو چاہے مرتا پھرے فَعَلَيْکَ كُنْتُ اُحَاذِرُ مجھے تو صرف تیری موت کی فکر تھی۔ یہ ہے وہ روح صحابہ جس نے فتویٰ دیا کہ اگر حضور اکرم فوت ہوئے ہیں۔تو پہلے سارے فوت ہوئے ہیں۔تو آپ فوت ہوئے ہیں۔اور اگر ایک بھی زندہ رکھنے کے لائق رسول تھا تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔اور ہمیں آج پرواہ ہی کوئی نہیں۔آج عملاً اس مضمون کو الٹا دیا گیا ہے۔عملاً یہ کہہ رہے ہیں کہ اے عیسیٰ ہمیں تو صرف تیری موت کا غم تھا۔تیری آنکھ سے دیکھ رہے ہیں۔رسول اللہ فوت ہو جائیں تو کوئی بات نہیں۔ہونا ہی چاہئے تھا۔موسیٰ فوت ہو جائیں ابراہیم فوت ہو جائیں ہاں اے عیسیٰ تو نہ مرے۔ہمیں تو تیری موت کا غم ہے؟ ....سوچنا چاہئے قرآن کریم خوب کھول کھول کر عیسیٰؑ کی وفات کو بیان فرما رہا ہے۔بار بار بیان فرما رہا ہے۔اس فیصلے کو قبول کرنا چاہئے۔حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جتنی دفعہ موت کے مختلف معانی آئے ہیں۔جس طرح خدا تعالیٰ نے ان کے متعلق موت کو ظاہر فرمایا ہے۔دنیا کے کسی اور نبی کے متعلق اتنی قطعیت سے موت کا اعلان نہیں ہوا۔کیا وجہ تھی؟اس لئے کہ خدا تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس شخص کو زندہ بنایا جائے گا۔آسمان پر چڑھایا جائے گا اور شرک پھیلے گا۔چنانچہ دو مختلف آیات آپ کے سامنے رکھتا ہوں ایک ہی طرز بیان کی۔اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کر کے فرماتا ہے۔

مَاالْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ. قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ. وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ . (المائدہ:٧٦)

کہ مسیح ابن مریم بھی تو ایک رسول ہی ہیں۔جنس رسول سے بالا اور الگ چیز نہیں ہیں۔یہ ایک طرز کلام ہے جو ہر زبان میں اسی طرح رائج ہے۔جب آپ کہتے ہیں کہ فلاں انساں ہی تو ہے۔تو یہ کلمہ مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ انسان کی کوئی صفت لازمہ نہ بیان کی جائے۔مثلاً یہ کہنا ہو کہ فلاں سے غلطی ہوئی ہے۔تو کیا ہوا انسان ہی تو ہے۔اور انسان کی سرشت میں غلطی کرنا ہے۔یہ ہے طرز کلام تو جب فرمایا۔ماالمسیح ابن مریم الارسول ۔تو جس جنس کی طرف منسوب کر دیا اُس جنس کا کوئی لازمہ بیان کرنا مقصود ہوا اور وہ خدا نے بیان کر دیا وہ یہ تھا قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔اس سے پہلے جتنے رسول ہیں وہ گذر چکے ہیں ان کا خلا ہو چکا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کا گذشتہ رسولوں کی طرح خلا ہوا ہے

اب لفظ ''خلا'' کے ترجمے میں اختلاف ہو جائے گا۔ میں آپ کو بتاؤں گا کہ کس حد تک اختلاف ہے۔ اور میں دونوں حصوں کو لے کر بتاؤں گا کہ جب قرآن کریم موت ثابت کرنے پر آئے گا تو طاقت نہیں ہے کسی انسان کی کہ اس مضمون سے باہر جا سکے۔ فرماتا ہے۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ. اُن سے پہلے جتنے رسول ہو چکے ہیں۔ ان کا خلا ہو چکا ہے۔ پھر اس کو رسول مانو اور اُس خلا سے بالا مانو یہ نہیں ہو سکتا۔ اگر رسول مانو گے تو خلا ماننا پڑے گا۔ خلا مانو گے تو عیسیٰ ہاتھ سے گئے۔ جس طرح باقی رسول گئے۔ خلا کے اوپر جب ہم بات کرتے ہیں تو علماء یہ کہتے ہیں کہ خلا تو کہتے ہیں۔ جگہ خالی کرنے کو۔ ایک جگہ چھوڑ کر انسان کسی جگہ چلا جائے تو وہ بھی خلا ہے۔ تو خلا کے وہ تین معانی کرتے ہیں۔ (۱) موت (۲) جگہ خالی کر دینا اور (۳) قتل کے ذریعہ مر جانا۔ تین معانی کرتے ہیں۔ ہم اُن سے یہ کہتے ہیں کہ اوّل تو یہ معنی بھی قرآن کریم کی آیات سے غلط ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے اس بات پر گفتگو ہو جائے کہ خلا کے یہ معنی اس موقعہ پر بنتے بھی ہیں کہ نہیں۔

پہلوں کا خلا کیسے ہوا

یہ نہیں فرمایا کہ حضرت عیسیٰ کا خلا ہوا۔ یہ فرمایا کہ پہلوں کا خلا ہوا ہے اس لئے جو ان کی تقدیر وہ اس کی تقدیر۔ اور پہلوں کا خلا مر کے ہوا ہے۔ یا قتل ہو کے ہوا ہے۔ پہلوں کا کسی اور طریق سے خلا نہیں ہوا۔ (اگر یہ مانا جائے کہ خلا کے ایک معنی زندہ آسمان پر جانا بھی ہیں تو ماننا پڑے گا کہ مسیح سے پہلے بعض رسول زندہ آسمان پر چڑھ گئے یا کم از کم ایک رسول ہی زندہ آسمان پر چڑھ گیا تھا۔ اس طرح صرف مسیح نہیں بلکہ دو آدمی آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ ناقل) پھر دو آدمیوں کو اترنا پڑے گا۔ جو پہلے زندہ اوپر چڑھ گیا تھا۔ وہ اوپر جا کے کیا کر رہا ہے؟ لازماً اُس نے بھی تو اترنا ہے۔ پھر ایک نہیں دو آدمیوں سے چھٹکارا حاصل کرنا پڑے گا۔ وہ اتریں گے تو پھر ہماری قوم کی قسمت بدلے گی۔ تو وہ خلا جو مسلمہ ہے یعنی پہلے جن گرہوں کا ذکر تھا وہ سب مر کے گئے ہیں۔ تو فرمایا جو اُن کی تقدیر تھی وہی عیسیٰ علیہ السلام کی تقدیر ہے۔ یہاں موت کی الگ بحث نہیں اٹھائی بلکہ یہ بتایا ہے کہ گذشتہ رسولوں کے ضمرے کے ساتھ میرا یہ سلوک تھا کہ اُن سب کا خلا مرنے سے ہوا وہ سب مر کر گئے۔ خواہ قتل کے ذریعہ خواہ موت کے ذریعہ۔

خلا کے لغوی معنی

عربی لغت لفظ خلا کے معنی موت کے سوا کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتی۔ کیونکہ جس طرح اردو میں لفظ ''گزر گیا'' استعمال ہوتا ہے اور انگریزی میں "Passed away" استعمال ہوتا ہے۔ جب یہ بغیر کسی قرینے اور بغیر کسی سیاق وسباق کے استعمال ہو تو موت کے سوا اس کے معنی ہوتے ہی نہیں۔ پس آج تک جو لغات عربی لکھی گئیں ہر ایک میں جب لفظ ''خلا'' بغیر کسی صلہ اور بغیر کسی قرینہ کے استعمال ہوتا ہے تو ہر ڈکشنری میں اس کے معنی ''مَاتَ'' لکھا ہوگا۔ خلا کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ خالی کر دینا۔ گزر گیا کے ایک یہ بھی معنی ہیں کہ چلا گیا۔ (مگر اس کے ساتھ کوئی قرینہ ہوگا) اگر میں یہ کہوں کہ میرے پاس سے گزر گیا۔ تو اس کے معنی اور ہیں۔ جب میں کہوں کہ لاہور سے گزر گیا۔ چنیوٹ سے گزر گیا تو اس کے معنی اور ہیں۔ لیکن جب میں یہ کہوں کہ میرے والد صاحب گزر گئے تو سوائے موت کے کوئی بھی اور معنی نہیں لیتا۔ پس لفظ خلا عربی محاورے میں جس طرح استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کریم سے اسی محاورہ کے مطابق ہم بات کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ ماننا اُسے ''اِلٰہ'' قرار دینے کے مترادف ہے (یہ حصہ ترجمۃ القرآن کلاس سے لیا گیا ہے)

''پس اگر وہ رسول تھا تو باقی سابقہ رسولوں کی طرح لازماً مر گیا ہوگا اور اگر وہ رسول نہیں تھا تو پھر زندہ ہوگا۔ اور رسولوں سے بالا اُسے خدا یا خدا کا بیٹا ماننا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب اُس کا اِلٰہ ہونا ثابت نہیں تو پھر وہ خدا

کا پیغمبر تھا۔ رسول تھا۔ اور خدا کے پیغمبر سارے کے سارے جو مسیح سے پہلے تھے گزر چکے ہیں۔ ایک بھی اُس وقت تک زندہ موجود نہیں تھا۔ پس وہ بھی اُنہی کی طرح فوت ہو چکے ہیں۔..................

یہاں مثال دی ہے گذشتہ رسولوں کی سی۔ ان کا خلا جیسا بھی ہوا؟ ایسا ہوا کہ پھر وہ کبھی واپس نہیں آئے۔ تو پھر یہ مسیح علیہ السلام کس طرح مستثنیٰ ہو کر واپس آ جائیں گے۔ جونہی وہ واپس آئیں گے ان کی الوہیت ثابت ہو جائے گی۔ (کیونکہ رسولوں سے بالا مقام ماننا پڑے گا)

پس مسیح کو یا رسول اللہ مانو یا خدا مانو اگر رسول مانو تو لازماً فوت شدہ تسلیم کرنا ہوگا اور زندہ تسلیم کرو گے تو پھر لازماً رسولوں سے بالا ہستی ماننا پڑے گا۔

مسیح اور اس کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے

قرآن کریم یہیں بات کو ختم نہیں کرتا بلکہ آگے بڑھا رہا ہے اور اتنے حیرت انگیز طور پر اپنے مضمون کو کامل کرتا ہے کہ اگر انسان تقویٰ سے غور کرنا چاہے تو صرف عیسیٰ کی وفات کو ثابت کرنے کے لئے یہی آیت کافی ہے۔ فرماتا ہے۔ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ اس کی ماں صدیقہ تھی۔ بظاہر اس مضمون کا تعلق نہیں ہے۔ نبیوں کی بات ہو رہی ہے۔ خلا کا ذکر چل رہا ہے۔ یہ ماں کا ذکر بیچ میں کیوں داخل کر دیا؟ لیکن یہ تمہیدی فقرہ ہے اس کے معاً بعد فرماتا ہے كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَام۔ یہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور کانا کا صیغہ ماضی بعید کا صیغہ ہے۔ یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت نازل ہوئی اس سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کھانا کھانا ایک قصّہ پارینہ بن چکا تھا۔ اور حضرت مسیح کو آپ کی ماں مریم کے ساتھ بریکٹ کر کے بتایا کہ جس طرح اُس ماں نے کھانا چھوڑ دیا تم کیوں نہیں دیکھتے کہ بیٹا بھی کھانا چھوڑ چکا ہے اور اُس ماں نے مَر کر چھوڑا ہے۔ اس لئے اس بیٹے کے ساتھ امتیازی سلوک کیوں کر رہے ہو۔ گویا مضمون وہی ہے۔ پہلے نبیوں کے ساتھ بریکٹ کیا گیا۔ ان کو فوت شدہ قرار دے کر حضرت عیسیٰ کی وفات ان کی وجہ سے ثابت کر دی۔ پھر چونکہ ماں کی موت مسلّم تھی اس لئے اس کے ساتھ بریکٹ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ جس طرح ماں فوت ہوگئی ہے اور کھانا چھوڑ دیا ہے اسی طرح بیٹا بھی کھانا کھانا چھوڑ چکا ہے۔ (اور کھانے کے بغیر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا پھر) وہ بغیر کھانے کے کیسے زندہ ہے؟

کیا آسمان پر کھانے کی ضرورت نہیں

(بعض غیر احمدی) کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کو خدا نے جس جگہ جا کے رکھا ہے وہاں کھانے کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ مسیح نبی اللہ تو ہیں۔ مگر اس دنیا کو چھوڑ چکے ہیں۔ مگر جہاں ٹھہرے ہوئے ہیں وہاں کھانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں اس لئے بغیر کھانے کے دو ہزار سال سے زندہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم نے Hibernation جانوروں میں سنی ہوئی تھی لیکن دو مہینے، چار مہینے، چھ مہینے بعض ہیں کہ جن کے متعلق آتا ہے کہ کئی سال تک Hibernate ہو جاتے ہیں۔ ایک مینڈک تھا جو ۱۸۹۷ء میں ایک قلعہ بناتے وقت دیواروں میں چُنا گیا اور اس کے بعد 1927ء میں جب وہ عمارت ٹوٹی تو اندر سے وہ مینڈک نکل آیا اور جب پانی پڑا تو وہ مینڈک زندہ ہو گیا۔ تو پتہ چلا کہ مرا نہیں تھا بلکہ وہ Hibernate کر رہا تھا۔ تو مینڈک کی بھی اب تک جانوروں میں Maximum Hibernation کا جو پتہ چلتا ہے وہ اس مینڈک کی مثال ہے۔ مگر وہ مینڈک دریافت ہونے کے ایک سال بعد تک زندہ رہا پھر اپنی طبعی موت مر گیا۔ تو Hibernate کرنے والا بھی جلد ہی مر بھی جاتا ہے لیکن عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہ آسمان میں کسی جگہ تقریباً 2000 سال سے Hibernate کر رہے ہیں۔ اور جب وہ نکلیں گے تو پھر دوبارہ زندہ ہوں گے۔

اس عقیدہ کو خدا تعالیٰ اس طرح جھٹلا رہا ہے کہ کوئی بھی نبی ایسا نہیں جس کو ہم نے ایسا جسم دیا ہو جو بغیر کھانے کے زندہ رہ سکے۔ اس لئے

اوّل تو انسانی Species میں اس قسم کا Hibernation کا کوئی تصور نہیں۔ دوسرے انبیاء کے متلق خصوصیت سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لا يَأْ كُلُوْنَ الطَّعَامَ. وَمَا كَانُوْا خَالِدِيْن (الانبیاء:9)

ہم نے انبیاء میں سے کسی کو بھی ایسا جسم نہیں دیا جو بغیر کھانے کے زندہ رہ سکتا ہو۔اور لمبی زندگی پا جائے۔ خَالِدِیْن کے معنی ہیں تقریباً ہمیشہ کی زندگی۔اب یہ آیت کھانا لے کر پہنچ جائے گی۔اور اگر مسیح زندہ ہیں تو مولوی جتنا مرضی رستہ روکیں۔اس آیت نے تو کھانا پہنچانا ہی پہنچانا ہے۔ورنہ نبوت ہی ہاتھ سے جائے گی۔(اور اُسے نبیوں سے بالا مقام الوہیت کا دینا پڑے گا)

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نبی ہم نے کوئی پیدا ہی نہیں کیا۔ بنایا ہی نہیں کہ جس کا جسم کھانے کے بغیر زندہ رہ سکے۔تو مسیح جہاں بھی ہوں کھانا انہوں نے ضرور کھانا ہے۔یہ آیت کھانا لے کر جائے گی اور دوسری آیت کہے گی۔ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۔کہ کھانا کھایا کرتے تھے۔اب چھوڑ چکے ہیں۔کھانا واپس لے جاؤ۔جب ہم کھانا واپس لے کر جائیں گے تو مسیح خَالِدْ (یعنی زندہ) نہیں رہیں گے۔لازماً مر چکے ہیں۔ورنہ وہ نبی نہیں رہتے۔اور اگر نبی ہیں تو خالد نہیں رہتے۔تو قرآن کریم کی جو آیات ہیں وہ ایک دوسرے سے بڑا ربط رکھتی ہیں اور ان کی مرضی کے خلاف ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جتنا مرضی زور لگا لو............

مسیح کے خلا کا واضح ذکر

مولوی آخر پر یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا ہے قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اس آیت میں پہلوں کا ذکر ہے۔مسیح کا تو ذکر نہیں ہے؟(اگر چہ یہ بات درست نہیں جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسیح کے خلا کا بھی اسی آیت میں ذکر ہے۔تا ہم اگر تنزل کے طور پر مان بھی لیں) تو ہم کہتے ہیں کہ اچھا ایک اور آیت دیکھ لو۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (ال عمران:145)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک رسول ہی تو ہیں۔آپ سے پہلے سارے رسول گذر چکے ہیں۔اب بتاؤ مسیحؑ کو کہاں لے جاؤ گے؟ پس عیسیٰ علیہ السلام کا خلا بھی لازماً ہو چکا جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔(ترجمۃ القرآن کلاس)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ End of Class 5&6 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 7

وفات مسیح ناصری علیہ السلام

وفات مسیح از روئے قرآن۔ (دلیل نمبر۳)

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ.(ال عمران:56)

ترجمہ: جب اللہ نے کہا یقیناً میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والوں ہوں اور کافروں کے الزامات سے تجھے پاک کرنے والا ہوں اور اُن لوگوں کو جنہوں نے تیری پیروی کی ہے اُن لوگوں پر جنہوں نے انکار کیا ہے قیامت کے دن تک غالب کرنے والا ہوں۔

مُتَوَفِّیْککی تشریح:ا۔وفات کا لفظ تَوَفِّی سے بھی نکلا ہے۔چنانچہ کسی کا سن وفات بتانے کیلئے کہا جاتا ہے۔اَلْمُتَوَفّٰی ۱۹۰۳ءیعنی اس نے ۱۹۰۳ میں وفات پائی۔

۲۔حضرت ابن عباسؓ جنہیں قرآن اور دین کا علم عطا ہونے کے لیے آنحضورﷺ نے دعا دی تھی نے اس آیت کے لفظ مُتَوَفِّیْکَ کے معنی مُمِیْتُکَ کے کئے ہیں۔یعنی میں تجھے مارنے والا ہوں۔اور حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں اسے درج فرمایا ہے۔(بخاری کتاب التفسیر سورۃ المائدہ)(حوالہ صفحہ:110)

۳۔قرآن نے دعا سکھائی۔تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَار (ال عمران) کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمیں زندہ آسمان پر اُٹھالے؟ نماز جنازہ میں دعا سکھائی گئی۔ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّافَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَان.یعنی جس کو بھی تو ہم میں سے وفات دے۔اسے ایمان کی حالت میں وفات دینا۔

۴۔قرآن کریم میں توفی کا لفظ 23 مرتبہ کسی نہ کسی شکل میں استعمال ہوا ہے۔اس میں 2 مرتبہ عیسٰیؑ کے متعلق دو مرتبہ آنحضورﷺ کے متعلق۔19 مرتبہ دوسرے مواقع پر۔تمام غیر احمدی علماء عیسٰیؑ کو چھوڑ کر باقی ہر جگہ اس کے معنی وفات کے کرتے ہیں۔(صرف دو جگہ نیند کا ترجمہ ہے جو دراصل قبض روح کی ہی ایک عارضی شکل ہے اور اس کے ساتھ نوم یا لیل کا قرینا ہے)۔

1000روپے کا چیلنج:

۵۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ”جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو بلکہ جہاں کہیں توفی کے لفظ کو خدا تعالیٰ کا فعل ٹھہرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا ہے وہ صرف وفات دینے اور قبض روح کے معنی پر آیا ہے نہ قبض جسم کے معنوں میں۔کوئی کتاب لغت کی اس کے مخالف نہیں۔کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں۔غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کے گنجائش نہیں۔اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہﷺ سے یا اشعار وقصائد ونظم ونثر قدیم وجدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی

حصّہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا۔اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد نمبر۳ صفحہ نمبر ۶۰۳)

رَافِعُکَ اِلَیّ کی تشریح:

۱۔ یہاں رَافِعُکَ اِلَی السَّمآءِ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا میں اپنی طرف رفع کرنے والوں ہوں۔اور اللہ کی کوئی طرف نہیں۔اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ بلکہ ہر شخص کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔معراج کی رات آنحضورؐ نے دوسرے آسمان پر عیسیٰؑ اور یحیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔کیا خدا صرف دوسرے آسمان پر محدود ہے؟

۲۔ رَفَعَ کے معنی عزت بخشنا اور درجات کی بلندی ہے جیسے دو سجدوں کے درمیان کی دعا میں وَ ارْفَعْنِی کا لفظ ہے۔حدیث میں ہے کہ جب بندہ تواضع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان پر اس کا رفع کرتا ہے۔

۳۔ یہاں پہلے مُتَوَفِّیکَ کو رکھا بعد میں رَافِعُکَ آتا ہے۔اگر بالغرض رَفَع سے مراد جسمانی رفع تھا تو مطلب یہ بنے گا کہ مرنے کے بعد بے جان جسم آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔جو بالبداہت غلط ہے۔پس سوائے اس کے چارہ نہیں رہتا کہ روحانی رفع یا درجات کی بلندی مراد لیں۔

۴۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہاں تقدیم و تاخیر ہے تو اس سے بڑھ کر جہالت اور کیا ہوگی۔کہ مخلوق بن کر خالق کی غلطیاں نکالیں۔اور خطا کار انسان ہو کر خدا کی اصلاح کریں۔

بزرگان امت اور وفات مسیح

۱۔ نواسہ رسول حضرت امام حسن بن علیؓ آپ نے حضرت علیؓ کی وفات پر فرمایا ''حضرت علیؓ کی روح اس رات قبض کی گئی جس رات حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی روح اٹھائی گئی یعنی رمضان کی ستائیسویں رات'' (طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد۳ صفحہ ۳۹) (حوالہ صفحہ:111)

۲۔ صحابی رسولؐ حضرت جارود بن معلیٰؓ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ ''اے لوگو حضرت موسیٰ کے بارے میں تم کیا گواہی دیتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول تھے پھر آپ نے پوچھا تم حضرت عیسیٰ کے بارے میں کیا گواہی دیتے ہو؟ انہوں نے کہا وہ اللہ کے رسول تھے۔اس پر آپ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول اور بندے ہیں اور آپ نے اسی طرح آپ نے زندگی پائی جس طرح پہلے رسولوں نے زندگی پائی اور جس طرح پہلے رسول فوت ہو گئے اسی طرح آپ بھی فوت ہو گئے۔''

(مختصر سیرۃ الرسول از علامہ محمد بن عبدالوہاب صفحہ ۱۸۶۔۱۸۷) (حوالہ صفحہ:112)

کلاس نمبر 8

وفاتِ مسیح از روئے قرآن۔ (دلیل نمبر۴)

.....وَ کُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّادُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ...... (المائدہ آخری رکوع)

ترجمہ: میں ان پر نگران تھا جب تک میں اُن میں رہا۔پس جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی ان پر نگران تھا۔

خدا تعالیٰ سے مکالمہ

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گا کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو معبود

بنالو۔حضرت عیسیٰؑ جواب دیں گے کہ نہیں اے میرے اللہ! میں نے تو انہیں صرف تیری ہی عبادت کی تعلیم دی تھی۔اور جب تک میں اُن میں رہا ان کی نگرانی کرتا رہا۔(میرے سامنے تثلیث کا عقیدہ نہیں پھیلا۔) مگر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی نگران تھا مجھے کچھ علم نہیں۔

ا۔اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ نے اپنے صرف دو زمانے بتائے ہیں۔پہلا اپنی قوم میں موجودگی کا(مَادُمْتُ فِيهِمْ) دوسرا غیر حاضری کا جو فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي یعنی ان کی وفات سے شروع ہوتا ہے۔تیسرا کوئی زمانہ نہیں۔

۲۔اگر بالفرض تَوَفَّيْتَنِي کے معنی زندہ آسمان پر جانا مراد لیا جائے تو بھی عیسیٰؑ قیامت کے دن تک زمین پر آ کر اپنی قوم سے نہیں مل سکتے۔ ورنہ کیا وہ نعوذ باللہ جھوٹ بولیں گے کہ مجھے اپنی قوم کے بگڑنے کا علم نہیں۔

۳۔آنحضورﷺ نے خود اس آیت کا ترجمہ فرمایا ہے۔فرماتے ہیں قیامت کے روز چند لوگ جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے انہیں دیکھ کر میں پکار اٹھوں گا کہ یہ تو میرے صحابہ ہیں تو مجھے کہا جائے گا کہ تجھے علم نہیں کہ تیرے بعد یہ مرتد ہو گئے تھے۔تو میں اس طرح کہوں گا جیسے اللہ کے نیک بندے عیسیٰؑ نے کہا........ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّادُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ.......... (المائدہ آخری رکوع)۔کہ جب تک میں ان کے درمیان رہا ان کی نگرانی کرتا رہا مگر جب اے اللہ! تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی ان کا نگران تھا۔مجھے ان کے مرتد ہونے کا کوئی علم نہیں۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ مائدہ زیر آیت ھذا)(حوالہ صفحہ:113)

وفات مسیح از روئے حدیث

1۔حدیث معراج:

معراج کی روایات میں آنحضورﷺ نے تمام روداد تفصیل سے بتائی انبیاء کے حلیے تک بیان فرمائے مگر کسی جگہ یہ ذکر نہیں فرمایا کہ ان کی روحوں میں عیسیٰؑ مادی جسم کے ساتھ موجود تھے۔پس ثابت ہوا کہ دیگر انبیاء کی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی روح سے ہی ملاقات فرمائی تھی۔

2۔اختلاف حلیتین:

آنحضورﷺ نے حضرت مسیح بن مریمؑ کا حلیہ یوں بیان فرمایا کہ انکا رنگ سرخ وسفید بال گھنگریالے اور سینہ چوڑا تھا۔جبکہ آنے والے مسیح موعود کا حلیہ یوں بیان فرمایا کہ ان کا رنگ گندم گوں۔بال سیدھے اور لمبے۔(بخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم......)

پس ثابت ہوا کہ آنے والا مسیح موعود کوئی دوسرا وجود ہوگا جو مسیح بن مریمؑ سے شدید مماثلت اور مشابہت کی وجہ سے مسیح ابن مریم کہلائے گا۔

۳۔تمام امت امام مہدی کے متعلق یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ وہ امت میں ہی پیدا ہوں گے آنحضورﷺ نے فرمایا۔ لَا الْمَهْدِيُّ إِلَّا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ (ابن ماجہ ابواب الفتن باب شدۃ الزمان)۔کہ عیسیٰؑ کے سوا اور کوئی مہدی نہیں۔یعنی دراصل وہ دو نہیں۔ایک ہی وجود ہے اور امام مہدی کا ایک صفاتی نام عیسیٰ ہوگا۔

Transcription
class:7 & 8.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وفات مسیح ناصری علیہ السلام

(ماخوذ از کیسٹ سوال و جواب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

لفظ تَوَفّی اور لغت عرب:

عربی اگر آپ نے پڑھی ہے اور عربی معنے پڑھے ہیں تو لغت عرب کو اٹھایئے۔ لغت عرب ایک آزاد فیصلہ کرنے والی لغت ہے جب آیت کی بحث ہوتی ہے تو مذہبی تعصّبات دل کی جگہ لے لیتے ہیں اور پھر وہاں جا کر ترجمے غلط ہو جاتے ہیں۔ لیکن لغتِ عرب تو احمدیوں نے نہیں بنائی۔

لغتِ عرب اٹھایئے بلا استثناء جب خدا فاعل ہو توفّی کا اور ذی روح مفعول ہو جس کی جان ہے تو دو معنوں کے سوا عربی لغت تیسرا معنی بتاتی ہی کوئی نہیں۔ یا عارضی موت یعنی نیند اور یا موتِ دائمی یعنی وفات عام جسے ہم وفات کہتے ہیں وہی عربی لفظ وفات ہے۔ توفّی اس کے سوا ایک بھی تیسرا معنٰی عربی لغت سے ثابت نہیں۔ اس لئے ان عربوں سے پوچھیں جو یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ تم اہل عرب ہو کر کیوں اپنی لغت کے خلاف ترجمہ کرتے ہو کم سے کم آج کی لغت میں داخل کر دیا ہوتا۔ آج کی لغت میں یہ ترمیم نہیں کر سکے یہ کہ خدا فاعل ہو توفّی باب تفاعل استعمال ہوا ہو اور بندہ ذی روح مفعول ہو تو نیند یا موت کے سوا کوئی ترجمہ نہیں ہو سکتا۔

وفات کا ترجمہ نیند کرنے کی وجہ:

جہاں نیند ترجمہ کرتے ہیں وہاں بالیقین یہ ترجمہ کرتے ہیں، بالفعل فوراً نہیں کر دیتے۔ کہتے ہیں قرینہ ہے کہ عارضی موت ہے، نیند کی شکل ہے موت جیسی۔ النوم اخت الموت پرانا عربی ترجمہ چلا آ رہا ہے کہ نیند موت کی بہن ہے۔ تو جہاں نیند ترجمہ کرتے ہیں اس وجہ سے کرتے ہیں کہ موت کے مشابہہ ہے اور چونکہ عارضی موت ہے اس لئے وفات کا ترجمہ بہر حال موت ہی ہے خواہ وہ عارضی ہو یا مستقل ہو۔ تو حضرت عیسیٰ تو توفّی کے بعد ان دو موتوں سے بچ نہیں سکتے۔ ایک سے نکلیں گے تو دوسری موت میں جائیں گے آسمان پر نہیں چڑھ سکتے۔ توفّی کا مطلب یا نیند یا موت، تیسرا معنٰی ہی کوئی نہیں۔ پس متوفیک نے حضرت عیسیٰ کے بدنی عروج یا بدنی انتقال کی کلیتہً نفی کر دی زیادہ سے زیادہ یہ معنی کیا جا سکتا ہے کہ آپ نیند کی حالت میں ہیں جہاں بھی ہیں اور اوپر نہیں چڑھے۔ کیونکہ نیند کی حالت میں ہیں جہاں تھے وہیں سو گئے اور جب اللہ چاہے گا انکی نیند کی حالت واپس کر دے گا۔ ان کی روح دوبارہ جسم میں واپس آ جائیگی اور یا یہ صورت ہے کہ خدا نے ان کو اٹھا لیا اور وہ روح پھر کبھی واپس نہیں آئی تو اس نے تو حضرت عیسیٰ والے قضیہ کا فیصلہ کر دیا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قیامت کے دن خدا سے مکالمہ:

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق سورۃ مائدہ میں یہ مذاکرہ آتا ہے اللہ پاک ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ سے اللہ تعالیٰ سوال کریگا ءانت قلت......من دون اللہ کیا تو نے کہا تھا اپنے ماننے والوں کو کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا معبود بنا لو۔ تو وہ کہیں گے کہ اے اللہ مجھے تو علم ہی نہیں ہے ماقلتُ لھم الاّ ماامرتنی میں نے ان کو سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جو تو نے مجھے کہا تھا اور تو سب کچھ جاننے والا ہے اور میں نہیں جانتا۔ یہ بیان کر کے عرض کریں گے فَلَمَّاتَوَفَّیتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پھر تُو ہی نگران تھا مجھے کچھ پتہ نہیں کیا ہوا ان کے اوپر۔

کیاحضرت عیسیٰ قیامت تک نیند کی حالت میں رہے ہوں گے یا خدا کے سامنے جھوٹ بولیں گے؟

اب سوال یہ ہے کہ قیامت کے دن اس مکالمے کے معنے یہ بنیں گے اگر نیند کی کہ قیامت کے وقت تک حضرت عیسیٰؑ سوئے رہے اور حضرت عیسیٰؑ کو کچھ پتہ نہیں کہ پیچھے ان کی قوم پر کیا بنا تھا اور شرک سے کلیۃً لاعلمی کا اظہار کررہے ہیں جس کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر وہ اُترے بعد میں تو بے ہوشی کی حالت میں تو یہاں نہیں رہ کے گئے ناں! ظاہر بات ہے وہ بے ہوشی دور ہوئی ہوگی، انہوں نے دیکھا ہوگا، جہاد کیا ہوگا، صلیب توڑی ہوگی اسکے بعد قیامت کے دن خدا کو یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اے اللہ مجھے تو جب تو نے نیند دیدی پھر پتہ ہی نہیں کہ کیا ہوا، پھر تُو جانے اور قوم جانے، اور آخر وقت تک کلیۃً لاعلمی کا اظہار کررہے ہیں۔ تو پھر وہ نیند قیامت تک ممتد ماننی پڑیگی، اُترے یہ پھر بھی نہیں۔ اس لئے وہ مطلب تو پورا نہیں ہوتا جو آپ کے ذہن میں الجھن ہے۔

(مجلس سوال وجواب 1984ء از CD، مجلس سوال وجواب 1996ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ End of Class 7&8 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 9

وفات مسیح ناصری علیہ السلام

1-واقعہ صلیب کے بعد مسیح علیہ السلام کی ہجرت:

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهٗ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَا اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ.(المومنون: 51)

ترجمہ: اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو اور اُن کی ماں حضرت مریمؑ کو بڑی نشانی بنایا اور ہم نے اُن دونوں کو ایسی بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی جو بوجہ غلّات اور میوہ جات پیدا ہونے کے ٹھہرنے کے قابل (چشموں والی) اور شاداب جگہ تھی۔

(ترجمہ: مولوی اشرف علی تھانوی صاحب)

(۱)۔اویٰ کا لفظ زبان عرب میں ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی قدر مصیبت یا ابتلاء کے بعد اپنی پناہ میں لیا جائے اور کثرت مصائب اور تلف ہونے سے بچایا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى. (الضحیٰ) اسی طرح تمام قرآن شریف میں اٰوٰی اور اوٰی کا لفظ ایسے ہی موقعوں پر استعمال ہوا ہے کہ جہاں کسی شخص یا کسی قوم کو کسی قدر تکلیف کے بعد پھر آرام دیا گیا۔(تذکرۃ الشہادتین صفحہ 9)

(۲)۔واقعہ صلیب سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ کو کوئی ایسی غیر معمولی تکلیف اور مصیبت نہیں پہنچی کہ اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت سے نکال کر سرسبز و شاداب اونچا پہاڑی مقام جہاں بکثرت چشمے بہتے ہوں پناہ دی۔اس میں کشمیر کی طرف اشارہ ہے۔

(۳)۔حضرت مریم علیہ السلام کی وفات غالباً مری میں ہوئی اسی لیے ان کے نام پر اس کا نام مری پڑا یہ بھی وادی کشمیر کا حصّہ تھا۔

(۴)۔''مسیح'' کے نام کے ایک معنیٰ ''بہت زیادہ سیاحت کرنے والا'' کے ہیں۔

(۵)۔حدیث میں آتا ہے۔

اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى عِيْسٰى اَنْ يَّاعِيْسٰى اِنْتَقِلْ مِنْ مَكَانٍ اِلٰى مَكَانٍ لِئَلَّا تُعْرَفَ فَتُؤْذٰى.

(کنز العمال حرف الخاء باب خوف العاقبۃ)(حوالہ صفحہ:114)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہو تا کہ تم پہچانے نہ جاسکو ورنہ تجھے دکھ اور تکلیف دی جائے گی۔پس عیسیٰ علیہ السلام ایک لمبی ہجرت کے بعد کشمیر پہنچے اور یہیں فوت ہوئے آج بھی آپ کی قبر سری نگر میں موجود ہے۔

2۔وفات مسیح اور بزرگان امت:

نوٹ: درج ذیل بزرگان نے بھی وفات مسیح کا اقرار کیا ہے۔۱۔نواسہ رسول حضرت امام حسن بن علی (حوالہ صفحہ:111) ۲۔صحابی رسولؐ حضرت جارود بن معلیٰؓ (حوالہ صفحہ:112) ۳۔صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس ۔۴ حضرت امام مالکؒ (حوالہ صفحہ:118)۔۵۔مشہور متکلم و مفسر علامہ محمد بن عبدالوہاب الجبائی (235 ۔ 303ھ)۔۶۔مشہور شیعہ محدث اور فقیہ علامہ قمی (المتوفی 381ھ)(حوالہ صفحہ 115)۔۷۔پانچویں صدی کے مجدد ابو محمد علی بن حزم اندلسیؒ (المتوفی 456ھ)۔۸۔حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش(399۔465ھ)(حوالہ صفحہ:116)۔۹۔الشیخ الاکبر علامہ محی الدین ابن عربیؒ (560۔638ھ)۔۱۰۔سر سید احمد خان

(1233۔1316ھ)۔۱۱۔خواجہ غلا فرید آف چاچڑاں شریف (1257۔1319ھ)(حوالہ صفحہ:117)۔۱۲۔علامہ محمود شلتوت مفتی مصر اورازھر یونیورسٹی مصر کے پروفیسر۔۱۳۔مفسر قرآن علامہ مفتی محمد عبدہ قاہرہ (1246 تا1354ھ)۔۱۴۔مفسر قرآن اور سابق مفتی مصر علامہ رشید رضا (1282۔ 1354ھ)۔۱۵۔مفسر قرآن علامہ احمد مصطفیٰ المراغی۔۱۶۔علامہ ڈاکٹر محمد محمود حجازی پروفیسر ازہر یونیورسٹی مصر۔۱۷۔تاریخ اسلام کے استاد عبدالوہاب النجار۔۱۸۔علامہ عبیداللہ سندھی (1290۔1363ھ)۔۱۹۔احراری لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد (1305 تا1377ھ)۔۲۰۔بانی خاکسار تحریک علامہ عنایت اللہ مشرقی (1306۔1382ھ)۔۲۱۔نواب اعظم یار جنگ محمد چراغ علی خان۔۲۲۔فرقہ اہل قرآن کے بانی غلام احمد پرویز (1320 تا1405ھ) وغیرہ۔

کلاس نمبر 10

اعادہ کلاسز وفات مسیح

کلاس نمبر 1: دور حاضر میں آسمانی مصلح کی ضرورت (i) وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُم... (صٰفٰت:72-71)
(ii) علماء بدترین مخلوق ہونگے۔ (iii) امت 73 فرقوں میں تقسیم

کلاس نمبر 2: (i) لَنْ تَهلِكَ اُمَّةٌ اَنَا فِيْ اَوَّلِهَا.... (جامع الصغیر)
(ii) مسیح بن مریم حکم عدل ہونگے۔ (iii) وَ يُهْلِكُ اللّٰهُ فِيْ زَمَانِهِ الْمِلَل .... (سنن ابوداؤد)

کلاس نمبر 3: حضرت عیسیٰ کے آسمان سے آنے کا نظریہ کیونکہ پیدا ہوا۔ (ii) لفظ نزول کی تشریح (iii) وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ..
(iv) وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُم....

کلاس نمبر 4: (i) بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ..... (ii) مسیح ابن مریم کے آنے سے کون مراد ہے؟
(iii) مسیح ابن مریم اور مسیح موعود میں مشابہتیں۔

کلاس نمبر 5: (i) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ...... (ال عمران:145) (ii) صحابہ کا اجماع

کلاس نمبر 6: (i) مَاالْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّارَسُوْل (المائدہ:76) (ii) كَانَايَأْكُلَانِ الطَّعَامَ.......

کلاس نمبر 7: (i) اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّي مُتَوَفِّيْك... (ال عمران:56) (ii) توفی پر 1000 روپے کا چیلنج (iii) رفع کی تشریح

کلاس نمبر 8: (i) وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا........ (المائدہ آخری رکوع) (ii) حدیث معراج (iii) اختلاف حلیتین

کلاس نمبر 9: (i) واقعہ صلیب کے بعد مسیح علیہ السلام کی ہجرت (ii) وفات مسیح اور بزرگان امت

Transcription
class:9 & 10.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وفاتِ مسیح ناصری علیہ السلام

واقعہ صلیب کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کہاں گئے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَاٰوَیْنٰھُمَا اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ (المومنون:51)

کہ ہم نے مسیح علیہ السلام اور اس کی ماں کو ایک نشان بنا دیا اور نشان کیا بنایا۔ اٰوَیْنٰھُمَا ان کے مخالفوں سے ان کو پناہ دے دی۔ (اٰویٰ کے معنی ہیں کسی کے ظلم سے پناہ دینا) اور کہاں لے گئے۔ آسمان پر نہیں۔ الی ربوۃ ذات قرارٍ ومعین۔ ایک ایسے اونچے پہاڑی مقام پر جہاں چشمے بہتے تھے۔ اور امن اور سکون کی جگہ تھی۔ اب یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے آئندہ آنے والی نسلوں کو سمجھانے کی خاطر بڑی حکیمانہ طرز استعمال فرمائی ہے۔ اکیلے مسیح کے لئے نہیں فرمایا کہ اٰوَیْنٰہُ بلکہ فرمایا۔ اٰوَیْنٰھُمَا۔ اس کی ماں کو بھی ساتھ ہی پناہ دے دی۔ تاکہ اگر کوئی یہ سمجھے کہ آسمان پر گئے ہیں۔ تو ماں نہ جانے دے۔ کیونکہ ماں کے متعلق تو مانتے ہیں کہ وہ آسمان پر نہیں چڑھی۔ تو فرمایا دونوں اکٹھے گئے ہیں۔ جہاں بھی گئے ہیں۔ پس مسیح صلیب کے واقعہ سے بچ گئے اور اللہ نے صرف انہیں ہی پناہ نہ دی ان کی والدہ کو بھی پناہ دی۔ بچا لیا اُس ظالم قوم سے۔ اور کہاں لے گئے۔ ایک ایسے پہاڑی علاقے میں جہاں چشمے بہتے تھے اور امن وسکون کی جنت تھی............

نوٹ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سفر سے مراد حضرت مریم کا وہ سفر ہے جب وہ حاملہ تھیں اور وضع حمل کے لئے ایک الگ جگہ چلی گئی تھیں جہاں کھجوریں بھی تھیں اور چشمہ بھی تھا مگر یہ تفسیر درست نہیں اس لئے کہ اٰوَیْنٰھُمَا تثنیہ کا صیغہ ہے یعنی ان دونوں کو پناہ دی اور تثنیہ کا صیغہ کبھی بھی عربی زبان میں حاملہ کے لئے نہیں بولا جاتا۔ دوسرا لفظ اٰویٰ سے مراد ایسی پناہ ہے جو کسی قدر مصیبتیں اور دکھ اٹھا کر حاصل ہو۔ پس واقعہ صلیب سے قبل جس قدر بھی حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کی والدہ نے سفر کئے ان میں کسی پر بھی یہ مفہوم صادق نہیں آتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ EndofClass9&10 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 11

ختم نبوت

1 اصولی بحث

اصولی طور پر ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان مسئلہ ختم نبوت کے متعلق کوئی اختلاف نہیں بلکہ اتفاق ہے۔ کیونکہ

1 ہم بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دل وجان سے خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں اور ہمارے مخالف بھی۔

2 ہم یقین رکھتے ہیں کہ آپ کی شریعت آخری اور دائمی ہے۔ قرآن کریم کا ایک لفظ یا نقطہ بھی تبدیل نہیں ہو سکتا اور ہمارے مخالف بھی۔

3 ہم اور ہمارے مخالف دونوں کا اعتقاد ہے کہ امت محمدیہ میں آخری زمانہ میں ایک خادم اسلام مسیح نبی اللہ آئے گا جو اسلام کے دشمنوں سے مقابلہ کر کے اسلام کو تمام دنیا پر غالب کرے گا۔

فرق صرف یہ ہے کہ وہ خادم اسلام مسیح نبی اللہ پرانا ہے یا نیا ہے۔ یعنی بنی اسرائیل کا مسیح نبی اللہ ہے یا وہ فوت ہو چکا ہے اور اسکا کوئی مثیل آئے گا۔ پس اگر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہو جائے تو لازماً ماننا پڑے گا کہ وہ آنے والا امت میں پیدا ہوگا اور ''مسیح موعودؑ'' کا خطاب پائے گا۔

2- آنے والا مسیح نبی اللہ ہوگا

کیا آنے والا مسیح ''نبی اللہ'' ہوگا؟

1- صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال کی ایک لمبی حدیث میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح موعودؑ کو چار مرتبہ نبیُّ اللہ . نبیُّ اللہ . نبیُّ اللہ . نبیُّ اللہ . کے خطاب سے نوازا ہے۔ (مسلم۔ کتاب الفتن باب ذکر الدجال) (حوالہ صفحہ: 119)

2- ایک اور حدیث میں فرماتے ہیں۔ لَیۡسَ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَہٗ، (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) نَبِیٌّ وَاِنَّہٗ نَازِلٌ

(ابوداؤد۔ کتاب الملاحم باب خروج الدجال) (حوالہ صفحہ: 120)

ترجمہ:- میرے اور اس نازل ہونے والے مسیح کے درمیان کوئی نبی نہیں (یعنی وہ آنے والا ''نبی'' ہوگا)

کلاس نمبر 12

1- امام مہدی کا مقام

کیا امام مہدی نبی ہوگا؟

1 تمام امت اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ امام مہدی کو خدا کھڑا کرے گا۔

2 ظاہر ہے خدا الہام کے ذریعہ اسے منصب امامت عطا فرمائے گا۔

3 اسکا ماننا ہر ایک پر فرض ہوگا۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ فَاِذَا رَاَیۡتُمُوۡہُ فَبَایِعُوۡہُ وَلَوۡ حَبۡوًا عَلَی الثَّلۡجِ

(ابن ماجہ۔ کتاب الفتن باب خروج المہدی) (حوالہ صفحہ: 121)

جب تم اسے پاؤ تو اس تک پہنچو اور اسکی بیعت کرو خواہ برف کے پہاڑوں پر سے گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے۔

--- موجودہ بالا تینوں صفات جس وجود میں پائی جائیں اسی کو تو ''نبی'' کہتے ہیں۔

--- قرآن کریم تمام انبیاء کو ''امام مہدی'' قرار دیتا ہے۔ سورہ انبیاء میں مختلف انبیاء حضرت موسیٰؑ، ہارونؑ، ابراہیمؑ لوطؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ۔ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا **فَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا**. (انبیاء:74) ہم نے اُنہیں آئمہ (امام کی جمع) بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت دیتے تھے۔

(ہادی کہتے ہیں ہدایت دینے والے کو اور مہدی کہتے ہیں جو پہلے خود خدا سے ہدایت حاصل کرے پھر دوسروں کو ہدایت دے)

1- امام مہدی اور مسیح ایک ہی وجود کے دو نام ہیں:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **لَا الْمَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ** (ابن ماجہ۔ کتاب الفتن باب شدۃ الزمان)

(حوالہ صفحہ:121)

Transcription
class:11 & 12.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام مہدی کے متعلق

ٹرانسکرپشن مجلس سوال وجواب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

لا المہدی الا عیسٰی کی تشریح:

آپ میں سے اکثر نے یہ سن رکھا ہے۔ کہ مسیح اور ہوگا اور مہدی اور ہوگا۔لیکن آپ میں سے شائد کم نے ابن ماجہ کی یہ حدیث سنی ہو کہ لَا الْمَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسىٰ. (ابن ماجہ۔کتاب الفتن باب شدۃ الزمان)

کہ مہدی کے سوا عیسیٰ اور کوئی نہیں ہوگا۔ یہ حدیث خاموشی سے چلی آرہی ہے امت میں۔کسی احمدی نے تو نہیں بنائی سارے جہان میں۔اور کسی کا مقصد نہیں تھا کیونکہ کسی مہدی کے دعوے دار نے مسیح ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کیا۔تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ بغیر کسی بنانے والے کے واقعۃً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تھا۔ورنہ کسی جھوٹے کا مقصد ہی کوئی نہیں ہے ایسی حدیث بنانے کا۔

تو ہم یہ مانتے ہیں کہ دراصل مسیحیت ایک لقب ہے۔اور مہدویت بھی ایک منصب ہے۔اور یہ دونوں منصب ایک وجود میں اکٹھے ہونے تھے۔اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا لَا الْمَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسىٰ اور یہ دونوں منصب امتی نبوت کے منصب ہیں۔یہ ہم ثابت کرتے ہیں۔اور چونکہ غلامی کے منصب ہیں اس لئے گستاخی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔مثلاً حضرت مسیح کے متعلق تو تمام علماء یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اگرچہ وہ پہلا مانتے ہیں لیکن جب بھی آئے گا ہوگا وہ نبی۔اس سے تو کوئی انکار نہیں کرتا۔وجہ یہ ہے کہ نبوت صلب ہوا ہی نہیں کرتی۔یہ ایسی موہبت ہے جو کبھی واپس نہیں لی جاتی۔اس مسلمہ کے بعد جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آنے والا مسیح نبی اللہ ہوگا۔اور بار بار تکرار پاتے ہیں تو امت میں سے کوئی انکار کر بھی نہیں سکتا کہ جس کو رسول اللہ نبی اللہ کہتے ہیں ہم نہیں مانتے۔جماعت احمدیہ کا یہ دعویٰ ہے۔کہ حضور اکرمؐ نے جن معنوں میں بھی نبی اللہ کہا۔ایک شعشہ بھی اس سے بڑھ کر اس شخص کا مقام نہیں ہے جسے ہم حضرت میرزا غلام احمد قادیانیؑ کہتے ہیں۔حضور اکرم بہتر جانتے ہیں کہ کن معنوں میں فرمایا۔لیکن جن معنوں میں بھی فرمایا نبی اللہ اس کو ضرور فرمایا۔اور اس بریکٹ کے ساتھ ہم مسیح کو نبی اللہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم نے جن معنوں میں بھی نبی اللہ قرار دیا ہے ان معنوں میں یہ لازماً نبی اللہ ہیں۔دنیا میں کوئی پیدا ہی نہیں ہوا جو حضورؐ کے جاری کردہ القاب کو واپس کھینچ سکے۔

امام مہدی:

جہاں تک امام مہدی کا تعلق ہے۔ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ آپ کان کو چاہے ادھر سے پکڑیں چاہے اُدھر سے پکڑیں بات پھر امتی نبوت پر ہی جا کر پہنچے گی۔اس سے آپ واپس آ ہی نہیں سکتے۔امام مہدی کا منصب آپ جو تسلیم کرتے ہیں۔یا آپ کو بتایا جاتا ہے۔وہ حقیقت میں امتی نبوت کا منصب ہے۔اس سے کم کا منصب ہی نہیں بن سکتا۔کیونکہ مجددین میں اور امام مہدی میں ایک فرق ہے۔اور وہ وہی فرق ہے۔کہ 1-مجددین کا ماننا ضروری نہیں ہے۔ 2-اور وہ مامور من اللہ نہیں ہیں اور خدا خود انکی امامت کا اعلان نہیں کرتا۔اس لئے جس کو خدا وحی کے ساتھ امام مقرر نہ کرے اس کا حق ہی نہیں بنتا کہ زبردستی لوگوں کو منوائے۔لیکن امام مہدی کے متعلق یہ مسلّم ہے کہ لوگ اسے نہیں چنیں گے اللہ اسے امام بنائے گا۔اگر یہ مسلّم بات ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ جو حاضر ہیں سارے اس بات کو مانتے ہیں۔کہ امام مہدی کو اللہ بنائے گا وہ خود بخود نہیں بنے گا۔تو جب اللہ بنائے گا تو کس طرح بنائے گا؟ اسے کہے گا نہ کہ تو امام ہے۔اس کے بغیر کس طرح بنا دے گا۔اور جس کو خدا امام

بنائے اس کا ماننا فرض کر دیتا ہے۔اور اس عقلی نتیجے کی تائید میں یہ حدیث ملتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام مہدی کی خبر پاؤ تو برف کے پہاڑوں پر سے بھی اگر گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے۔تو جاؤ فَبَایِعُوہُ۔اس کی بیعت کرو۔ایک حدیث میں آتا ہے یہ بھی عجیب احسان ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان احسان ہے اپنے غلام پر کہ فرماتے ہیں اس کو میرا اسلام کہو۔اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ جاؤ اور اس کی بیعت کرو۔تو نبوت اور کس کو کہتے ہیں۔اگر نبوت یہ چیز نہیں ہے کہ اگر خدا خود کسی کو امام مقرر کرے اور اس کی اطاعت فرض کر دے تو اسکے سوا تو پھر نبوت کیا چیز ہے؟ ہمیں تو اور کچھ معلوم نہیں ہے۔اور آپ کے نزدیک اگر یہ نبوت نہیں تو پھر ہم نبوت مانتے ہی نہیں۔ہم تو اس تشریح کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں کہ آپ وہ امام مہدی ہیں اور جو بھی امام مہدی کا منصب تھا ہمارے نزدیک وہی امتی نبوت کا منصب ہے اس سے زیادہ نہیں۔

قرآن میں امام مہدی:

آج ایک شیعہ خاتون تشریف لائیں۔انہوں نے کہا مجھے قرآن بتاؤ۔میں نے کہا میں قرآن سے آپ کو بتا دیتا ہوں کیونکہ میرا یہ عقیدہ ہے اور ہر مسلمان کا یہ ہونا چاہیئے۔کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہتے۔ایسا کامل طور پر خدا کا مطیع نبی ہے۔کہ ایک لفظ بھی اپنی طرف سے بیان نہیں کرتے۔جو بھی کہتے ہیں مبنی بر وحی کہتے ہیں۔جیسا کہ قرآن کریم نے اعلان فرمایا۔عجیب شان کا نبی ہے سنیے۔

وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوحٰی (النجم:5-4)

ایسا کامل طور پر خدا کا تابع فرمان ہے کہ ایک لفظ بھی اپنی طرف سے نہیں کہتا۔جو بات کرتا ہے مبنی بر وحی کرتا ہے۔تو لازماً اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو امام مہدی کہا ہے تو قرآن میں اس بات کی جڑھ ہونی چاہیئے۔اہل قرآن جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث میں تو تم امام مہدی دکھاتے ہو۔جب تک قرآن میں تم نہیں دکھاتے ہم نہیں مانیں گے۔ہم کہتے ہیں تمہاری نظر کوتاہ ہوگئی ہو تو اور بات ہے۔مگر حضور اکرم ؐ نے تواتر سے جس بات کو بیان فرمایا ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر نہ ہو۔چنانچہ دو جگہ قرآن مجید میں امام مہدی کی تعریف بیان فرما دی گئی ہے۔جب میں پڑھوں گا تب آپ کو سمجھ آئے گی کہ ذکر موجود تھا مگر پتہ نہیں چل رہا تھا۔

قرآن اور امام مہدی:

قرآن کریم انبیاء کا ذکر کرتا ہے۔پہلے انبیاء کا بیان کرتے کرتے کہ فلاں نبی تھا فلاں نبی تھا۔فلاں نبی تھا اور اس کے بعد خلاصہ یہ نکالتا ہے۔

وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً یَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا.(انبیاء:74)

کہ جتنے انبیاء تھے ان کو امام بنایا تھا۔یَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔اور وہ ہمارے امر کے بغیر ہدایت نہیں دیتے تھے یعنی مہدی تھے۔مہدی اس کو کہتے ہیں جو پہلے ہدایت پائے پھر آگے جاری کرے۔اپنی طرف سے بات نہ کرے۔تو مہدی لفظی ترجمہ ہے یَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔کا۔اور امام بھی ساتھ موجود ہے۔

امام اور نبی کا مقام:

یہ بحث بھی ساتھ ہی ان سے طے ہوگئی کہ وہ جو یہ کہتے تھے کہ صرف حضرت ابراہیمؑ امام تھے یا بعض امام ہیں۔یہ مسئلہ حل ہوگیا۔قرآن کریم تمام انبیاء کو امام قرار دیتا ہے۔اور دوسری آیت میں بھی جہاں ذکر فرمایا وہ انبیاء کا ذکر فرمایا۔سارا قرآن کریم تلاش کر لیجئے کسی غیر نبی کیلئے قرآن کریم نے ''امام'' اور ''ہماری ہدایت کے مطابق ہدایت جاری کرنے والا'' کا لفظ نہیں فرمایا۔اور یہ ہے اِمَاماً مَهْدِیّاً۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کی اصطلاح قرآن کریم سے اخذ فرمائی ہے۔اور اس کی تشریح میں باتیں بیان فرمائی ہیں۔

پس امام مہدی کا لفظ خود نبوت کو چاہتا ہے۔لیکن خاتم النبیین کے بعد جس کا آخری قول جاری ہو چکا ہے۔جس کی آخری شریعت آ چکی

ہو۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی ہدایت اس سے باہر مل سکے۔ اس لئے لازماً غلام آئے گا۔ آقا نہیں آ سکتا۔ اگر کوئی نبوت میں غلامی کا دعویٰ کرتا ہے تو قابلِ غور سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر ایک شعشہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے باہر جانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو لازماً جھوٹا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ پس جماعت احمدیہ کی جو تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دی۔ اس تعلیم میں ایک ذرہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات اور قرآن کریم کی تعلیمات سے باہر نہیں ہے۔ جو کلیۃً مہدی ہو۔ پھر غلام ہو وہ بے عزتی کا موجب کس طرح ہو گیا وہ تو فخر کا موجب ہوتا ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں۔ جب میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر کسی طرح بے عزتی ہونی تھی۔ تو وہ تو مسیح کے آنے سے ہونی چاہئے۔ یعنی امت محمدیہ کو ضرورت ہو ایک نبی کی۔ اگر نبی کی ضرورت نہیں تھی تو نبی کو سنبھال کر رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ علماء غور نہیں کرتے معمولی معمولی حکمت کی باتیں انسان میں تو تلاش کرتے ہیں مگر اللہ کو اس سے عاری سمجھتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

آپ کبھی وہ چیز سنبھال کر نہیں رکھتے مستقبل کے لئے جس کی مستقبل میں ضرورت نہ ہو۔ اور اگر آپ لاعلم ہوں تو ضرورت سے زیادہ احتیاطاً رکھ لیں گے۔ لیکن اگر صاحب علم ہیں تو کبھی ضرورت سے زیادہ نہیں رکھیں گے۔ تو مسیح نے اگر بطور نبی اللہ اترنا تھا۔ تو لازماً کسی نوع کی نبوت کی ضرورت تھی۔ جب ہم علماء سے پوچھتے ہیں تو کہتے ہیں حرج کوئی نہیں کیونکہ وہ آ کر امتی ہو جائے گا۔ نبی تو رہے گا۔ لیکن امتی ہو جائے گا اس لئے کوئی بے عزتی نہیں۔ ہم کہتے ہیں ایک بات تو پھر متفق علیہ ہو گئی نہ۔ کہ امتی نبی پر حرف کوئی نہیں آتا۔

مجلس عرفان 30 جولائی بروز ہفتہ

اب اگلا حصّہ یہ ہے کہ آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے مگر آپ مانتے نہیں ہیں۔ میں ابھی یہ ثابت کر دیتا ہوں۔ تمام دوسرے علماء کا آج بھی یہی عقیدہ ہے صرف کان کو ادھر سے پکڑنے کی بجائے چکر لگا کر پکڑتے ہیں۔ امام مہدی کی آمد کے آپ قائل ہیں کہ نہیں ہیں؟ (قائل ہیں) اس سے پہلے جتنے مجدد گزرے اُن میں کسی کو امام مہدی کا لقب ملا ہے؟۔ (نہیں ملا) امت محمدیہ میں صرف ایک ہی شخص کیلئے اماماً مھدیاً کا لفظ مخصوص ہے۔ فرق ہے کوئی؟ باقی مجددین سے؟ (جی فرق ہے) وہ کیا ہے؟۔ اس پر ذرا سا غور کریں تو ہمارا اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔ امام خدا بناتا ہے اور دنیا کے بنے ہوئے امام کے اوپر ہم تھوکتے بھی نہیں۔ اماماً مھدیاً وہ امام ہے جسکو اللہ بنائے گا۔ اور جس کو جب بنائے گا۔ تو اس کی اطاعت فرض قرار دے گا سب کے اوپر۔ کیونکہ خدا کا بنایا ہوا امام اگر آپ قبول نہ کریں تو آپ امت سے کاٹے جاتے ہیں۔ یہ ہے فرق امام مہدی کا۔ اگر یہ امام مہدی نہیں ہے۔ تو جب بھی امام مہدی آئے گا۔ آپ اس سے کیا مطالبہ کریں گے۔ وہ اگر کہہ دے کہ مجھے مولویوں نے الیکشن کر کے امام مہدی بنا دیا ہے تو کیا آپ مان جائیں گے؟ آپ کہیں گے تم ہوتے کون ہو امام مہدی بنانے والے۔ امام خدا بناتا ہے۔ اس لئے خدا نے کس طرح تمہیں بنایا۔ تمہیں وہم پیدا ہوا [illegible] کوئی دعویٰ کر ہی نہیں سکتا۔ ورنہ آپ صورت نکال کر دکھا دیجئے۔ کوئی اور صورت ممکن ہی نہیں ہے دعویٰ کی۔ اب خدا امام بنائے اور کہے کہ میں تمہیں امام بناتا ہوں تو کیا امت کو چھٹی دے دے گا چاہو مانو چاہو نہ مانو؟ نہیں نا دے گا؟ خدا کے مقرر کردہ امام کے بعد باقی تمام امام ختم۔ اور اس کے پیروی لازم۔ یہی بنتی ہے نا صورت۔ اور اسکا ثبوت حدیث نبوی سے ملتا ہے۔ بالکل اسی قسم کا۔ کسی ایک حدیث میں بھی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ جب مجدد ظاہر ہوں تو ان تک پہنچو اور میرا اسلام پہنچاؤ۔ کسی حدیث میں نہیں آتا۔ لیکن امام مہدی والی حدیث میں آتا ہے کہ جب تم سنو کہ امام مہدی آ گیا ہے تو برف کے پہاڑوں سے گھٹنوں کے بل بھی چل کے جانا پڑے تو جاؤ۔ اس کو میرا اسلام کہو۔ بایعُوہُ۔ یہ بھی الفاظ آتے ہیں اور اسکی بیعت کرو۔ ....

اب سوال یہ ہے کہ اماماً مھدیاً کی جو آپؐ نے شکل کھینچی ہے۔ جو میرے اور آپ کے درمیان مسلمہ ہے۔ ہم اسی کو نبی کہتے ہیں۔ میں یہ آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ جن معنوں میں ہم نبی مانتے ہیں وہ انہی معنوں میں ہے ان سے زیادہ ذرہ بھر بھی نہیں۔ کوئی نئی شریعت نہیں ہے کوئی نیا

حکم نہیں ہے۔کامل مطیع ہے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔اللہ نے اسکو خود مقرر فرمایا ہے غیروں نے نہیں کیا۔اور خدا کے نام پر چونکہ کھڑا کیا ہے اس لئے اس کی اطاعت فرض ہے۔ورنہ تم خدا سے کاٹے جاؤ گے۔یہ ہے ہماری نبوت کی تعریف جس رو سے ہم حضرت مرزا صاحب کو امتی نبی مانتے ہیں۔اور اس تعریف کی رُو سے آپ بھی مان رہے ہیں۔نبی کہیں یا نہ کہیں۔مگر اس تعریف میں تو کوئی کیڑا نہیں ڈال سکتے؟ یہ متفق علیہ ہے۔

اب دیکھنا صرف یہ رہ گیا ہے کہ قرآن کریم امام مہدی کو کیا کہتا ہے؟ نبی یا غیر نبی؟ پھر معاملہ ختم ہو جائے گا نہ۔اب قرآن کریم کی آیت سنئے۔تین جگہ قرآن کریم نے امام مہدی کا ذکر فرمایا۔اور علماء جو ہیں اہل قرآن وغیرہ کے۔وہ اہل حدیث پر اعتراض کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نعوذ باللہ) کس طرح بنالیں باتیں جو قرآن میں نہیں ہے؟ ہم نہیں مانیں گے۔یہ اعتراض کرتے ہیں نہ۔یہ اُن کی جہالت ہے ایک بھی قول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا نہیں ہے جو قرآن میں نہ ہو۔کوئی دنیا میں ایسا نہیں جو مجھے نکال کے دکھا دے۔سچا قول ہو جو میں قرآن سے نکال کر نہ دکھا سکوں۔ہر بات کی قرآن میں بنیاد موجود ہے۔کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَمَايَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوحٰى. (النجم:5)

کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کلام ہی نہیں کرتے۔کلیۃً سو فیصدی وحی پر مبنی کلام فرما رہے ہیں۔تو جس کے متعلق یہ ضمانت مل جائے کتاب الٰہی میں۔کہ اپنی طرف سے بات ہی نہیں کرتا۔ساری وحی سے کرتا ہے۔اس کے متعلق یہ کہنا کہ جی امام مہدی اپنی طرف سے بنا لیا ہے اتنا جھوٹا الزام ہے کہ اسکی حقیقت ہی کوئی نہیں۔

یہ عقل چاہئے تفہیم چاہئے کہ امام مہدی کہاں لکھا ہوا ہے؟ میں آپ کو دکھاتا ہے۔قرآن کریم میں مختلف جگہ انبیاء کا ذکر ملتا ہے۔کہ یہ نبی گزرے۔نوحؑ آئے پھر فلاں آئے،ابراہیمؑ آئے پھر فلاں آئے۔اور تین جگہ اس مضمون کی آیت ہے۔وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا. (انبیاء:74) ان سارے نبیوں کو ہم نے آئمہ بنایا تھا۔آئمہ کس کو کہتے ہیں؟ امام کی جمع۔يَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا. مہدی کا لفظی ترجمہ ہے۔کہ اپنی طرف سے ہدایت نہیں دیتے تھے۔ہم سے حکم پا کے ہدایت دیتے تھے۔اس کو آپ ''اسم'' میں کہیں گے تو لفظ ''مہدی'' استعمال کریں گے۔اور فقرے میں بولیں گے۔جب جملہ فعلیہ میں تو یہ اس کا فقرہ بنتا ہے۔اور جہاں بھی یہ آیت آئی ہے وہاں نبیوں کا ذکر ہے غیر نبیوں کا کہیں بھی ذکر نہیں۔سوچنے والی بات ہے کہ یہ اصطلاح قرآنی ہے۔قرآن کریم کی رُو سے انبیاء امام بھی ہوتے ہیں اور مہدی بھی ہوتے ہیں۔چنانچہ شیعہ حضرات کے سامنے میں یہ آیت پیش کیا کرتا ہوں۔کہ وہ جو کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کو امام بنایا تھا نبوت کے بعد۔اس لئے بنوت سے بڑا مقام ہے۔میں اُن سے کہتا ہوں تم یہ آیتیں کیوں بھول جاتے ہو۔چھوٹے غیر شرعی نبیوں کا ذکر بھی خدا نے فرمایا۔کہ جَعَلْنَا هُمْ اَئِمَّةً. ہم نے ان سب کو امام بنایا تھا۔ایک نبی بھی بغیر امام کے نہیں ہے۔يَهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا. وہ ہادی نہیں تھے بلکہ مہدی تھے۔کیونکہ ہماری ہدایت کے بغیر کلام نہیں کرتے تھے۔تو لفظ امام مہدی قرآنی اصطلاح ہے جو نبیوں کے سوا کسی پر نہیں بولی جاتی۔

اب اگلا حصہ سنئے۔کہ جس امام مہدی نے آنا ہے اسکے سپرد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بھی یہی لگایا ہے۔اوّل تو اگر خدا اس سے کلام نہیں کرے گا تو مہدی کہاں سے ہو جائے گا وہ؟ اگر خدا ہدایت نہیں دے گا تو پھر وہ حَكَم عَدَل کیوں بنے گا۔امت کے درمیان حَکَم بننا اور عدالت کی کرسی پر بیٹھنا سوائے انبیاء کے کسی کا کام نہیں ہے۔کیونکہ اپنی طرف سے جو مولوی فتویٰ دیتا ہے وہ ہم پر واجب نہیں ہے۔جب تک یہ نہ کہے کہ میرے خدا نے راہنمائی فرمائی ہے کہ یہ فیصلہ درست ہے اور یہ غلط ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرماتے ہیں کہ وہ حَکَم عَدَل ہوگا۔اور پھر بھی لوگ نہیں سمجھتے کہ کیا فرما رہے ہیں۔تو ہمارے نزدیک جو نبوت کی تعریف ہے وہ یہ ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ EndofClass 11 & 12 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 13

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَااَحَدٍمِّنْ رِّجَالِکُم و لکن رَّسُوْلَ اللہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب:40)

ا۔غیراحمدیوں کے ترجمہ پر محاکمہ:

خاتم النبیین میں استعمال ہونے والا لفظ ''خَــاتَــم'' عربی کا ہے۔جسے مختلف موقعوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی استعمال فرمایا اوراہل عرب بھی استعمال کرتے آئے ہیں۔مثلاً

1-حضرت علیؓ کومخاطب کر کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتَ یَاعَلِیُّ خَاتَمُ الْاَوْلِیَاءِ (تفسیر صافی وتفسیر عمدۃ البیان۔سورہ احزاب زیرآیت ہذا)

(حوالہ صفحہ:122)

ترجمہ: میں نبیوں کا خاتم ہوں اورتُو اے علی ولیوں کا خاتم ہے۔

2-اپنے چچاحضرت عباسؓ کوفرمایا:

اَنْتَ خَاتَمُ الْمُھَاجِرِیْنَ فِی الْھِجْرَۃِ کَمَااَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ فِی النُّبُوَّۃ

(کنزا لعمال۔کتاب ا لفضائل باب ذکرعباس)(حوالہ صفحہ:123)

ترجمہ: توہجرت میں اسی طرح خاتم المہا جرین ہے جس طرح میں نبوت میں خاتم النبیین ہوں۔

3-عرب مشہورشاعرمتنبّی کوخاتم الشعراء کہتے ہیں۔(شرح دیوان المتنبی جلداول ص۱۳)(حوالہ صفحہ:124)

4-بوعلی سینا کوخاتم الاطباء کہا گیا

5۔اسی طرح شاہ عبدالعزیز کوخاتم المحد ثین والمفسر ین کہا گیا ہے (ہدیۃ الشیعہ ص۴)۔اس قسم کے۵۲ استعمالات خاتم کے ملتے ہیں۔کیا ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔اسی طرح

(i) حضرت علیؓ کے بعد کسی قسم کا کوئی ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔

(ii) حضرت عباس کے بعد کسی قسم کا کوئی مہاجر نہیں بن سکتا

(iii) متنبّی کے بعد کوئی شاعر نہیں ہوسکتا.....وغیرہ وغیرہ

2۔غیراحمدیوں کے ترجمہ پر محاکمہ:

اگر بالفرض غیراحمدیوں والا ترجمہ تسلیم کرلیں تب بھی آنحضور صلعم پر وہ ترجمہ صادق نہیں آتا کیونکہ اگر یہ تسلیم کریں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم زمانی لحاظ سے سب سے آخری نبی ہیں اورآپ نے نبیوں کوختم کر دیا۔اب کوئی نبی نہیں آسکتا تو سوال پیدا ہوگا کہ

کتنے نبی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے خود بخود ختم ہو چکے تھے۔اور کتنے باقی تھے جن کو آپ نے ختم کیا؟ایک لاکھ 24 ہزار انبیاء میں سے باقی تو تمام پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔(بقول ان کے) صرف ایک زندہ تھا۔کیا اسے آپ ختم کر سکے؟

3۔ختم کرنے کی دوصورتیں:

ختم کرنے کی اچھی صورت: بیماری ختم کردی۔بے روزگاری ختم کردی۔چوری ڈکیتی ختم کردی۔

ختم کرنے کی بُری صورت: امن وامان ختم کردیا۔نہر بند کردی۔نبض چلنا بند ہوگئی۔سانس بند ہوگیا۔سکول بند ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ کیا نبوت رحمت ہے یا زحمت؟ جسے ختم کردیا گیا؟ قرآن کریم تو نبوت کو اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام بتارہا ہے۔

(النساء:70)

کلاس نمبر 14

خاتم کے حقیقی معنی:

الف: خَاتَم بمعنی افضل

خاتم کے معنی سب سے افضل۔سب سے اعلیٰ۔کسی بھی فن میں کمال حاصل کرنے والے کے ہیں۔

ب: خَاتَم بمعنی انگوٹھی

انگوٹھی زینت کے لئے استعمال ہوتی ہے۔مراد یہ ہے کہ آنحضورؐ نبیوں کی محفل کی زینت ہیں۔حضرت علیؓ ولیوں کی محفل کی زینت ہیں وعلی ہذاالقیاس

ج: خاتم بمعنی مہر

پرانے زمانے میں انگوٹھی مہر کے کام بھی آتی تھی۔مراد یہ ہے کہ آنحضورؐ انبیاء کی صداقت کی مہر ہیں۔جس نبی پر آپکی مہر تصدیق لگ گئی وہ سچا قرار پائے گا۔وعلی ھذاالقیاس

د: خاتم بمعنی آخری وجود

ان معنوں میں ''صاحب خاتم'' آخری ہوتا ہے کہ اسکا فیصلہ،اس کی بات آخری مانی جاتی ہے۔یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت آخری اور دائمی ہے۔اب قیامت تک آپ کا حکم چلے گا۔ان معنوں میں آخری کا لفظ ہر زبان میں استعمال ہوتا ہے۔اردو میں کہتے ہیں''اس کی بات آخری ہے''۔پنجابی میں کہتے ہیں:''اودے تے گل مُک گئی۔''انگریزی میں کہتے ہیں۔He is the last thing۔علامہ اقبال عظیم شاعر داغ کے بارے میں کہتے ہیں:

؎ آخری شاعر جہاں آباد خاموش ہے (بانگ درا)(حوالہ صفحہ: 125)

بعثت اور زمانی لحاظ سے آخری ہونا:

بعثت اور زمانی لحاظ سے آخری ہونے میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔

1- بانی دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں:۔

''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ ....اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔''

(تحذیرالناس)(حوالہ صفحہ:126)

2- چوتھی ہجری کے نامور صوفی حکیم محمد بن علی بن حسین الترمذیؒ

''خاتم النبیین کی یہ تاویل کہ آپ معبوث ہونے کے اعتبار سے آخری نبی ہیں بھلا اس میں آپ کی کیا فضیلت اور شان ہے؟۔ اس میں کون سی علمی بات ہے؟ یہ تو محض احمقوں اور جاہلوں کی تاویل ہے۔''

(کتاب ختم الاولیاء الفصل الثامن۔ خاتم الاولیاء و خاتم الانبیاء) (حوالہ صفحہ: 127)

Transcription
class:13 & 14.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ختم نبوت

(کراچی اور لاہور کی مجالس سوال وجواب میں ہونے والے سوالات کے جوابات)

سائل: جماعت احمدیہ کو کیوں Non-muslim declare کیا گیا؟

حضور انورؒ: جہاں تک Declare کرنے والوں کا تعلق ہے یہ سوال تو ان سے پوچھا جانا چاہئے۔ کہ انہوں نے کیوں declare کیا۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے۔ ہمارے نزدیک تو کوئی بھی وجہ نہیں کہ ہمیں Non-muslim declare کیا جائے۔

جو Reason بتائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آیت خاتم النبیین کا ہم جو مفہوم لیتے ہیں وہ سوادِ اعظم کے مفہوم سے اتنا ہٹا ہوا ہے۔ یعنی موجودہ مسلمانوں کی بھاری اکثریت سے کہ گویا ایک نیا دین بنا لیا گیا ہے۔ اور وہ فرق کیا ہے۔ میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔

خاتم النبیین کی تعریف ان کے نزدیک۔ ہمارے مخالف تمام فرقوں کے علماء کی متفقہ تعریف ہے۔ وہ پاکستان کے constitution کا حصہ بن چکی ہے۔ اُس تعریف کی رُو سے خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ ایسا رسول آ گیا۔ جو زمانی لحاظ سے آخری ہے۔ اس کے بعد ہر قسم کی نبوت ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی ہے۔ اور آئندہ دنیا کبھی کسی نبی کا منہ نہیں دیکھے گی۔ خواہ وہ امتی ہو یا غیر امتی، ماتحت ہو یا غیر ماتحت اس کی کوئی شرط نہیں ہے۔ پرانا ہو یا نیا۔ ہر قسم کی نبوت ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی ہے۔ یہ ترجمہ ہے آج کل کے علماء کا۔ اور ہمارا یہ ترجمہ نہیں ہے۔ پہلے اس سے کہ میں اپنا ترجمہ بتاؤں اور اس کی sport میں evidence پیش کروں۔ ان کے ترجمے کے اوپر میں کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اور حوالے وہ دوں گا جو ہر فریق کو لازماً مسلّم ہیں۔ اتنے قطعی اور یقینی کہ آج دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا عالم ان حوالوں پہ اعتراض نہیں کر سکتا۔

آنحضورؐ اور لفظ خاتم النبیین:

سب سے پہلی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوگئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت خاتم النبیین نازل ہوئی۔ آپ سے بہتر آیت خاتم النبیین کا مفہوم اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ پھر وہ عرب مسلمان جو آپ کی صدی میں پیدا ہوئے۔ پھر وہ جو اسکے بعد روشنی کے زمانے میں آئے۔ پھر جو تیسری صدی میں پیدا ہوئے۔ ان کی بات کو لازماً وقعت دی جائے گی بنسبت آجکل کے علماء کے۔ اگر یہ مسلمہ ہے اور میرے نزدیک مسلمہ ہے۔ کوئی دنیا کا مسلمان آج یہ نہیں کہہ سکتا کہ انکی باتوں کے مقابل پر آج کے کسی عالم کی بات قابل پذیرائی ہے، شنوائی کے لائق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ خود ''خاتم'' کے لفظ کو اس طرح استعمال فرمایا کہ اس کا وہ ترجمہ بن ہی نہیں سکتا جو آج ہم پر ٹھونسا جا رہا ہے۔ Totally دفاع کرتا ہے وہ مضمون۔ مثلاً رسول الکریم ﷺ نے فرمایا

''میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب کہ آدم اپنی تخلیق کے ابتدائی مراحل میں، اپنی تخلیق کی مٹی میں لت پت تھا'' (مسند احمد بن حنبل حدیث عرباض بن ساریہ حدیث نمبر 16712)

اب سوال یہ ہے کہ اگر خاتم کے لفظ میں آخریت پائی جاتی ہے کہ اسکے بعد کوئی نبی کسی قسم کا آ نہیں سکتا۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تو آغاز انسانیت سے پہلے بلکہ آغاز زندگی سے بھی پہلے۔ خود فرما رہے ہیں کہ میں خاتم النبیین تھا۔ اس کے بعد پھر کسی نبی کو نہیں آنا چاہئے تھا۔ یہ موقعہ ہے حضور اکرمؐ کے خاتم کے استعمال کا۔

دوسرا موقعہ ہے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتَ یَاعَلِیُّ خَاتَمُ الْاَوْلِیَاءِ. (تفسیر صافی۔زیرآیت خاتم النبیین)

ایک ہی بریکٹ میں دونوں لفظ مضاف کیئے ہیں۔ نبی کی طرف اور ولی کی طرف۔اے علی میں خاتم الانبیاء ہوں۔اور تو خاتم الاولیاء ہے۔اب ہم علماء سے یہ گزارش کرتے ہیں اور کرتے چلے آئے ہیں۔کہ آپ جو چاہیں خاتم کا ترجمہ کرکے ان دونوں پر Fit کرکے دکھا دیجئے۔ حضور اکرمؐ کا کلام ہے۔اور ایک ہی بریکٹ میں دونوں لفظوں کو بیان فرمایا ہے۔لفظ خاتم میں کوئی تبدیلی نہیں۔صرف نبیوں کا خاتم اور ولیوں کا خاتم۔اس لئے خاتم کا ترجمہ تبدیل نہیں ہوگا صرف نبی اور ولی کا مفہوم بدلے گا۔اگر یہ ترجمہ درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ میرے بعد آئندہ قیامت تک کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔اور نبوت کی صف لپیٹی گئی۔کبھی دنیا کسی اور نبی کا منہ نہیں دیکھے گی۔تو حضور اکرمؐ کے دوسرے قول کا یہ معنی بنے گا کہ اسی طرح اے علی تجھ پر ولایت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔تیرے بعد قیامت تک دنیا کسی ولی کا منہ نہیں دیکھے گی۔۔اور تو آخری ولی ہے زمانے کے اعتبار سے جو آ گیا۔یہ ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو استعمالات۔

دنیائے عرب میں خاتم کا استعمال:

اب سنیے دنیائے عرب کے استعمالات۔پہلی صدی کے۔دوسری صدی کے تیسری صدی کے۔عربوں نے ہر نیکی ہر فضیلت کے لئے لفظ خاتم استعمال کیا۔اور ایک جگہ بھی وہ معنی نہیں بیٹھتا جو آج ہمیں بتایا جارہا ہے کہ یہ درست معنی ہے۔مثلاً متنبّی کو خاتم الشعراء کہا گیا۔(شرح دیوان المتنبی جلد اول ص۱۳) مثلاً بوعلی سینا کو خاتم الاطباء کہا گیا۔اس طرح خاتم الفضلاء بھی آ گئے۔خاتم الحکماء بھی آ گئے۔حکیم اجمل خان صاحب کو بھی خاتم الاطباء قرار دیا گیا اور آج تک انکے بیاض پر خاتم الاطباء لکھا ہوا موجود ہے۔تو سوال یہ ہے کہ اگر یہ لفظ خاتم میں آخریت کا معنیٰ پایا جاتا ہے زمانی لحاظ سے تو ان سب استعمالات کا مطلب یہ ہوگا۔کہ امت محمدیہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر نبوت ان معنوں میں ختم ہوگئی کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔حضرت علی پر ولایت ختم ہوگئی اب امت میں کوئی ولی نہیں آئے گا۔متنبّی پر شاعری ختم ہوگئی۔بوعلی سینا پر طبابت ختم ہوگئی۔52 استعمالات ہیں جو ہم نے حوالے کے ساتھ درج کئے ہیں۔اور ان تمام استعمالات میں ایک جگہ بھی۔کوئی عالم بھی زمانی لحاظ سے آخری کا ترجمہ کر نہیں سکتا۔کیونکہ اگر کرے گا تو اس کے بعد ہمیشہ کے لئے وہ چیز ختم ہو جاتی ہے۔یہ تو ہے اس ترجمے پر میری تنقید۔اب سنیے ہم کیا ترجمہ کرتے ہیں اور اس کی کیا سند ہے۔

<u>پہلا معنی</u>: خاتم کا معنی ہمیشہ بہترین ہوتا ہے، زمانی لحاظ سے نہیں بلکہ مقام کے لحاظ سے آخری کا ہوتا ہے۔وہ جس کے اوپر اس چیز کا مقام ختم ہو جائے، اس چیز کا مضمون ختم ہو جائے۔اور یہ محاورہ عربی کا بعینہ اسی طرح ہے جس طرح اردو میں ہم کہتے ہیں اس پر بات ختم ہوگئی۔ اس پر شاعری ختم ہوگئی۔پنجابی میں کہتے ہیں۔''اودے تے گل مُک گئی'' انگریزی میں کہتے ہیں۔He is the last of thing۔یہ محاورہ ہے زبانوں کا جو دنیا کی ہر زبان میں پایا جاتا ہے۔

مضمون کے لحاظ سے آخری بتاتا ہے نہ کہ زمانے کے لحاظ سے آخری۔ان معنوں میں ہمارا ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے افضل ہیں ان پر نبوت کا مضمون ختم ہو گیا۔نبوت جو کچھ انسان کو عطا کر سکتی تھی اس سے زیادہ عطا نہیں کر سکتی جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔اور یہ زمانے سے پاک ہے مضمون۔اس میں زمانہ پایا ہی نہیں جاتا۔اس وقت جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اور آغاز انسانیت بھی نہیں ہوا تھا۔اس وقت بھی اس پر کوئی اعتراض عائد نہیں ہوتا۔اس لئے یہ Timeless تعریف ہے خاتم النبیین کی۔اور ولایت کے اوپر بھی بعینہ یہی درست بیٹھتی ہے۔شاعری پر بھی درست بیٹھتی ہے۔

<u>دوسرا معنی</u>: خاتم کا جو ہم لیتے ہیں۔وہ ہے''سند''جس کے لئے قرآن مجید میں Seal of Prophets کا ترجمہ کیا گیا۔اور وہ

مضمون انگوٹھی سے لیا گیا ہے کیونکہ خاتم کا لفظی ترجمہ ہے ''انگوٹھی'' ۔انگوٹھی کو پرانے زمانوں میں مہر کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ Seal کے طور پر۔تو دوسرا معنی خاتم کا یہ بنتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سند ہے نبوت میں۔آپ کا فعل سند ہے نبوت میں۔کسی اور نبی کے اوپر حضورؐ کی نبوت نہیں پرکھی جاسکتی۔مگر حضور پر ہر نبی کی صداقت پرکھی جاتی ہے۔یہ مضمون شاعری میں بھی برابر بیٹھتا ہے۔طبابت میں بھی صحیح بیٹھتا ہے ہر جگہ صحیح بیٹھتا ہے۔اب آپ جب کسی شاعر کو سند کہتے ہیں تو مراد یہ ہے کہ اس کے کلام پر دوسرے کا کلام پرکھا جائے گا۔اس کو فضیلت ملے گی۔ان معنوں میں آپ جہاں تک محاورہ عرب پر غور کریں ہر جگہ یہ معنی ٹھیک بیٹھے گا۔ایک بھی استثناء کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

تیسرا معنی: ہم یہ لیتے ہیں کہ انگوٹھی زینت کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے۔ہر دنیا میں ہر قوم میں زینت کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ اور عرب خاتم کے لفظ کو بطور زینت کے لئے بھی استعمال کرتے تھے۔ان معنوں سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کا یہ معنی بنے گا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو زمرہ انبیاء کی رونق آ گئی۔انبیاء کی زینت آ گئی۔جس سے محفل سج گئی۔اگر آپ نہ آئے ہوتے تو یہ محفل بے رونق رہتی ہے۔اسی طرح ولایت کے مضمون میں یہ معنی بنے گا کہ اے علی تو آیا ہے تو ولیوں کی محفل میں رونق آئی ہے۔تو نہ ہوتا تو یہ محفل خالی رہتی۔یعنی شان نہ پیدا ہوتی اس مجلس میں۔شاعروں کے اوپر بھی آپ لگا کر دیکھ لیجئے اطباء کے اوپر بھی لگا کر دیکھ لیجئے۔بات تو وہ درست ہوتی ہے جو ہر جگہ صحیح بیٹھے۔اب گز ریشم کو بھی ویسے ہی ناپتا ہے جیسے لٹھے کو ناپتا ہے۔وہ گز تو قابل اعتبار نہیں ہوگا جو ریشم کی دفعہ لمبا ہو جائے اور لٹھے کی دفعہ چھوٹا ہو جائے۔

چوتھا معنی: ایک اور معنی ہے خاتمیت کا جس میں زمانی لحاظ سے آخریت پائی جاتی ہے۔لیکن وہ کیوں؟ یہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔اور ان معنوں میں بھی ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں۔وہ شخص جس کا کلام درجہ کمال کو پہنچ جائے۔وہی اپنے مضمون کا خاتم ہوتا ہے۔اس کے سوا کوئی اور ادنیٰ کلام والا اپنے مضمون کا خاتم نہیں بن سکتا۔اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت درجہ کمال کو نہ پہنچی ہوتی۔تو آنحضورؐ کو خاتم کہنا درست نہ تھا۔اس لئے خاتم میں آپ کی شریعت کا کمال شامل ہے۔اور اس کی سند کے طور پر ہم قرآن کریم کی وہ آیت پیش کرتے ہیں۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔ (مائدہ:4) کہ آج ہم نے دین کو کامل کر دیا۔اور کمال کے اوپر اضافہ نہیں ہوسکتا۔نہ اس میں نفی ہوسکتی ہے۔کیونکہ نفی ہوگی تب نقص پیدا ہوگا اضافہ ہوگا تب نقص پیدا ہوگا۔تو لازم ہے کہ جو بھی صاحبِ خاتم ہوا اس کا دین یا اس کا کلام جن معنوں میں بھی وہ ہے وہ قیامت تک کے لئے جاری رہے۔اور کسی ترمیم کی اس میں گنجائش نہ ہو۔پس ان معنوں میں بھی ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم مانتے ہیں کہ آپ کے بعد قیامت تک اب کوئی شریعت نہیں آسکتی۔کسی اور رسول کا حکم آپکے حکم کے سوا نہیں چل سکتا۔کامل ہو گیا دین۔اور اس دین کی حفاظت کا وعدہ ہو گیا اس لئے اب قیامت تک یہ سکّہ جاری رہے گا۔

گزشتہ بزرگانِ اُمّت کی تشریح:

یہ چار معانی ہیں خاتم کے۔جو ہمارے نزدیک درست اور محاورہ عرب سے ثابت ہیں۔اور معقولیت رکھتے ہیں۔آخریت کے معنی محض زمانی اعتبار سے یہ اس لئے بھی غلط ہیں کہ گزشتہ چوٹی کے علماء ہر فرقے کے جس میں شیعہ آئمہ بھی شامل ہیں سنی بزرگ بھی۔اس درجہ کے مثلاً شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔حضرت ابن عربیؒ۔حضرت شیخ عبدالقادرؒ،حضرت ملاّ علی قاریؒ اس مقام کے لوگ۔اسی آیت کا بعینہٖ یہی ترجمہ کر چکے ہیں جو ہم کرتے ہیں اور واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔کہ خاتم النبیین کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر قسم کی نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہوگی۔بعض کہتے ہیں اہل علم کے نزدیک یہ نہیں ہے۔ہاں عوام الناس یہ سمجھتے ہیں۔پھر فرماتے ہیں کہ کیا ہے پھر مطلب۔کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت آخری ہوگئی۔شریعت منقطع ہوگئی۔اب کبھی کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا۔ہاں اگر امتی ہو تو آسکتا ہے۔اتنی کھلی

بات۔ 100% قطعی حوالوں سے اگر ہم گذشتہ بزرگوں کے متعلق ثابت کردیں تو اب انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ اسی تلوار سے ان کو بھی کاٹو یا ہماری گردن بھی آزاد کرو۔ اس پر وہ تو مسلمان کے مسلمان رہے اور آج وہی بات کہنے پر ہم کافر ہو گئے۔ اور جو ان کے مخالف باتیں کر رہے ہیں وہ مومن کے مومن ٹھہرے اس لئے کوئی انصاف کے تقاضے پورے ہونے چاہئیں۔ اگر تحقیق چاہتے ہیں تو ان حوالوں کو دیکھیں اور سوچیں کہ ان کا کیا مطلب بنتا ہے۔

آج کی دنیا اور لفظ خاتم:

آج کی دنیا میں بھی لفظ خاتم کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے میں آپ کو ایک آسان طریقہ بتاتا ہوں۔ میں نے خود استعمال کر کے دیکھا ہے۔ آپ بھی کسی عالم دین کو یا کسی عرب کو بتائے بغیر اس کو ایک سوال کریں گے تو آپ اپنا مطلب پا جائیں گے۔ میں نے یہ طریق اختیار کیا۔ University of London کے ہمارے ایک Professor تھے ان کے سامنے عملاً آخری کے معنوں کا جو ترجمہ تھا اس میں لفظ خاتم استعمال کیا۔ اور انہوں نے کاٹ دیا۔ کہ غلط ہے۔ مثلاً بہادر شاہ ظفر مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ زمانے کے لحاظ سے لیکن بہترین نہیں تھا۔ آپ یہ ترجمہ کر لیجئے۔ اردو میں یا انگریزی میں کہ مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر تھا۔ کسی عرب سے ترجمہ کروا لیجئے وہ کبھی کسی قیمت پے خَاتَمُ السَّلَاطِیْنِ من سَلَاطِیْنِ المُغْلِیۃِ نہیں کہے گا۔ کیوں نہیں کریگا؟ وہاں دل گواہی دیتا ہے اور عرب کا محاورہ یاد آجاتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ خاتم بہترین کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اگر یہ بہترین معنی نہیں ہیں تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین ہونے کی آیت پھر اور کونسی رہ جاتی ہے۔ سارے قرآن میں یہی آیت ہے جو 100% قطعیت کے ساتھ۔ وضاحت کے ساتھ آپ کو اگلوں اور پہلوں کا سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل قرار دیتی ہے۔ اس آیت کے ایسے معنی کر لینا جو محض اتفاقی حادثے سے تعلق رکھنے والے ہوں۔ یعنی آخریتِ زمانہ۔ اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ۔ بانی دیوبند۔ اسی بارے میں قلم اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خاتم النبیین کا محض آخری ترجمہ کرنا زمانے کے اعتبار سے کوئی بھی فضیلت اپنے اندر نہیں رکھتا کیونکہ یہ مقام مدح ہے اور مقام مدح کے خلاف ہے یہ ترجمہ۔ خاتم کے معنی ہے بہترین سب سے اعلیٰ۔ سب سے افضل۔ یہ کل تک کی آوازیں تھیں۔ یعنی دیوبند جو بنایا گیا ہے اس کے بانی کا یہ قول پیش کر رہا ہوں۔ اور یہ سارے حوالے ہم آپ کے سامنے رکھتے ہیں بے شک تحقیق کر لیجئے اس لئے جماعت احمدیہ کے نزدیک خاتمیت کا یہ معنی تین معنوں میں ہوگا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آخری ہے۔ آپ کی سنت آخری ہے۔ آپکا قول قیامت تک سند بنا رہے گا۔ کوئی اس سے انحراف نہیں کر سکتا۔

نبوت کا انعام بھی جاری ہے:

امت محمدیہ میں اطاعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجہ میں درجہ بدرجہ تمام انعامات کھلے ہیں۔ اس شرط کے ساتھ کہ مطیع ہو۔ اگر کم مطیع ہوگا تو کم انعام ملے گا اگر زیادہ مطیع ہوگا تو زیادہ انعام ملے گا۔ اور انتہائی اطاعت کے نتیجے میں نبوت بھی منع نہیں ہے۔ یہ ہے ہمارا دعویٰ۔ اس کے ثبوت میں ہم ایک اور آیت پیش کرتے ہیں۔ جو قرآن کریم میں ہے۔ اور مضمون کو بالکل کھول دیتی ہے۔ سورہ نساء کی وہ آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ یُّطِعِ اللہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللہُ عَلَیْھِمْ من النَّبِیّٖنَ والصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ. وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقاً. (نساء:70)

ایک حیرت انگیز انقلابی اعلان ہے۔ فرماتا ہے آج کے بعد جو بھی اللہ کی اور اس رسول یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا۔ باقی سارے رسول اطاعت کے معاملے میں کٹ گئے۔ ہمیشہ کیلئے ان سے آزادی دلوادی اس آیت نے۔ اب کے بعد قانون یہ ہے

کہ جوبھی اللہ کی اوراس رسول یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا۔فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللہُ عَلَیْھِمْ حصر کا صیغہ ہے اُولٰٓـئِکَ اب صرف یہی لوگ ہیں جوانعام پانے کے مستحق ہیں۔اورکسی کی اطاعت کے نتیجے میں انعام نہیں مل سکتا۔حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت باقی اطاعتوں سے آزادبھی کرتی ہے اور ہرانعام کی ضمانت دیتی ہے۔لیکن انعام کیا ہے یہ آیت ابھی ختم نہیں ہوئی۔چل رہی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ من النَّبِیّٖنَ والصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ. وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقاً. چار ہی انعام ہیں روحانی دنیا کے۔نبوت،صدیقیت،شہادت،صالحیت۔اوراس اطاعت کی کھڑکی سے جوداخل ہورہا ہےاس کے لئے یہ آیت سب سے بڑاانعام نبوت کا ظاہرکررہی ہے اب بتائے کہ اگرنعوذ باللہ من ذالک اس کا وہ مفہوم درست تھا تو اللہ تعالیٰ بھول تونہیں سکتا۔کہ ابھی میں تین انعام سوچ چکا ہوں اور چوتھا بند کر بیٹھا ہوں۔اور پھر یہ اعلان کردے۔تو حضوراکرمؐ کی اطاعت اتنی عظیم الشان ہے۔کہ چاروں انعاموں میں سے ایک بھی بندنہیں کرتی۔اس لئے ہمارے نزدیک قطعیت کے ساتھ قرآن مجید سے ثابت ہے۔کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا مقام اتنا بلند ہے کہ غلام نبی،یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام نبی آسکتا ہے شرط یہ ہے کہ اطاعت کامل ہو۔اورمنع نہیں ہے۔اگرکوئی انعام منع ہوجاتا تو یہ آیت نہ ہوتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ EndofClass13&14 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 15

ختم نبوت اور قرآن کریم:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا. (النساء:70)

ترجمہ: اور جو بھی اللہ کی اور اس رسول کی اطاعت کرے گا تو یہی وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں اور صالحین میں سے اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔
(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

1- اس آیت میں اللہ اور آنحضورؐ کی اطاعت کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

2- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے نتیجہ میں انعام ملنا چاہئے یا سزا ملنی چاہئے؟ (فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ)

3- افضل الرسل کی اطاعت کے نتیجہ میں گذشتہ انبیاء کی اطاعت کرنے والوں سے گھٹیا انعام ملنا چاہئے یا بہتر انعام ملنا چاہئے؟

4- گذشتہ امتوں کو نبوت کا انعام بھی ملا تو خیر امت اس سے کیوں محروم ہے۔ جبکہ روزانہ تمام امت کئی بار صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی دعا بھی کرتی ہے۔

5- کونسے انعام ملیں گے؟ فرمایا مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ

6- اگر نبوت کا انعام بند تھا تو یہاں النبیین کا انعام کیوں رکھا گیا ہے؟

کلاس نمبر 16

غیر احمدی: یہاں "مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ" کے الفاظ ہیں۔ یعنی وہ انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ خود نبی نہ بنیں گے۔

جواب:

1- اگر "مع" کا ترجمہ محض "ساتھ" کرنا ہے تو پھر آیت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اطاعت کرنے والے لوگ نبیوں کے ساتھ ہوں گے خود نبی نہ بن سکیں گے۔ صدیقوں کے ساتھ ہوں گے خود صدیق نہ بن سکیں گے۔ شہیدوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود شہید نہ بن سکیں گے۔ صلحاء کے ساتھ ہوں گے مگر خود صالح نہ بن سکیں گے؟

2- محض ساتھ ہونا تو کوئی انعام نہیں۔ مثلاً عدالتوں میں جج کے ساتھ مجرم کھڑے ہوتے ہیں۔ دفتروں میں افسروں کے ساتھ کلرک ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ایسی معیت کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں اگر جج کے ساتھ جج اور افسر کے ساتھ افسر کھڑا ہوتا تو یہ معیت اعزاز اور انعام کی معیت ہوگی۔

3- "مع" کا لفظ "مِنْ" کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس آیت میں "مِنَ النَّبِيّٖنَ" کہہ کر اسکی تشریح فرمادی۔ ہمیں دعا سکھائی گئی کہ: وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے۔ یعنی ہمیں نیک بنا کر وفات دینا (آلِ عمران:194)

- کیا اسکا یہ مطلب ہے کہ جس دن کوئی نیک فوت ہو ہمیں بھی وفات دے دینا اس طرح تو نعوذ باللہ اُحد کے میدان میں مرنے والے مشرکین بھی جنتی ہونگے اور کربلا میں مرنے والے یزیدی بھی۔ وغیرہ وغیرہ (اس طرح دیکھیے سورہ نساء آیت 147)

4۔مشہور مفسر قرآن اور بزرگ عالم حضرت امام راغبؒ فرماتے ہیں:۔

قَالَ الراغِبُ مِمَّنْ اَنْعَمَ عَلَيْهِمْ مِنَ الفِرَقِ الْاَرْبَعِ فِی الْمَنْزِلَةِ و الثَّوَابِ اَلنَّبِیَّ بِالنّبیّ وَالصِّدّیْقَ بالصِّدّیْقِ وَالشَّهِیْدَ بالشَّهِیْدِ وَالصَّالِحَ بالصَّالِحِ..........

(تفسیر بحرالمحیط ۔سورہ احزاب زیر آیت خاتم النبیین)(حوالہ صفحہ:129)

ترجمہ: امام راغب فرماتے ہیں کہ جن پر انعام کیا گیا وہ چار گروہ ہیں ۔اس امت سے اطاعت کرنے والے پہلی امتوں کے انعام یافتہ چاروں گروہوں کے ساتھ درجہ اور ثواب کے لحاظ سے ملائے جائیں گے۔یعنی نبی کو نبی کے ساتھ۔صدیق کو صدیق کے ساتھ اور شہید کو شہید کے ساتھ اور صالح کو صالح کے ساتھ اور امام راغب نے جائز قرار دیا ہے کہ اس امت کے نبی بھی نبیوں میں شامل ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ختم نبوت

مجلس سوال وجواب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

سائل! نبوت ختم ہو چکی ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔انکے بعد نبی کی ضرورت نہیں۔کیونکہ دین مکمل ہو چکا ہے۔

حضور انورؒ! پہلے تو جماعت احمدیہ کا عقیدہ سمجھیں اچھی طرح۔اُس میں کوئی ابہام نہ رہے۔پھر باقی بات طے ہو جائے گی۔جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری صاحب شریعت،اور آخری صاحب حکم نبی ہیں۔یہ ہمارے عقیدے کے دو پہلو ہیں۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت بھی آخری ہے۔اور کامل ہے۔اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اکمل نبی ہیں۔اور مقام کے لحاظ سے آپ کے اوپر کوئی نہیں۔اور آپ کی اطاعت کے سوا کوئی بھی مقام یا عہدہ کسی کو نہیں مل سکتا۔اور اطاعت سے باہر ایک بھی مقام نہیں۔صالح بھی نہیں بن سکتا۔اور اطاعت کے اندر سارے مقامات ہیں۔نبی بھی بن سکتا ہے۔یہ ہے ہمارا عقیدہ۔سمجھ گئے ہیں نا آپ؟ یہ جو میں نے عقیدہ بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری صاحب شریعت نبی ہیں۔اس پر تو ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے؟ آخری کتاب پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔کامل نبی،سب سے افضل نبی اس پر بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔اب صرف آخری ٹکڑا باقی رہ گیا ہے۔کہ میں نے جو یہ عقیدہ پیش کیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے باہر کوئی بھی مقام نہیں۔اور اطاعت کے اندر سارے انعام ہیں۔صرف یہی اختلاف ہوگا نہ اب۔ٹھیک ہے نا۔اس کو اگر میں قرآن سے ثابت کردوں تو مسئلہ حل ہو جائے گا؟

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (نساء: 70)

کہ آج کے بعد جو بھی اللہ اور اس رسول ''الرسول'' یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا۔

اب ایمان لانا تو سب نبیوں پر شرط ہے نا۔لیکن یہاں ایمان کا ذکر نہیں فرمایا۔اطاعت کا ذکر فرمایا ہے۔کہ جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کی اطاعت کرے گا۔اور کسی نبی کی اطاعت شرط نہیں ہے۔جو ان کی اطاعت کرے گا۔اُن کے ساتھ کیا ہوگا۔یہ آگے declare کیا ہے۔پہلے تو آپ یہ سوچئے کہ کیا آگے سزا آنی چاہئے یا انعام ملنا چاہئے۔(انعام ملنا چاہئے) انعام پہلوں سے گھٹیا ملنا چاہئے یا بڑھ کر ملنا چاہئے۔(زیادہ ملنا چاہئے) ہاں اب سب اختلاف ختم ہو جائے گا۔سوچنے والی بات یہ ہے کہ اتنی بڑی declaration انقلابی ہو رہی ہے۔کہ جو اللہ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا۔اس کے متعلق کوئی مسلمان یہ وہم بھی نہیں کرسکتا کہ جواب یہ آئے گا کہ اس کو پہلے اطاعت کرنے والوں سے گھٹیا انعام ملے گا۔یا کچھ انعاموں سے محروم کیا جائے گا۔جو موسیٰ کی اطاعت کا انعام تھا اُس سے بھی کم ملے گا جو عیسیٰ کی اطاعت کا انعام تھا اُس سے بھی کم ملے گا۔یہ ترجمہ تو کسی باغیرت مسلمان کو قبول ہی نہیں ہوسکتا۔ایک طرف وہ عقیدہ جس پر ہمارا اتفاق ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل نبی دوسری طرف یہ عقیدہ کہ سب سے افضل نبی کی اطاعت کے جُوے میں آرہے ہو اور پہلے نبیوں کی اطاعت سے کم ملے۔یہ illogical ہے۔اتنی بات تو مانتے ہیں نا آپ؟

اب اگلی آیت کا مضمون پڑھیں آپکو سمجھ آجائے گی کہ کیا کہتا ہے اللہ تعالیٰ؟ فرماتا ہے:۔

فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ

اب صرف یہی لوگ ہیں جن کے اوپر خدا انعام نازل فرمائے گا۔ایک بھی غیر مطیع کو انعام نہیں ملے گا۔جو انعام ہیں ان لوگوں کے لئے خاص کر دیئے گئے ہیں۔یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیعوں کیلئے۔انعام کیا ہے۔یہ تو ابہام رہ گیا نا۔کہ وہ انعام ہیں کیا؟ اسکی تشریح فرما دی ساتھ ہی۔فرمایا مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ. وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقاً.

کہ وہ انعام پانے والے لوگ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔جن کے مقام کو تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ذریعے حاصل کر سکتے ہو۔وہ چار ہی گروہ ہیں۔نبیوں کا گروہ۔صدیقوں کا۔شہیدوں کا اور صالحین کا۔اور پہلے مجمل انعام کا وعدہ کیا اور ساتھ اسی آیت میں انعام پانے والوں کا ذکر کر دیا۔اگر آپ یہ عقیدہ رکھیں کہ اطاعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں صالح بن سکتا ہے۔شہید بن سکتا ہے صدیق بن سکتا ہے۔نبی نہیں بن سکتا۔مطیع نبی۔یہ عقیدہ اگر آپ رکھیں۔اس آیت کے ہوتے ہوئے تو لفظ نبی یہاں زائد ہے۔اور فصیح و بلیغ کلام میں زائد لفظ کے کیا معنی ہیں یہاں؟ یہ لفظ نبی کیا کر رہا ہے بیٹھا یہاں؟ وہ خدا جس کے نزدیک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اگر نبی نہیں آسکتا تو یہاں ''نبی'' کا لفظ کیوں داخل کیا گیا۔

آپ کے ذہن میں جو غیرت پیدا ہوتی ہے وہ اس وجہ سے ہوتی ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ بغیر غلامی کے بھی ہم نبوت کے قائل ہیں۔ہرگز نہیں۔ہمارا عقیدہ اس آیت پر مبنی ہے۔کہ اطاعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شرط ہے۔اطاعت کا معیار جتنا بڑھے گا اتنا بڑا انعام ملتا چلا جائے گا۔پہلا انعام صالح کا ہے۔دوسرا شہید کا تیسرا صدیق کا۔چوتھا نبی کا۔اور اس آیت نے چاروں انعام ذکر کر کے امید دلائی کہ غلامی شرط ہے جتنی بڑی غلامی ہوگی اتنا بڑا انعام ملے گا۔اگر اطاعت والی نبوت بھی بند تھی۔تو پھر خدا تعالیٰ کو لفظ نبی سے بات نہیں شروع کرنی چاہئے تھی۔پھر فرمانا چاہئے تھا

مِنَ (النَّبِیّٖنَ وَ)الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ. وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقاً.

جو میں نے مشترکہ عقیدہ بیان کیا اس میں تو ثبوت کی ضرورت کوئی نہیں۔آپ بھی جانتے ہیں میں بھی جانتا ہوں۔جو اختلافی ہے اس کی دلیل میں نے قرآن سے دی۔یہ ہمارا عقیدہ ہے۔

(مجلس سوال جواب 30 جولائی بروز ہفتہ)

نبوت کا انعام بھی جاری ہے:

امت محمدیہ میں اطاعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نتیجہ میں درجہ بدرجہ تمام انعامات کھلے ہیں۔اس شرط کے ساتھ کہ مطیع ہو۔اگر کم مطیع ہوگا تو کم انعام ملے گا اگر زیادہ مطیع ہوگا تو زیادہ انعام ملے گا۔اور انتہائی اطاعت کے نتیجے میں نبوت بھی منع نہیں ہے۔یہ ہے ہمارا دعویٰ۔اس کے ثبوت میں ہم ایک اور آیت پیش کرتے ہیں۔جو قرآن کریم میں ہے۔اور مضمون کو بالکل کھول دیتی ہے۔سورہ نساء کی وہ آیت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ من النَّبِیّٖنَ و الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ. وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقاً. (نساء:70)

ایک حیرت انگیز انقلابی اعلان ہے۔فرماتا ہے آج کے بعد جو بھی اللہ کی اور اس رسول یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا۔باقی سارے رسول اطاعت کے معاملے میں کٹ گئے۔ہمیشہ کیلئے ان سے آزادی دلوادی اس آیت نے۔اب کے بعد قانون یہ ہے

کہ جو بھی اللہ کی اور اس رسول یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا۔فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ حصر کا صیغہ ہے اُولٰٓئِکَ اب صرف یہی لوگ ہیں جو انعام پانے کے مستحق میں۔اور کسی کی اطاعت کے نتیجے میں انعام نہیں مل سکتا۔حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت باقی اطاعتوں سے آزاد بھی کرتی ہے اور ہر انعام کی ضمانت دیتی ہے۔لیکن انعام کیا ہے یہ آیت ابھی ختم نہیں ہوئی۔چل رہی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ. وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیْقًا. چار ہی انعام ہیں روحانی دنیا کے۔نبوت،صدیقیت،شہادت،صالحیت۔اور اس اطاعت کی کھڑکی سے جو داخل ہو رہا ہے اس کے لئے یہ آیت سب سے بڑا انعام نبوت کا ظاہر کر رہی ہے اب بتائے کہ اگر نعوذ باللہ من ذالک اس کا وہ مفہوم درست تھا تو اللہ تعالیٰ بھول تو نہیں سکتا۔کہ ابھی میں تین انعام سوچ چکا ہوں اور چوتھا بند کر بیٹھا ہوں۔اور پھر یہ اعلان کر دے۔تو حضور اکرمؐ کی اطاعت اتنی عظیم الشان ہے۔کہ چاروں انعاموں میں سے ایک بھی بند نہیں کرتی۔اس لئے ہمارے نزدیک قطعیت کے ساتھ قرآن مجید سے ثابت ہے۔کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا مقام اتنا بلند ہے کہ غلام نبی،یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام نبی آسکتا ہے شرط یہ ہے کہ اطاعت کامل ہو۔اور منع نہیں ہے۔اگر کوئی انعام منع ہو جاتا تو یہ آیت نہ ہوتی۔

(کراچی اور لاہور کی مجالس سوال و جواب سے اقتباس)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ EndofClass15&16 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 17

ختم نبوت اور قرآن کریم

آیت نمبر 2

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ. (الاعراف:36)

ترجمہ: اے آدم کے بیٹو! اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں جو تم پر میری آیات پڑھتے ہوں تو جو بھی تقویٰ اختیار کرے اور اصلاح کرے تو ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین نہیں ہونگے۔

غیر احمدی:

اس آیت سے مراد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے لوگ مراد ہیں۔

جواب:

1- اس آیت کے سیاق وسباق میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپ کے بعد قیامت تک آنے والے تمام انسان مراد ہیں۔

2- اس آیت سے پہلے پانچ مرتبہ لفظ " قُل " آیا ہے۔ کہ یا رسول اللہ صلعم آپ لوگوں کو یہ پیغام دے دیں۔ انہی پیغامات میں سے ایک پیغام یہ ہے۔

3- اس آیت سے پہلے تین مرتبہ لفظ " یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ " آیا ہے۔ اور تینوں مقامات پر اس میں امت محمدیہ سمیت تمام انسان شامل ہیں۔
مثلاً تین آیات پہلے فرمایا: یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ (آیت:32)
یعنی اے آدم کی اولاد۔ ہر مسجد میں اپنی زینت ساتھ لے جایا کرو۔ ظاہر ہے یہاں مسلمان مراد ہیں کیونکہ مسجد مسلمانوں کی ہے۔

4- اگر امت میں رسول نے آنا ہی نہیں تو " اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ " " اگر تمہارے پاس رسول آئیں " کے الفاظ کیوں کہے گئے۔ جبکہ یہ آیت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو رہی ہے۔

5- پس اس آیت کے مخاطب ہر زمانے کے تمام لوگ مراد ہیں جیسے تفسیر روح البیان میں کہا ہے خِطَابٌ لِکَافَّةِ النَّاسِ. اس کے مخاطب تمام انسان ہیں۔

کلاس نمبر 18

ختم نبوت اور احادیث

1- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر فرمایا:
لَوۡ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیۡقاً نَبِیاً (ابن ماجہ۔ ابواب الجنائز۔ باب ما جاء فی الصلوۃ علی ابن رسول اللہ وذکر وفاتہٖ) (حوالہ صفحہ:130)
یعنی اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور سچا نبی بنتا۔

2-آیت خاتم النبیین 5ھ میں نازل ہوئی۔اسکے چار سال بعد 9ھ میں حضرت ابراہیمؑ کی وفات ہوئی۔اگر خاتم النبیین کا یہ مطلب تھا کہ آئندہ کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز یہ نہ فرماتے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی بنتا۔بلکہ فرماتے کہ اگر یہ 100 سال بھی زندہ رہتا تب بھی نبی نہ بن سکتا۔

غیر احمدی: اللہ نے اسی لئے وفات دے دی کہ کہیں وہ نبی نہ بن جائے۔

جواب:

1-اس سے زیادہ لغو تشریح اور کیا ہوگی۔کیا انہوں نے زبردستی نبوت حاصل کر لینی تھی جو انہیں مارنا پڑا۔(نعوذ باللہ)

2-نبوت موھبت ہے جسے چاہے خدا دے جسے چاہے نہ دے۔ **ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ** (سورہ جمعہ)

3-اللہ تعالیٰ کسی کو انعام سے محروم کرنے کے لئے مارا نہیں کرتا۔یہ سنۃ اللہ کے خلاف ہے۔

ختم نبوت اور بزرگان امت:

1-مولانا جلال الدین رومیؒ (604ھ-672ھ)

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان معنوں میں خاتم النبیین ہیں کہ سخاوت،فیض پہنچانے میں نہ آپ جیسا کوئی ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا'' وہ مزید فرماتے ہیں:''جب کوئی استاد کاریگری میں بازی لے جاتا ہے۔کیا تو نہیں کہتا کہ کاریگری اس پر ختم ہے۔''

(مثنوی مولانا روم مترجم دفتر ششم صفحہ 30)(حوالہ صفحہ:131)

2-حضرت مجدد الف ثانیؒ (971ھ-1033ھ)

''خاتم المرسلین کی بعثت کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کا امتی نہ ہو۔''

(مکتوبات امام ربانی۔مکتوب 301 صفحہ 141)(حوالہ صفحہ:132)

3-حضرت ملا علی قاریؒ (المتوفی 1014ھ)

خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ''آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہ آئے گا جو آپ کی ملت کو منسوخ کردے۔اور آپ کی امت سے نہ ہو۔''

(موضوعات کبیر مترجم صفحہ 322)(حوالہ صفحہ:133)

Transcription
class:17 & 18.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ختم نبوت

فرزند ابراہیمؑ کی وفات پر ارشادگرامی:

اب ہے حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِی۔ اس مضمون پر جب ہم گفتگو کرتے ہیں تو اکثر علماء فوراً ہٹ کر حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِی کی پناہ لیتے ہیں۔ اور حدیث کے الفاظ بظاہر بڑے سخت یوں لگتا ہے کہ کلیتاً ہر قسم کی نبوت کو یہ حدیث بند کر رہی ہے۔ یہ حدیث سارے پاکستان کی مساجد میں 1974ء میں بالخصوص پیش کی گئی۔ اور حدیث یہ ہے کہ میرے بعد 30 دجال آئیں گے۔ وہ سب جھوٹے ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ زعم کرے گا کہ نبی اللہ ہے۔ لیکن وہ نبی نہیں ہوگا۔ وَلَا نَبِی بَعْدِیْ. میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ یہ ہے وہ حدیث جسکے بعد علماء یہ کہتے ہیں کہ اب بتاؤ۔ کس طرح تم اس حدیث کے دائرے سے باہر نکل سکتے ہو؟ ہم کہتے ہیں کہ ہم نہیں نکلیں گے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے باہر نکلنا ہلاکت ہے۔ ہم 100 فیصدی اس حدیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ اس مضمون پر آنحضورؐ نے جو کچھ اور بھی فرمایا ہے اس کو بھی تو ساتھ رکھیے۔ ایک متکلّم کے آدھے کلام کو لے لینا اور آدھے کو چھوڑ دینا یہ تقویٰ کے بھی خلاف ہے اور انصاف کے بھی خلاف ہے۔ اگر نبوت کے مضمون پر صرف یہی حدیث ہوتی تو ٹھیک ہے بات ختم ہو جاتی۔ ہم سمجھتے کہ عربوں کو خاتم النبیین کا محاورہ نہیں آتا تھا اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح کر دی۔ مگر حضورؐ نے کچھ اور بھی تو فرمایا ہے۔

ایک طرف یہ حدیث ہے اور ایک طرف ایک اور حدیث ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ابراہیمؑ جب خدا کو پیارا ہوا۔ اس کو لحد میں اتارتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر یہ کلمہ فرمایا جو خاص ایک وقت ہوتا ہے خدا تعالیٰ کے خوف کا اور تقویٰ کا۔ فرمایا۔ لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقاً نَبِيًّا. کہ یہ بیٹا میرا اگر زندہ رہتا تو لازماً نبی بنتا۔ کوئی اگر یہ کہے کہ اس لئے خدا نے مار دیا کہ نبی نہ بن جائے تو اس سے زیادہ لغو معنی ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ 1- اوّل تو خدا انعام سے محروم کرنے کے لئے کسی کو مارا نہیں کرتا۔ 2- دوسرا انعام دینا اس کے بس میں تھا اس کی طاقت میں تھا کوئی زبردستی تو نبوت نہیں لے سکتا۔ یہ تو موھبت ہے۔ فضل ہے محض۔ کوئی کمائی کا ذریعہ تو نہیں ہے کہ آپ نے یہ کما لیا تو لازماً نبوت پالیں گے۔ تو موھبت پر یہ فقرہ بولا ہی نہیں جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ نہیں دینا چاہتا تو نہ دیتا۔ دوسرے معنوں کا سیاق وسباق یہ بتا رہا ہے کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیت کا معنیٰ زمانی لحاظ سے آخری سمجھتے تو ہرگز یہ فقرہ نہ بولتے۔ آپ کو تو یہ کہنا چاہئے تھا کہ چونکہ ہر قسم کی نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی ہے۔ اس لئے میرا یہ بیٹا ہزار سال بھی زندہ رہتا تو نبی نہ بنتا۔ بیچ کے سارے مقام پا جاتا لیکن نبوت چونکہ بند ہو چکی ہے۔ اس لئے نبی نہ بنتا۔ یہ کہنے کی بجائے فرماتے ہیں اگر یہ زندہ رہ جاتا تو نبی بن جاتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ EndofClass17&18 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر19

لَانَبِیَّ بَعْدِی (حدیث)

اصولی بات:

1-کسی مسئلے کے بارے میں نتیجہ نکالنے سے پہلے متکلم کے سارے اقوال کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔محض کسی ایک بات سے نتیجہ نکالنا انصاف کے خلاف ہے۔کیا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ (النساء:44) سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ نماز پڑھنا جائز نہیں؟

2-کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موضوع پر کچھ اور بھی فرمایا ہے یا نہیں؟ آپ نے آنے والے مسیح موعود کو چار مرتبہ نبی اللہ. نبی اللہ. نبی اللہ. نبی اللہ. کے خطاب سے نوازا ہے۔(مسلم۔کتاب الفتن باب ذکر الدجال)

3-آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تضاد نہیں ہو سکتا اس بظاہر تضاد کو دور کرنا آپ کا بھی فرض بنتا ہے۔

تشریح نمبر1: مندرجہ بالا دو روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ میرے بعد نبی نہیں۔دوسرے موقعہ پر فرمایا میرے بعد مسیح موعود نبی اللہ آئے گا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبیوں کی مختلف اقسام ہیں۔نبیوں کی ایک قسم بند ہے دوسری قسم جاری ہے۔یعنی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آ سکتا۔جبکہ امتی نبی آ سکتا ہے۔

تشریح نمبر2: ''بعدی'' میں کتنا زمانہ مراد ہے۔کیا فوراً بعد یا چند سال بعد یا100 سال بعد یا چند صدیاں بعد یا قیامت تک کا زمانہ۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ مسئلہ حل فرما دیا کہ

لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ نَبِیٌّ وَاِنَّہٗ نَازِلٌ (ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج دجال)(اصل حوالہ کلاس نمبر11 میں ہے)

یعنی میرے اور مسیح موعود کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوگا۔مگر وہ نبی ہوگا۔پس مندرجہ بالا بظاہر دو متضاد حدیثوں کا تضاد خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دور فرما دیا۔

تشریح نمبر3: ''بعدی'' کا ایک معنی ہے مجھے چھوڑ کر، میرے مخالف میری شریعت سے ہٹ کر نئی شریعت کے ساتھ کوئی نبی نہیں آ سکتا۔اس معنی کی تصدیق قرآن کریم سے ہوتی ہے۔

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ (جاثیہ:7)

ترجمہ: پس اللہ اور اس کی آیات کے بعد پھر اور کس بات پر وہ ایمان لائیں گے۔

ظاہر ہے یہاں اللہ کے بعد سے مراد اللہ کے چلے جانے یا اس کے فوت ہونے کا مطلب نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے مخالف اور اللہ کے کلام کے خلاف وہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔

پس اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آ سکتا۔ہاں میری اطاعت اور غلامی میں نبی آ سکتا ہے۔اور یہی جماعت احمدیہ کا دعویٰ ہے۔کہ تمام روحانی انعام مل سکتے ہیں مگر صرف اور صرف اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ۔اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمت اسلام کے لئے ایک مسیح نبی اللہ کے آنے کی بشارت دی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

؎ وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا — نام اسکا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے
؎ سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خدایا — وہ جس نے حق دکھایا وہ مہہ لقاء یہی ہے
؎ اُس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں — وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

نوٹ: امت کے درج ذیل چوٹی کے بزرگان اور علماء نے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے یہی معنی کئے ہیں۔ کہ آپ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کردے۔

حضرت محی الدین ابن عربی (672ھ) (حوالہ صفحہ: 135، 137) حضرت سید عبدالکریم جیلانی (837ھ) (حوالہ صفحہ 136)

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی (973ھ) — حضرت شاہ محمد المعروف شاہ صاحب میاں (حوالہ صفحہ: 140)

محدث امت امام محمد طاہر گجراتی (986ھ) (حوالہ صفحہ: 134) حضرت ملا علی قاریؒ (1014ھ) (حوالہ صفحہ: 133)

حضرت حافظ برخوردار (1030ھ) — حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (1175ھ) (حوالہ صفحہ: 138)

مولوی محمد زمان خان آف دکن (1292ھ) — نواب نور الحسن خان صاحب (1301ھ) (حوالہ صفحہ: 139)

مولانا ابو الحسنات محمد عبدالحئی لکھنوی (حوالہ صفحہ: 141)

کلاس نمبر 20

1- فولڈر لَانَبِیَّ بَعْدِیْ

2- مسئلہ ختم نبوت کی دھرائی

1- ختم نبوت کے مسئلہ میں ہمارا اور غیر احمدیوں کے درمیان اصولی طور پر کوئی اختلاف نہیں بلکہ اتفاق ہے۔ کیونکہ ہم دونوں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے کے بعد ایک خادم اسلام مسیح نبی اللہ کے قائل ہیں۔ حوالہ مسیح نبی اللہ۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الفتن باب ذکر دجال)

2- امام مہدی کا مقام اور مرتبہ نبی والا ہے۔ قرآن تمام انبیاء کو امام مہدی قرار دیتا ہے۔ **فَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا** (انبیاء: 74)

3- خاتم النبیین کے لفظ ''خَاتَم'' کا استعمال۔ بمعنی افضل الرسل۔ نبیوں کی مہر۔ نبیوں کی انگوٹھی۔ غیر احمدیوں کے ترجمہ پر محاکمہ

- آنحضورؐ نے حضرت علیؓ کو خاتم الاولیاء کہا۔ حضرت عباسؓ کو خاتم المہاجرین کہا۔
- شاعر متنبّی خاتم الشعرا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ غیر احمدیوں کے ترجمہ پر محاکمہ۔

4- اطاعت رسول کے نتیجے میں نبوت کا انعام کھلا ہے۔ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ...... (نساء: 70) لفظ ''مَعَ'' کی تشریح۔

5- يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ....... (اعراف: 36) بنی آدم کے خطاب میں امت محمدیہ کے تمام انسان بھی شامل ہیں۔

6- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیمؓ کی وفات پر فرمایا: لو عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقاً نَبِيًّا. (ابن ماجہ کتاب الجنائز)

7- ''لَانَبِيَّ بَعْدِيْ'' کا مطلب یہ ہے کہ i۔ میرے اور مسیح کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ (ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج دجال) ii۔ میرے خلاف میری شریعت چھوڑ کر صاحب شریعت نبی نہیں آسکتا جو میری شریعت منسوخ کردے iii۔ بزرگان امت کی تشریح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ختم نبوت

(کراچی اور لاہور کی مجالس میں ہونے والے سوالات کے جوابات)

لَانَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح:

اب ہے حدیث لَانَبِیَّ بَعْدِی۔ اس مضمون پر جب ہم گفتگو کرتے ہیں تو اکثر علماء فوراً ہٹ کر حدیث لَانَبِیَّ بَعْدِی کی پناہ لیتے ہیں۔ اور حدیث کے الفاظ بظاہر بڑے سخت یوں لگتا ہے کہ کلیتاً ہر قسم کی نبوت کو یہ حدیث بند کر رہی ہے۔ یہ حدیث سارے پاکستان کی مساجد میں 1974ء میں بالخصوص پیش کی گئی۔ اور حدیث یہ ہے کہ میرے بعد 30 دجال آئیں گے۔ وہ سب جھوٹے ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک یہ زعم کرے گا کہ نبی اللہ ہے۔ لیکن وہ نبی نہیں ہوگا۔ وَلَا نَبِی بَعْدِیْ. میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ یہ ہے وہ حدیث جسکے بعد علماء یہ کہتے ہیں کہ اب بتاؤ۔ کس طرح تم اس حدیث کے دائرے سے باہر نکل سکتے ہو؟ ہم کہتے ہیں کہ ہم نہیں نکلیں گے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے باہر نکلنا ہلاکت ہے۔ ہم 100 فیصدی اس حدیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ اس مضمون پر آنحضورؐ نے جو کچھ اور بھی فرمایا ہے اس کو بھی تو ساتھ رکھیے۔ ایک متکلّم کے آدھے کلام کو لے لینا اور آدھے کو چھوڑ دینا یہ تقویٰ کے بھی خلاف ہے اور انصاف کے بھی خلاف ہے۔ اگر نبوت کے مضمون پر صرف یہی حدیث ہوتی تو ٹھیک ہے بات ختم ہو جاتی۔ ہم سمجھتے کہ عربوں کو خاتم النبیین کا محاورہ نہیں آتا تھا اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح کر دی۔ مگر حضورؐ نے کچھ اور بھی تو فرمایا ہے۔

آنے والا مسیح نبی اللہ ہوگا:

اب دوسری حدیث سنیے اسی مضمون کی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسیح ابن مریم نازل ہوگا۔ اور وہ نبی اللہ ہوگا۔ نبی اللہ یہ کام کرے گا۔ نبی اللہ وہ کام کریگا۔ نبی اللہ وہ کرے گا۔ چار مرتبہ صحیح مسلم کی حدیث میں آنے والے کو نبی اللہ فرمایا ہے۔ پھر ایک اور جگہ فرمایا۔ لَیْسَ بَینی و بَیْنَہُ نَبِیٌّ وَاِنَّہُ نَازِل. (ابوداؤد۔ کتاب الملاحم باب خروج الدجال) کہ میرے اور مسیح ابن مریم کے درمیان اور کوئی نبی نہیں۔ اب بَعْدِی کا مضمون کسی اور نے تو حل نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اس مضمون کو کھولتے چلے جا رہے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مجھے چھوڑ کر میرا مخالف۔ میری شریعت سے ہٹ کر کوئی نبی نہیں آسکتا۔

پس جب دوسری جگہ حضور نے معین طور پر یہ خبر دی کہ میرے بعد مسیح نبی اللہ ہوگا۔ اس سے پتہ چلا کہ حضور اکرم کی ماتحتی میں آئے گا۔ چنانچہ آج بھی یہ تجربہ کر کے دیکھ لیجئے علماء سے پوچھیے کہ اگر کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تو عیسٰی علیہ السلام کہاں سے آجائیں گے۔ کیونکہ وہ سابقہ کو دوبارہ آنا مانتے ہیں۔ وہ کس رستے سے داخل ہوں گے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ امتی ہو جائیں گے۔ گویا خود تسلیم کر لیا کہ امتی نبی ہونا خاتم النبیین کے منافی نہیں ہے۔ مگر غیر کا امت میں آ کر نبوت کرنا یہ زیادہ قابل اعتراض بات ہے بنسبت امت میں اطاعت کے نتیجے میں کوئی نبوت کو حاصل کرے۔ پس یہ وہ مضمون ہے جس کے نتیجے میں ہمارا یہ موقف ہے اور دوسرے فرقے چونکہ سمجھتے ہیں کہ بلا استثناء امتی نبوت بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہے اور خاتم کا مطلب ہے آخری زمانے کے لحاظ سے اس لئے انہوں نے اکٹھے ہو کر یہ فیصلہ کیا کہ تمہارا معنی اس قدر نا قابل قبول ہے کہ گویا تم غیر مسلم ہو۔

لفظ بعدی کی تشریح

عجیب بات ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک آدمی کو یہ کہتے سنا کہ لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان کو بلایا اور فرمایا:

قُوْلُوْا اَنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَانَبِیَّ بَعْدَہٗ.

یہ تو کہا کرو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ یہ نہ کہا کرو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آخر کیا انہوں نے محسوس کیا؟ کیا ان کو خطرہ پیدا ہوا جس کو دور کرنے کے لئے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ (انہیں یہی خطرہ لگا کہ کہیں اطاعت والی نبوت بھی اس سے مراد نہ لے لی جائے) اس کا تضاد یوں دور ہوتا ہے کہ بعدی کا مفہوم ہے مخالف۔ مجھے چھوڑ کر۔ میرے سوا۔ اس کی تائید میں قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْن. (جاثیہ:7)

کہ اللہ اور اسکے نشانوں کے بعد پھر وہ کیا مانیں گے۔ اللہ کا تو بعد کوئی نہیں ہوتا۔ وہ تو ازلی ابدی ہے۔ پھر اور عرب محاورے سے بتاتے ہیں کہ بعد کا معنی اس حدیث میں یہ ہے کہ میرے خلاف۔ مجھے چھوڑ کر، میری شریعت سے ہٹ کر کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ اور یہ معنی باقی تمام حدیث کے ساتھ مطابقت کھا جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تضاد نہیں ہوسکتا۔ یہ ہے بنیاد۔ اس لئے وہی معنی کرنا پڑے گا جس کا تضاد دوسری حدیث سے نہ ہو۔

پرانا نبی یا نیا نبی:

اب بحث یہ ہے کہ پرانا نبی امتی ہو کر آئے یا امتی کو امتی نبوت مل جائے۔ اب یہ گفتگو چل پڑتی ہے صرف۔ امتی کے نبی ہونے پر تو اعتراض ختم ہو گیا نہ۔ کیونکہ علماء یہ کہتے ہیں۔ کہ مسیح اس لئے حرج کا موجب نہیں کہ وہ آتے ہی امتی ہو جائیں گے۔ لیکن میں ان سے کہتا ہوں کہ اس میں حرج واقعہ ہوتا ہے۔ کیوں؟ میں آپ کو دلیل دیتا ہوں۔ کسی گھر کو ضرورت ہو کسی دفاع کی۔ اور وہ ضرورت اپنوں سے پوری نہ ہو سکے تبھی غیر کی مدد آتی ہے۔ یہ تو نہیں ہوا کرتا کہ آپ دفاع کے قابل ہوں پھر بھی چین سے مدد مانگیں۔ امریکہ سے مدد مانگیں۔ امریکہ آپسے مدد نہیں مانگتا۔ انگلستان کو سکاٹ لینڈ پر ضرورت پڑی تھی اس نے آپ سے مدد نہیں مانگی۔ اس لئے کہ اپنے طور پر وہ طاقت ورتھا وہ جانتا تھا کہ یہ اس کے اپنے بس کی بات ہے۔ لیکن جب بات بس سے باہر نکل جاتی ہے تو پھر مدد مانگی جاتی ہے۔ پھر بڑی بڑی حکومتیں مدد مانگتی ہیں۔ امت محمدیہ کیوں محتاج ہوئی امت موسوی کی مدد کی؟ یہ ہے غیرت والا سوال۔ مقام کیا ہے مسیح کا؟ کہ جس کو قرآن تو یہ کہے کہ رَسُوْلاً اِلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (آل عمران:50) اور وہ امت محمدیہ میں آکر بھی نبوت کر جائے۔ ہرگز اس کا کوئی مقام نہیں ہے۔ اور شان مصطفیٰ کے یہ خلاف ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ پرانا نازل ہوگا تو قرآن کریم کی اس آیت کو منسوخ تو نہیں کر دیگا۔ جہاں یہ لکھا ہوگا کہ رَسُوْلاً اِلٰی بَنِی اِسْرَائِیْلَ مسیح کو ہم نے بنی اسرائیل کا رسول بنایا۔ ایک محدود علاقے کا رسول، محدود قوم کا رسول۔ محدود زمانے کا رسول۔ اور امت محمدیہ پر آکر نبوت کرے گا جو سارے عالم میں پھیلی ہوئی ہوگی اور رَحْمَۃٌ لِلْعَالَمِیْن کی نمائندہ ہوگی۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے وہ غیرت کا مقام ہے کہ غیر امت میں سے کوئی آئے اور امت محمدیہ میں نبی بنے انکا امام بنے نہ کے یہ غیرت کا مقام ہے کہ امت محمدیہ کا کوئی اطاعت گزار غلام وہ منصب پا جائے۔ جس منصب کی امت کو ضرورت ہے۔ ضرورت کیوں ہے۔ یہ آپ کے سامنے واقع ہے۔

ضرورت نبی:

قرآن کریم جس وقت نازل ہوا۔ اس وقت میں اور آج میں کیا فرق ہے؟ کیا کوئی فرق آپ نہیں دیکھتے؟ یعنی قرآن وہی ہے۔ سنت

بھی موجود ہے۔ تعلیم کامل ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمان کہلانے والوں میں جو آج مسلمان کہلانے والے ہیں۔ اُن مسلمانوں سے زمین وآسمان کا فرق پڑ چکا ہے جو اس دور کے مسلمان تھے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے مسلمان کہلاتے تھے۔ کمی کس چیز کی ہے کامل شریعت موجود۔ ہر چیز موجود۔ کچھ تو بات ہوئی ہوگی۔ صرف نبوت کی کمی ہے۔ علماء بھی موجود ہیں اور اولیاء بھی رہے ہیں امت میں۔ دوسرے سارے مراتب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ کھلے ہیں اور جاری ہیں۔ نبی کے نیچے نیچے۔ تو جب سب مراتب موجود تھے تو یہ تنزّل اس حد کو پہنچ جائے کہ یوں لگے کہ جیسے انسان قبر کے کنارے پر پہنچ چکا ہے۔ اور جب یہ حالت ہوگئی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یوں کیوں نہ فرمایا کہ تمہارے اندر سے ہی اولیاء اور بزرگ اور اقطاب اٹھ کر امت کو سنبھال لیں گے۔ فرماتے ہیں مسیح ابن مریم نازل ہوگا تو تمہاری حالت بدلے گی اس کے بغیر نہیں بدلے گی۔ یہ کیوں نہ فرمایا کہ امت محمدیہ میں سے ہی ہو غیر امت کا محتاج نہ بنایا جائے۔ قرآن کریم تو فرماتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. (ال عمران:111)

اے محمد مصطفیٰ صلعم کی امت! تم تمام امتوں میں سب سے افضل ہو۔ اس لئے کہ بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے نکالی گئی ہو۔ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ بنی نوع انسان پر احسان کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہو۔ بنی نوع انسان کا احسان لینے کے لئے تو نہیں بنائی گئی۔ لیکن حال کیا ہو چکا ہے۔ عقیدہ یہ ہے کہ امت موسویہ کا نبی جب تک نہیں آتا ہم نہیں زندہ ہوں گے۔ اور اسلام غالب نہیں ہوگا۔ اور عمل یہ ہو گیا ہے کہ جب تک غیر قومیں ہمیں سہارا نہ دیں نہ ہماری معیشت نہ ہماری سیاست نہ ہمارا اقتصادی نظام قائم ہو سکتا ہے۔ تو وہ قوم جو ساری دنیا کو خیرات ڈالنے کے لئے پیدا کی گئی تھی۔ اس کا یہ حال ہو چکا ہے اور ابھی یہ کہا جا رہا ہے کہ ضرورت کوئی نہیں ہے۔ اگر مرض کھلے ہیں۔ ۔ اگر بیماریاں جاری ہیں۔ تو اس کا بہترین علاج سے تکلیف کیا ہوتی ہے؟ اس کا بہترین علاج بند کرنا رحمت تو نہیں قرار دیا جا سکتا پھر۔ پس نبوت سے بہتر کونسا علاج ہے روحانی بیماریوں کا۔ صرف فرق یہی رہے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کامل آقا ہیں اور قیامت تک کے رسول ہیں آپ کی شریعت میں کوئی نہیں جو دخل دے سکے۔ اور آپ کا سکہ چلے گا۔ آپ کی غلامی میں جس طرح دوسرے مراتب پیدا ہوتے رہے ہیں۔ یہ نبوت کا مرتبہ بھی جب اللہ چاہے اور ضرورت سمجھے تو پیدا فرما سکتا ہے۔ یہ ہے ہمارا ختم نبوت کا تصور۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ EndofClass 19&20 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب یہ آیات نازم ہوئی کہ آنحضورﷺ آخرین میں دوبارہ مبعوث ہوں گے تو صحابہؓ نے سوال کیا من ھؤُلآءِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ۔ کہ وہ آخرین کون ہوں گے؟ آپﷺ خاموش رہے۔ پھر دوسری مرتبہ سوال ہوا مگر آپؐ خاموش رہے، پھر تیسری بار سوال ہوا تو حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ اَوْرِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ۔(بخاری کتاب التفسیر۔سورہ جمعہ زیرآیت ہٰذا)

ترجمہ: اگر ایمان زمین سے اٹھ کر ثریا ستارے پر بھی چلا جائے تو ان میں سے ایک شخص یا چند لوگ اسے واپس لے آئیں گے۔

سوال یہ تھا کہ آخرین کی جماعت کون ہوگی جن میں آپ کی بعثت ہوگی۔ جواب یہ فرمایا کہ جب ایمان اٹھ جائے گا تو ایک شخص اسے واپس لے آئے گا۔ بظاہر یہ سوال کا جواب نہیں بنتا۔مگر غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس ایک فقرے میں اس آیت پر اٹھنے والے تمام سوالات کا جواب دے دیا۔مثلاً

1- کیا آپ ہی دوبارہ مبعوث ہوں گے؟

2-جب شریعت مکمل ہوگئی، قرآن نازل ہوگیا، تکمیل دین ہوگئی تو پھر دوبارہ بعثت کی ضرورت کیا ہے؟

3- کب بعثت ہوگی؟

4- کن لوگوں میں بعثت ہوگی؟

ان تمام سوالات کے جوابات دے دیئے۔مثلاً فرمایا: میں نہیں آؤں گا بلکہ میرے نام پر غیر عربوں میں سے یا اہل فارس میں سے کوئی شخص مبعوث ہوگا جو میرا کامل غلام ہوگا گویا اس کا آنا میرا آنا ہے۔اس مجلس میں تمام صحابہؓ عرب کے تھے، صرف ایک عجمی صحابی حضرت سلمان فارسی تشریف رکھتے تھے۔آپؐ نے اُن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ان میں سے وہ آنے والا ہوگا۔

2) بعثت کی غرض یہ بتائی کہ ایمان کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے آئے گا۔اسلام اور قرآن موجود ہوگا مگر ان پر عمل نہ کیا جائے گا، اور ایمان دلوں سے اٹھ جائے گا، جسے دوبارہ دلوں میں زندہ کرنے کے لئے وہ آئے گا۔

3) کب بعثت ہوگی؟ اس کے جواب میں فرمایا وہ بہت بعد کا زمانہ ہے جب ایمان زمین سے اٹھ کر ثریا ستارے پر جا چکا ہوگا، جو بہت بعد کا زمانہ ہے۔آپﷺ نے پہلی تین صدیوں کو بہترین نور اور ہدایت والی صدیاں قرار دیا ہے۔(   ) ظاہر ہے اس کے بعد ایمان اٹھنے لگے گا، جو پہلے دلوں سے پھر گھروں سے، گلیوں، شہروں سے اٹھنے لگے گا اور بلند ہوتے ہوتے بالآخر ثریا ستارے پر جا پہنچے گا۔اس کا عرصہ قرآن کریم نے ایک ہزار دنوں کا بتایا ہے۔(   ) گویا تیرھویں صدی انتہائی تاریک صدی ہوگی اور آنے والے موعود کا ظہور چودھویں صدی میں ہوگا۔

4) کن لوگوں میں بعثت ہوگی؟ فرمایا وہ اہل عرب نہیں ہوں گے بلکہ عجمی ہوں گے۔ساری مجلس میں صرف حضرت سلمان فارسیؓ عجمی تھے، ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمانا صاف بتاتا ہے کہ وہ عجمی ہوگا۔

اعتراضات اور ان کے جوابات

سوال 1: آنے والے کے متعلق تو روایات آتی ہیں کہ وہ اہل بیت میں سے ہوگا۔

جواب: 1) اگر اس نے جسمانی لحاظ سے اہل بیت میں سے ہونا تھا تو آنحضورﷺ کسی اہل بیت کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرماتے کہ وہ ان میں سے ہوگا۔ ہاں وہ روحانی اہل بیت میں سے ہوگا۔ چنانچہ یہ حیرت انگیز واقعہ ملتا ہے کہ جنگ خندق کے موقعہ پر اسی صحابی حضرت سلمان فارسیؓ کو آنحضورﷺ نے اپنے ساتھ کھڑا کر کے فرمایا سَلۡمَانُ مِنَّا اَھۡلَ الۡبَیۡتِ ( ) سلمان ہم میں سے ہے اور اہل بیت میں سے ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آنے والا اگرچہ عجمی اور غیر اہل عرب ہوگا مگر روحانی طور پر اہل بیت میں سے شمار ہوگا۔

2) انہی آیات میں اس اعتراض کو رد کر دیا گیا ہے۔ فرمایا: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے گا عطا کرے گا۔ پس اس پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ فلاں خاندان سے کیوں نہ ہوا اور فلاں سے کیوں ہوا؟ کیونکہ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جہاں چاہے گا، جب چاہے گا، جس پر چاہے گا اسے عطا فرمائے گا۔

سوال نمبر 2: حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرما ان بتا تا ہے کہ وہ اہل فارس میں سے ہوگا جبکہ حضرت مرزا صاحب تو مغل تھے۔

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آباؤ اجداد شہنشاہ بابر کے زمانے میں ثمر قند سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے اور قادیان میں رہائش اختیار کی اس لئے آپؑ اہل فارس میں سے تھے اور یہ تاریخی واقعہ ہے جو اس دور کے مخالفین کو بھی تسلیم تھا چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لکھتے ہیں:

''مؤلف براہین احمدیہ قریشی نہیں فارسی الاصل ہے۔'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۷ صفحہ ۱۹۳)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''اس عاجز کا خاندان دراصل فارسی ہے نہ مغلیہ۔ نہ معلوم کس غلطی سے مغلیہ خاندان کے ساتھ مشہور ہوگیا..... معلوم ہوتا ہے کہ مرزا اور بیگ کا لفظ کسی زمانہ میں بطور خطاب کے ان کو ملا تھا جس طرح خان کا نام بطور خطاب دیا جاتا ہے۔ بہر حال جو کچھ خدا نے ظاہر فرمایا ہے وہی درست ہے۔ انسان ایک ادنیٰ سے لغزش سے غلطی میں پڑسکتا ہے مگر خدا سہو اور غلطی سے پاک ہے۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۸ حاشیہ)

''مغل'' کے لقب سے اس لئے آپ کا خاندان مشہور ہوگیا کہ شاہان مغلیہ کے زمانہ میں یہ عام طور پر قاعدہ تھا کہ جو شخص درہ خیبر کے راستہ سے ہندوستان میں داخل ہوتا تھا خواہ وہ افغان ہو یا فارسی یا کسی اور قوم کے ساتھ تعلق رکھتا ہو پھر بھی ''مغل'' ہی کہلاتا تھا۔ پس کسی کا مرزا یا مغل کہلانا اسے فارسی الاصل ہونے سے محروم نہیں کرتا۔ چنانچہ شاہان مغلیہ کی تاریخ کے متعلق مستند ترین کتاب میڈیول انڈیا مصنفہ مسٹر سٹینلے لین پول مطبوعہ ٹی فشران ون لمیٹڈ لندن پندرھواں ایڈیشن ۱۹۷۶ء صفحہ ۱۹۷ حاشیہ پر لکھا ہے:

ترجمہ: لفظ مغل ہندوستان کے کالے باشندوں کو ایشیاء کے دوسرے باشندوں سے ممیّز کرنے کے لئے بولا جاتا تھا۔ مختلف حملہ آور یا حکمران مسلمان، ترک، افغان، پٹھان اور مغل کچھ اسی طرح مل جل گئے کہ سب کو بلا امتیاز مغل کے نام سے پکارا جانے لگا۔ ہر گورے شریف آدمی کو مغل کہا جاتا تھا۔

سوال نمبر 3: آخرین سے مراد آنحضورﷺ کے بعد سے قیامت تک آنے والے لوگ ہیں۔ گویا آپ کی بعثت اہل عرب اور اہل عجم سب کے لئے ہے؟

جواب: اگر آخرین سے محض یہ مراد ہے کہ حضورﷺ کی بعثت سب کے لئے ہے تو پھر آخرین کے بعد مِنۡھُمۡ کا لفظ کیوں رکھا گیا۔ پھر وَاٰخَرِیۡنَ مِنَ الۡاُمَّۃِ کے الفاظ ہونے چاہئیں تھے۔ ''مِنۡھُمۡ'' کا لفظ لا کر آخرین کی جماعت کو صحابہ کی جماعت میں شامل قرار دیا گیا۔ یعنی انہی صحابہ میں سے دوسروں کی طرف بھی آپ کی بعثت ہوگی۔ اگر کسی اور رسول کی بعثت نہ مانی جائے تو پھر نعوذ باللہ یہ آیت باطل قرار پاتی ہے، کیونکہ اس میں آخرین کو صحابہ قرار دیا گیا ہے اور آخرین اس وقت تک صحابہ نہیں بن سکتے جب تک انہیں کسی رسول کی صحبت نصیب نہ

ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''قرآن شریف میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور وہ یہ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ یعنی آنحضرتؐ کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اس کی صحبت سے مشرف ہوں اور اس سے تعلیم اور تربیت پائیں۔ پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا کہ وہ آنحضورﷺ کا بروز ہوگا۔ اس لئے اس کے اصحاب آنحضرتﷺ کے اصحاب کہلائیں گے۔ اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے رنگ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں وہ اپنے رنگ میں ادا کریں گے۔ بہر حال یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول رکھا جائے جنہوں نے آنحضورﷺ کو نہیں دیکھا۔ آیت ممدوحہ بالا میں یہ تو نہیں فرمایا وَاٰخَرِیْنَ مِنَ الْاُمَّةِ بلکہ یہ فرمایا ہے وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ اور ہر ایک جانتا ہے کہ منھم کی ضمیر اصحاب رضی اللہ عنہم کی طرف راجع ہے۔ لہٰذا وہی فرقہ منھم میں داخل ہو سکتا ہے جس میں ایسا رسول موجود ہو جو آنحضورﷺ کا بروز ہے۔''

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ)

ے ....

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

2) لفظ آخرین یا مجرور ہے یا منصوب ہے۔ مجرور ہونے کی صورت میں یہ واؤ عاطفہ کے ذریعہ اپنے سے پہلے مجرور پر معطوف ہے اور وہ امیین کا لفظ ہے جو صرف جارہ فی کی وجہ سے مجرور ہے۔ اس صورت میں عبارت یوں بنے گی ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم وبعث فی آخرین رسولا منھم۔ یعنی جس طرح خدا نے امیین میں رسول بھیجا اسی طرح آخرین میں بھی بھیجے گا۔

اگر اسے منصوب مانا جائے تو یہ معطوف ہے ''ھم'' پر اور اس کا فاعل یَتْلُوْا، یُزَکِّیْ اور یُعَلِّمُ ہوگا۔ یعنی رسول اللہﷺ صحابہ کے علاوہ کسی اور قوم پر بھی خدا کی آیات پڑھیں گے، ان کی تربیت کریں گے اور ان کو تعلیم دیں گے۔ پس ہر دو صورتوں میں آپؐ کا بروزی طور پر کسی اور قوم میں مبعوث ہونا لازم ہے۔ قریباً تمام مفسرین نے یہی تفسیر کی ہے۔ (دیکھیں تفسیر قرطبی، جلالین، نسفی، کشاف، بیضاوی، فتح القدیر، تفسیر حقانی، روح المعانی، ابن جریر، ضیاء القرآن وغیرہ)

مفسر معارف القرآن لکھتے ہیں:

''لفظ آخرین کے عطف میں دو قول ہیں۔ بعض حضرات نے اس کو امیین پر عطف قرار دیا ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ آخرین کا عطف یعلمھم کی ضمیر منصوب پر ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرتﷺ تعلیم دیتے ہیں امیوں کو بھی اور ان لوگوں کو بھی جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے۔ (معارف القرآن سورہ جمعہ زیر آیت ہٰذا)

سوال نمبر 4: یہ پیشگوئی حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام بخاریؒ جیسے بزرگان کے متعلق ہے۔

جواب: 1) حضرت امام بخاری یا ابوحنیفہ یا کسی اور بزرگ نے کبھی اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

2) نہ ہی وہ اس پیشگوئی کے مصداق بن سکتے ہیں کیونکہ ان کا زمانہ قرب نبوی کی وجہ سے نور اور ہدایت کا زمانہ تھا۔ احادیث میں پہلی تین صدیوں کو بہترین صدیاں قرار دیا گیا ہے اور یہ بعثت اس وقت ہونی تھی جب ایمان نے زمین سے اٹھ کر ثریا ستارے پر جا پہنچنا تھا۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے یہ تیرھویں اور چودھویں صدی کا زمانہ تھا جس کے متعلق علماء اور شعراء لکھ رہے تھے۔

1-نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں: ''اب اسلام کا صرف نام، قرآن کا صرف نقش باقی رہ گیا ہے۔'' (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲)

2-اخبار اہلحدیث لکھتا ہے: ''سچی بات تو یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن مجید بالکل اٹھ چکا ہے۔'' (اہلحدیث امرتسر ۱۴/جون ۱۹۱۲ء)

3-شاعر مشرق علامہ اقبال فرماتے ہیں:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ختم نبوت

آیت میثاق النبیین: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ.

(آل عمران:۸۲)

ترجمہ:''جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔'' (ترجمہ: محمد جونا گڑھی مطبوعہ شاہ فہد قرآن کریم کمپلیکس سعودیہ)

اس کے حاشیے میں لکھا ہے:''یعنی ہر نبی سے یہ وعدہ لیا گیا کہ اس کی زندگی اور دورِ نبوت میں اگر دوسرا نبی آئے گا تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہوگا۔ جب نبی کی موجودگی میں آنے والے نئے نبی پر خود اس نبی کو ایمان لانا ضروری ہے تو ان کی امتوں کے لئے تو اس نئے نبی پر ایمان لانا بطریق اولیٰ ضروری ہے۔''
(قرآن کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر۔مطبوعہ سعودیہ)

تشریح

1-انبیاء اور ان کی امتوں سے لیا جانے والا یہ عہد دائمی ہے کہ جب بھی کوئی رسول آئے اور اپنے سے پہلے رسول کی کتاب کی تصدیق کرے تو نہ صرف اس پر ایمان لانا ضروری ہے بلکہ اس کی تائید ونصرت کرنا بھی ضروری ہے۔آنحضورﷺ بھی کتاب اور حکمت لے کر آئے۔فرمایا:

۱ : **وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ** (النساء: ۱۱۴)

۲ : **وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ** (الجمعة: ۳)

پس اس آیت میں پیشگوئی کی گئی کہ پھر اس کے بعد جو رسول بھی آئے جو اس کتاب یعنی قرآن کی تصدیق کرے تو امت پر فرض ہے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کی تائید ونصرت کرے۔

2-یہ عہد خود آنحضورﷺ سے بھی لیا گیا۔فرمایا:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ...... (الاحزاب: ۸)

(ترجمہ از مولانا محمد جونا گڑھی) جب کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور بالخصوص آپﷺ سے۔......اور ہم نے ان سے پکا اور پختہ عہد لیا۔

آنحضورﷺ سے عہد لینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی امت پر یہ بات فرض کردی گئی کہ آئندہ جب بھی کوئی رسول مبعوث ہو اس پر تمام امت ایمان لائے اور اس کی مدد کرے۔

اعتراضات کے جوابات

اعتراض نمبر1: ثم جاء کم رسول سے مراد آخری رسول یعنی آنحضورﷺ ہیں۔

جواب: 1) ثم کے معنی بعد کے ہیں نہ کہ سب سے آخری چنانچہ منجد میں لکھا ہے:

ثم: حرف عطفٍ یدل علی الترتیب مع التراخی یعنی ثم حرف عطف ہے جو ترتیب کے لئے آتا ہے اور اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ مثلاً

۱ – اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا کُفۡرًا. (نساء: ع ۲۰)

۲ – ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا تَتۡرَا...... ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی وَاَخَاہُ ھٰرُوۡنَ (مومنون: ع ۳)

۳– خَیۡرُالۡقُرُوۡنِ قَرۡنِیۡ ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ (بخاری:)

۴– تَکُوۡنُ النُّبُوَّۃُ فِیۡکُمۡ مَاشَاءَ اللّٰہُ...... ثُمَّ تَکُوۡنُ خِلَافَۃٌ (مشکوٰۃ......)

2) ثُمَّ جَآءَکُم رَسُوۡلٌ میں بتایا ہے کہ تمہارے بعد وہ رسول آئے گا یہ نہیں فرمایا کہ اس کے بعد کوئی اور رسول نہ آئے گا۔

3) اگر ثُمَّ جَآءَکُم رَسُوۡلٌ سے مراد آنحضورﷺ بھی لئے جائیں تب بھی سورہ احزاب کی آیت کے مطابق یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ عہد آنحضورﷺ سے بھی لیا گیا ہے اور آپ کے بعد بھی ایک رسول آپ کی تصدیق کے لئے آئے گا۔

اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلَآئِکَۃِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ (الحج: ۷۶)

ترجمہ: اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے۔ بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

(ترجمہ احمد رضا خان صاحب بریلوی)

تشریح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بیان ہوئی ہے کہ وہ فرشتوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے بھی رسول چن کر بھیجتا رہتا ہے۔ یَصۡطَفِیۡ مضارع کا صیغہ ہے جس میں حال اور مستقبل دونوں زمانے پائے جاتے ہیں۔ بلکہ یہ استمرار تجردی ہے جس میں تینوں زمانے پائے جاتے ہیں۔ پس جس طرح آنحضورﷺ کے بعد فرشتوں کا آنا ثابت ہے اسی طرح انسانوں میں سے بھی رسولوں کا آنا جائز ہے اور رسالت کا سلسلہ جاری ہے بند نہیں ہوا۔

اعتراض نمبر 2: سورہ احزاب کی آیت میں اس وصیت کا ذکر ہے جو شوریٰ: ۱۴ میں لی گئی ہے۔

جواب: 1) دونوں آیات میں میثاق النبیین کے الفاظ ہیں۔ وصیت والی آیت مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ وصیت اور میثاق میں فرق ہے۔ خدا کا ان دونوں لفظوں کو جدا جدا بیان کرنا ہی ان میں فرق کی دلیل ہے۔

2) تفسیر حسینی میں لکھا ہے: ''وَاِذۡاَخَذۡنَا یاد رکھو کہ لیا ہم نے مِنَ النَّبِیّٖنَ نبیوں سے مِیۡثَاقَھُمۡ عہد ان کا اس بات پر کہ خدا کی عبادت کریں اور خدا کی عبادت کی طرف بلائیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کریں یا ہر ایک کو بشارت دیں اس پیغمبر کی کہ ان کے بعد ہوگا اور یہ عہد پیغمبروں سے روز الست میں لیا گیا۔ وَمِنۡکَ اور لیا ہم نے تجھ سے بھی یہ عہد اے محمدؐ (تفسیر حسینی سورہ احزاب زیر آیت ہٰذا)

3) مولانا صلاح الدین یوسف صاحب دیو بندی لکھتے ہیں: ''اس عہد سے کیا مراد ہے؟ بعض کے نزدیک یہ وہ عہد ہے جو ایک دوسرے کی مدد اور تصدیق کا انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیت ۸۱ میں ہے۔ (حاشیہ قرآن کریم ترجمہ و تفسیر مطبوعہ سعودی عرب)

4) مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی لکھتے ہیں: ''یعنی یہ قول و قرار کہ ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کرے گا اور دین کے قائم کرنے اور حق تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے گا۔ ''آل عمران'' میں اس میثاق کا ذکر ہو چکا ہے۔''

(قرآن کریم مترجم مولانا محمود الحسن صاحب تفسیر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی سورہ احزاب زیر آیت ہٰذا)

5) خُصُّوْا بِمِيْثَاقٍ اٰخَرَ فِی الرِّسَالَةِ وَالنُّبُوَّةِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالٰی وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ.

(معارف القرآن جلد ہفتم صفحہ ۹۰ زیر عنوان میثاق انبیاء)

6) یہ آیت انبیاء علیہم السلام سے نبوت ورسالت کے فرائض ادا کرنے اور باہم ایک دوسرے کی تصدیق اور مدد کرنے کا عہد تھا جیسا کہ ابن جریر وابن ابی حاتم وغیرہ نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد روایات ابی بن کعب نمبر ۲۰۷۲۶)

اعتراض نمبر 3: انسانوں میں سے رسولوں سے مراد گذشتہ رسول اور آنحضوﷺ ہیں۔

جواب: 1) یہاں ماضی اصطفی کا لفظ نہیں ہے بلکہ یَصْطَفِیْ مضارع کا صیغہ ہے جس میں حال اور مستقبل دونوں زمانے پائے جاتے ہیں۔

2) یہ سورہ مدنی ہے۔آیت کے نزول تک آنحضوﷺ کی رسالت ہو چکی تھی۔پس آپ کے بعد بھی رسالت کے جاری رہنے کا مضمون بیان ہو رہا ہے۔

3) اگر یصطفی کو ماضی میں مانا جائے تو پھر ملائکہ کے نزول پر بھی بندش لگانی ہوگی۔کم از کم عزرائیل کی آمد تو مسلم ہے۔توفته رسلنا (انعام:٦١) فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں۔لیلۃ القدر میں فرشتوں کا نزول مسلم ہے۔تنزل الملائكة والروح فيها۔ (القدر) من الناس کے الفاظ من الملائكة پر عطف ہیں۔معطوف اور معطوف علیہ کا حکم برابر ہوتا ہے۔اس لئے اگر فرشتہ رسول بنے گا تو انسان بھی رسول بنے گا۔

4) یصطفی کا فاعل خدا ہے اور خدا کی صفت بدل نہیں سکتی۔فلن تجد لسنة الله تبديلا (فاطر:ع ۵) اگلی آیت میں صفت یعلم بیان ہوئی ہے۔(يعلم ما بين ايديهم) کیا خدا اب نہیں جانتا یا آئندہ اسے علم نہ ہوگا۔جو اعتراض یصطفی پر کریں گے وہی یعلم پر بھی پڑے گا۔

5) اگر خدا کی ایک صفت یصطفی ختم ہوگی تو پھر نعوذ باللہ خدا تعالیٰ میں نقص ماننا پڑے گا کہ اس کی ایک خوبی ختم ہوگی۔پس جب تک انسان موجود ہے بوقت ضرورت خدا کی یہ صفت ظاہر ہوتی رہے گی۔

6) یہاں صرف آنحضورؐ کا ذکر نہیں کیونکہ رسلاً جمع کا صیغہ ہے۔

7)(i) مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں: ''یعنی بعض فرشتوں سے پیغامبری کا کام لیتا ہے۔(مثلاً جبریل علیہ السلام) اور بعض انسانوں سے جن کو خدا اس منصب کے لئے انتخاب فرمائے گا۔''

(حاشیہ ترجمہ قرآن مولوی محمود الحسن صاحب)

(ii) سید محمد نعیم الدین صاحب بریلوی لکھتے ہیں: ''اللہ مالک ہے جسے چاہے اپنا رسول بنائے وہ انسانوں میں سے بھی رسول بناتا ہے اور ملائکہ میں سے بھی جنہیں چاہے۔'' (حاشیہ ترجمہ احمد رضا خان صاحب)

(iii) تفسیر مجمع البیان میں لکھا ہے: ''اَللّٰهُ يَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا يَعْنِیْ جِبْرَائِيْلَ وَمِيْكَالَ وَمِنَ النَّاسِ يَعْنِیْ النَّبِيِّيْن (تفسیر مجمع البیان۔سورہ آل عمران زیر آیت ہٰذا)

اعتراض نمبر 4: تشریعی نبی بھیجنا بھی تو خدا کی سنت ہے وہ کیوں بدل گئی۔نیز رسل کا صیغہ جمع ہے کیا دس بیس اکٹھے رسول آئیں گے اور ہر وقت آتے رہیں گے؟

جواب: استمرار کے لئے وقت اور ضرورت کی قید ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کَانَا یَأْکُلَانِ الطَّعَامَ (المائدہ:۷۶) کہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ہر وقت کھانا ہی کھاتے رہتے تھے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ بوقت ضرورت حسب ضرورت کھانا کھاتے تھے۔ رسولوں کے بارے میں فرمایا اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (اللہ بہتر جانتا ہے کہ کب کہاں اور کسے رسول بنا کر بھیجے گا۔ جب ضرورت ہوگی رسول آئیں گے۔

شرعی نبی اس وقت آتا ہے جب گزشتہ شریعت نامکمل ہو یا محرف ومبدل ہو جائے۔ جب اس کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی تو وہ بھی نہیں آئے گا۔ ہاں غیر شرعی نبی اور رسول اس لئے آتا ہے تا کہ سابقہ شریعت کو دلوں میں دوبارہ زندہ کرے اس لئے اس کی ضرورت پڑنے پر اللہ رسول بھیجتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 21

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کیا مامور من اللہ ہونے کے دعویدار کی تکذیب جائز ہے؟

1- ایک دعویدار سچا بھی ہوسکتا ہے اور جھوٹا بھی۔ قرآن کریم نصیحت فرماتا ہے کہ جب تک تمہیں یقینی علم نہ ہو۔ محض ظن کی بنیاد پر انکار کرنا درست نہیں اور بغیر حقیقی علم کے محض ظن کی بناء پر نظریہ قائم کرنا درست نہیں چنانچہ فرمایا۔

مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ (النجم:29)

کہ ان مشرکین کو اس بات کا کوئی علم نہیں وہ صرف ظن کی پیروی کررہے ہیں۔

2- دعویدار یہ اعلان کرتا ہے کہ اللہ نے مجھے مقرر فرمایا ہے۔ اللہ نے اس پر الہام کیا ہے یا نہیں کیا دونوں صورتوں میں کوئی تیسرا شخص موقعہ کا گواہ نہیں بن سکتا۔ اور محض اندازے اور شک کی بناء پر جھٹلانا درست نہیں۔

3- قوم کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر انہیں تسلی نہیں ہوتی تو قبول نہ کریں اور معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں۔ اس کی تکذیب و تکفیر اور مخالفت کا کوئی حق نہیں۔

4- جھوٹے دعویدار کو پکڑنا اور سزا دینا خدا کا کام ہے۔ جسطرح اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے گورنر یا ڈپٹی کمشنر نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے اور وہ جھوٹا ہو تو پہلی ذمہ داری گورنر یا ڈپٹی کمشنر کی ہوگی کہ اسے پکڑیں اور سزا دیں۔

5- فرعون کے دربار میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف فیصلے ہو رہے تھے تو ایک مخفی طور پر ایمان لانے والے شخص نے فرعون کو یہ تنبیہ کی کہ

اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ (مومن:29)

ترجمہ: اگر وہ جھوٹا ہے تو اسکے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو اس کی کی ہوئی بعض اندازی پیشگوئیاں ضرور تمہارے متعلق پوری ہونگی۔ اللہ کو یہ بات اتنی پسند آئی کہ ہمیشہ کے لئے اسے قرآن میں محفوظ فرمادیا۔

6- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے نبوت کے جھوٹے دعوے کئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ سے گفت و شنید بھی کی مگر اسے کوئی سزا نہ دی۔ نہ اس کے خلاف کسی کاروائی کا حکم دیا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت صاحبِ اقتدار تھے انہی ایام میں اس سے ملاقات کے بعد آپ نے رومیوں کے مقابل لشکر تیار کرنے کا حکم دیا مگر اندرون ملک مسیلمہ کے خلاف کسی فوجی کاروائی کا حکم نہ دیا۔ بعد میں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اس نے بغاوت کی اور لشکر کشی کی تو جنگ کے دوران مارا گیا۔

؎ میں اگر کاذب ہوں کذابوں کی دیکھوں گا سزا پر اگر صادق ہوں پھر کیا عذر ہے روزِ شمار (حضرت مسیح موعودؑ)

لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ...

1- نبوت کا دعویدار جب یہ اعلان کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے اور مجھے امام بنایا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی یہ ذمہ داری ہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اسے پکڑے اور اسے اور اسکے مشن کو نیست و نابود کر دے۔ ورنہ قوم کے دھوکہ کھا جانے کا قوی احتمال ہے۔ کیونکہ وحی کا معاملہ تو بندے خدا کے درمیان ہے۔ کسی دوسرے فرد کو یہ علم نہیں ہوتا کہ خدا نے اس پر وحی کی ہے یا نہیں کی۔

2- اگر کوئی شخص اپنے آپ کو گورنر یا ڈپٹی کمشنر کا نمائندہ ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکہ دے تو کیا گورنر یا ڈپٹی کمشنر اسے نہیں پکڑے گا؟

3- اس معاملے میں اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر غیرت دکھاتا ہے۔ اور جھوٹے دعویدار کو لمبی مہلت نہیں دیتا، اسے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ اسکا مشن تباہ و برباد کر دیتا ہے اس کا سلسلہ نابود ہو جاتا ہے۔ اور وقتی طور پر اسکے گرد اکٹھے ہونے والے سب لوگ تتر بتر ہو جاتے ہیں۔ اور دنیا میں کوئی اسکا نام لیوا نہیں رہتا۔

4- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ظاہر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ مخالفین کو یوں ملزم ٹھہراتا ہے کہ تم جو یہ الزام لگاتے ہو کہ نعوذ باللہ اس پر وحی نہیں ہوتی اور یہ دھوکہ دے رہا ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ o لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ o ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ o فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ o (الحاقه:45)

ترجمہ: اگر یہ شخص ہماری طرف جھوٹا الزام منسوب کرتا تو ہم یقیناً اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی رگ جان کاٹ دیتے اور تم میں سے کوئی بھی اسے اس پکڑ سے بچا نہ سکتا۔

پس جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی (نعوذ باللہ من ذالک) جھوٹا الہام بنانے پر اللہ کی زبردست پکڑ سے نہیں بچ سکتے تو آپ کے بعد کوئی جھوٹے الہام کا دعویدار کس طرح خدا کی پکڑ سے بچ سکتا ہے؟

5- مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

''نظام عالم میں جہاں اور قوانین الٰہی ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ کاذب مدعی نبوت کو سرسبزی نہیں ہوتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے۔......... واقعات گذشتہ سے بھی اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ خدا نے کبھی کسی جھوٹے مدعی کو سرسبزی نہیں دکھائی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں باوجود غیر متناہی مذاہب ہونے کے جھوٹے نبی کی امت کا ثبوت مخالف بھی نہیں بتلا سکتے۔ مسیلمہ کذاب اور عبیداللہ عنسی نے .... دعوی نبوت کئے اور کیسے کیسے جھوٹ خدا پر باندھے لیکن آخر کار خدا کے زبردست قانون کے نیچے آ کر کچلے گئے۔''

(مقدمہ تفسیر ثنائی صفحہ 17)(حوالہ صفحہ:142)

غیر احمدی: اس آیت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی صداقت کا ثبوت دیا گیا ہے۔ دوسرے جھوٹے دعویداروں کا اس میں ذکر نہیں۔

جواب: اگر نعوذ باللہ من ذالک کوئی جھوٹا دعویدار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کی مانند زمانہ پا لے تو بلا شبہ غیر مسلموں کو یہ حق پہنچے گا کہ وہ یہ اعتراض کریں کہ اس دروغ گو نے 23 برس تک یا اس سے زائد عرصہ تک زندگی پالی اور ہلاک نہ ہوا تو ہم کیونکہ

سمجھیں کہ ایسے کاذب کی مانند نعوذ باللہ تمہارا نبی نہیں تھا؟ کیونکہ ایک کاذب کو 23 برس تک مہلت مل جانا صاف اس بات پر دلیل ہے کہ ہر دوسرا کاذب بھی اتنا لمبا عرصہ پالے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ کوئی جھوٹا دعویدار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت جتنی مہلت ہرگز نہیں پا سکتا۔

مثال: یہ ایسی ہی مثال ہے کہ مثلاً ایک دوکاندار کہے کہ اگر میں کاروبار میں خیانت کروں یا جھوٹ بولوں تو اس وقت مجھ پر بجلی پڑے گی۔ اس لئے مجھ سے سودا کرتے ہوئے تم بالکل مطمعن رہو۔ تو کیا لوگ اس کی بات کو قبول کرلیں گے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ ہرگز دلیل نہیں بن سکتی سوائے اس صورت میں کہ جو بھی دھوکہ دہی کرے یا جھوٹ بول کر سودا بیچے اس پر اسی وقت آسمانی بجلی گرتی ہو۔ تب تو وہ دوکاندار اس بات میں حق بجانب ہوگا۔ ورنہ نہیں۔

غیر احمدی: بعض انبیاء شہید کئے گئے۔ مثلاً حضرت یحیٰی علیہ السلام۔ کیا اس معیار کے مطابق وہ نعوذ باللہ صادق نہ ٹھہریں گے؟

جواب: یہاں جھوٹے دعویداروں کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ بہر حال ہلاک کر دیئے جاتے ہیں اور صرف ہلاک نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے مقاصد میں بھی نامراد رہتے ہیں، انکا مشن نابود ہو جاتا ہے، انکا سلسلہ فنا ہو جاتا ہے۔ اور انہیں سرسبزی نصیب نہیں ہوتی۔ جیسے مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، وغیرہ۔

پس نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا اور ملہم من اللہ ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرنا زہر کھانے کے مترادف ہے۔ جو زہر کھاتا ہے وہ لازماً ہلاک ہوتا ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر ہلاک ہونے والے نے زہر ہی کھائی ہو نیز کسی نبی کا قتل نہ ہونا اسکی صداقت کے اُن دلائل سے نہیں لکہ جن کے نہ پایا جانے کی صورت میں صداقت ثابت ہی نہ ہو سکے۔ بلکہ یہ ایک زائد دلیل ہے۔ جو بطور انعام ہے پس جب اور بیسیوں دلائل موجود ہوں تو ایک دلیل میں قدح ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ وہ رسول جھوٹا ہے۔ اس لئے اگر بالفرض حضرت یحیٰی علیہ السلام کی شہادت بھی ثابت ہو جائے تو آپ کی صداقت پر حرف نہیں آئے گا۔ کیونکہ آپ کی صداقت پر بے شمار نشانات اور دلائل گواہ ہیں۔ جہاں آپ نے شہادت کا انعام پایا وہاں اپنے مقاصد میں بھی کامیاب ہوئے۔ آپ کا مشن فوت نہیں ہوا بلکہ جاری رہا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچا۔ آج بھی دنیا آپ کو عزت سے یاد کرتی ہے۔

غیر احمدی: وہ انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا اور انگریز کی حکومت تھی اس لئے تباہ نہ ہوسکا۔

جواب: ا۔ کیا انگریز خدا سے زیادہ طاقتور تھا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) قرآن تو کہتا ہے کہ **فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْن** (الحاقہ) کہ تم میں سے کوئی بھی اسے (ہماری) پکڑ سے بچا نہ سکتا۔

۲۔ انگریز نے اچھا پودا لگایا جس نے اس کے خدا عیسیٰ کو ہی مار دیا۔ اور پادریوں کو شکست فاش دی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے یہ عذر بھی اٹھا دیا اور انگریز کی حکومت جاتی رہی۔ پاکستان بننے کے بعد پہلے پنجاب کی سطح پر 53ء میں فسادات ہوئے، پھر 74ء میں مرکزی سطح پر ظالمانہ قانون سازی کی گئی۔ اور مخالفت کا طوفان اٹھا۔ پھر 84ء میں ظلم وستم کی انتہا کر دی گئی۔ مگر جماعت کو تباہ نہ کرسکے۔ نہ ہی اسکی ترقیات میں حائل ہوسکے۔ بلکہ ہر ابتلاء کے بعد جماعت اور زیادہ طاقتور ہو کر ابھری۔ اور ہر طرف پھیلتی چلی گئی اور پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ اور آج کروڑوں انسان حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر عقیدت اور محبت سے سلام بھیج رہے ہیں۔ اور ان عقیدتمندوں کی تعداد روزانہ بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(ماخوذ از کیسٹ سوال جواب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

ایک نہایت اہم سوال:۔

اب جس کو کوئی مقرر کرتا ہے سوال یہ ہے کہ یہ فیصلہ کرنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ کیا اس پر جس نے اسے بھیجا ہے۔ کہ مجھے misuse تو نہیں کیا جا رہا۔ یا اس پر عائد ہوتی ہے جن کی طرف اس کو بھیجا جاتا ہے۔ یہ ہے بنیادی سوال۔ ایک یہ حل کر لیں تو پھر جتنی چاہیں بحثیں کر لیں۔

قرآن کریم نے اس کا فیصلہ دے دیا ہے اور ایسا ایک fundamental اور universal truth ہے وہ کہ کسی وقت کسی ملک میں بھی وہ impliable نہیں ہو سکتا۔

کسی کا کسی کو جھٹلانے کا کوئی حق نہیں بنتا:۔

بنیادی سوال یہ ہے کہ اگر میں نے کسی کو بھیجا ہو ایک پیغام دے کر اور میں نے کسی کے سامنے نہ بھیجا ہو علیحدگی میں اس سے بات ہوئی ہو۔ وہ جا کر پیغام دیتا ہے تو کیا کسی کا حق ہے مجھے reffer کیے بغیر کہے کہ تم جھوٹے ہو؟ کیوں جی ہے یہ کسی کو حق؟ کسی کو حق نہیں ہے۔ اگر خدا جب سے بھیجتا آیا ہے لوگوں کے مشورے کے بعد بھیجتا ہو اور لوگوں کو سنا کر بھیجتا ہو تو فوراً evidence کا مطالبہ ہونا چاہیے کہ بتاؤ تیسرا آدمی کون گواہ تھا۔ یہ وہی بات ہے جس کو غالب نے اپنے رنگ میں بیان کیا ہے۔

؎ پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق ۔۔۔ آدمی ہمارا کوئی دمِ تحریر بھی تھا۔

آدمی کوئی دمِ تحریر نہیں ہوتا۔ جب اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے تو وہ جانے یا جس کو وہ بھیجتا ہے۔ اس پر اگر کوئی یہ کہہ دے بحیثیت قوم یا بحیثیت فرد کہ ہم اعلان کرتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو۔ تو وہ جھوٹا ہو یا نہ ہو اپنے جھوٹے ہونے کا اس نے اعلان کر دیا۔ کیونکہ ایسی چیز میں اس نے جھوٹے ہونے کا اعلان کیا جس میں اس کا دخل ہی نہیں، عمل ہی کوئی نہیں۔ جھوٹ کی ایک تعریف یہ ہے کہ بغیر علم کے جہاں محل نہیں ہے انسان کا اس کے متعلق description دیدے۔ قوی evidence میں یہ ضروری ہے کہ انسان کہے کہ ہاں مجھے علم ہے میں اس موقعہ پر موجود تھا اگر اس کے بغیر کوئی گواہی دیتا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ اتفاقاً بات سچی کر رہا ہو۔

تو یہ ہے سب سے اہم بات کہ جب بھی خدا کی طرف سے کوئی دعویٰ کرتا ہے اس کے ساتھ قوم کا سلوک کیا ہونا چاہیے۔ قوم کو زیادہ سے زیادہ یہ کہنا چاہیے کہ ہمیں اس بارے میں علم نہیں۔ ہمارے دل کو تسلّی نہیں۔ ہمیں یقین نہیں آتا کہ خدا نے تم سے کلام کیا تھا۔ لیکن اللہ بہتر جانتا ہے کہ تم سچے ہو کہ جھوٹے ہو اگر وہ جھوٹا ہے تو وہ جس نے بھیجا ہے اس کو علم ہونا چاہیے۔ اور جس کو علم ہو کہ مجھ پر جھوٹ بولا جا رہا ہے اور دخل نہ دے تو وہ معصوم جو بے چارے اعتبار میں پکڑے گئے وہ تو ملزم نہیں ہوں گے۔ ملزم تو وہ ہو گا جس نے بھیجا ہو گا جس کے علم میں بات آئی ہو، معصومیت سے لوگ مان رہے ہوں اور وہ دخل اندازی نہ کر رہا ہو۔

حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کی ایک مثال:۔

یہ وہ fundamental ہے جس کو قرآن کریم میں ایک پرانے واقعہ کے طور پر محفوظ کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ کی قوم میں جب

اختلاف بڑھ گیا یعنی فرعون اور حضرت موسیٰ کے درمیان۔تو یہ تدبیریں ہونے لگیں کہ یہ چھوٹی سی اقلیت ہمیں غیض دلاتی ہے۔"اِنّ ھٰـــؤلآءِ لَشِرۡذِمَۃٌ قَلِیۡلُوۡن" یعنی چندلوگ ہیں محکوم۔وطن ہمارا ہے ان کی حیثیت کیا ہے۔اورایسی باتیں کرتے ہیں جس سے ہمیں طیش آتا ہے۔ہمیں ان کوٹھیک کرنا چاہیے اورطریقے ڈھونڈنے لگے کہ کس کس طریقہ سے ان کوٹھیک کیا جائے فرعون نے کچھ طریقے سوچے۔اس نے کہا اصل علاج یہ ہے کہ ان کے ایک طرف سے دائیں ہاتھ کاٹو۔دوسری طرف سے بائیں ٹانگ کاٹو یا دائیں ٹانگ کاٹو اور بایاں ہاتھ کاٹو۔تاکہ Balance بگڑ جائے۔ایسا آدمی نہ ہاتھ سے کام لینے کے قابل رہتا ہے نہ پاؤں سے کام لینے کے قابل رہتا ہے۔اوراس قسم کے اورطریقے تھے۔قرآن کریم فرماتا ہے کہ ایسے مواقع پرایک ایسا آدمی جو بے چارہ اتنا کمزورایمان کا تھا کہ جراءت بھی نہیں تھی اپنے آپ کوظاہر کرنے کی۔فرعون کی قوم سے تھا۔اس نے ایک بہت ہی پیاری بات کہی۔اوروہ بات واقعۃً اتنی پیاری تھی کہ اس کوخدا نے وہاں pick کرلیا جوحضرت رسول کریم ﷺ سے انیس سوسال پہلے ایک واقعہ گزرا تھا۔کسی نبی کا کلام نہیں تھا۔نبی کا کلام تو بہت محفوظ ہے۔ ordinary person،ایمان میں اتنا کمزور کہ جراءت نہیں ہے اس کو اپنے آپ کوظاہر کرنے کی لیکن **بات اتنی پیاری خداکولگی کہ سنبھال کررکھ لی کہ محمد مصطفیٰ** ﷺ تشریف لائیں گے تو ان کو بتاؤں گا۔وہ زندہ رہنے کے لائق بات تھی۔تورکھی۔ورنہ وہ اس قابل نہیں تھی کہ اس کوسنبھال کررکھا جائے۔اوریہ سٹائل ہے کہ جس طرح آپ کوکوئی چیزاچھی لگے تو آپ نوٹ کرتے ہیں اپنے دوست کو سنانے کے لیے۔کوئی اچھی چیز دیکھیں تو میں کس کو بتاؤں اس کو بڑامزا آئے گا۔۔اسی قسم کا واقعہ گزرا ہے۔وہ بات یہ ہے کہ اس نے اپنی قوم کو کہا کہ تم کن مخمصوں میں پڑ گئے ہوکہ ان کے ساتھ یہ سلوک کرو،وہ سلوک کرو۔

اِنۡ یَکُ کاذِباًفَعَلَیۡہِ کَذِبُہٗ

یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ اگرجھوٹا ہے تو اس پرجھوٹ پڑیگا۔تم پرتونہیں پڑ جائے گا۔یعنی اتنی معمولی عقل کی بات تمہیں نہیں سوجھ رہی کہ جھوٹا یہ ہے اورمصیبت تمہیں پڑی ہوئی ہے۔جھوٹے کا عذاب جھوٹے پرہی پڑا کرتا ہے۔غیرجھوٹے پرنہیں پڑا کرتا۔اس لیے تم تو free ہو۔تمہاری قوم کوکوئی مصیبت نہیں،کوئی خطرہ نہیں۔تمہارا مستقبل محفوظ ہے۔کوئی جھوٹ بول رہا ہے خداپر۔خداکوعلم ہے وہ خود ہی پکڑ لے گا۔تو ہاتھ پاؤں مارنے کا موقع ہی کوئی نہیں۔یہ پہلا اس نے اعلان کیا۔ساتھ ایک اوراعلان بھی کردیا

وَاِنۡ یَکُ صَادِقاً یُصِبۡکُمۡ بعضُ الَّذِیۡ یَعِدُکُمۡ

لیکن یہ یاد رکھ لینا کہ اگرنکلا سچا۔تو پھر تم مارے گئے۔پھرسچوں کی مخالفت کرنے والے نہیں بچا کرتے۔تم کولازماً وہ دکھ پہنچے گا جسکا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے۔

یہ ہے وہ دستور۔ایسے موقعوں پروہ طریق عمل جوفرعون کے زمانے میں ایک شخص کوسوجھا۔اوراللہ کی پسندیدگی اس کوایسی حاصل ہوئی۔ کہ رسول کریم ﷺ کے سامنے بیان کیا گیا،اورقیامت تک کے لیے یہ قول محفوظ ہوگیا اورعقل اس کی تائید کرتی ہے۔انسانی فطرت اس کی تائیدکرتی ہے۔اوردنیا کے ہرخطہ پرلازماً جاری وساری رہے گا۔کوئی ٹائم نہیں۔کوئی بات نہیں کرسکتا اس پر۔یہ ہے بنیاد۔<u>تواب مقابلہ بعینہٖ اسی شکل کا ہے۔یا یہ دعوے دارجھوٹا ہے یاسچا ہے۔اگرجھوٹا ہے تو علیہ کذبہٗ اگرسچا ہے اورتم نے بغیرعلم کے مخالفت کی تو یُصِبۡکُمۡ بعضُ الَّذِیۡ یَعِدُکم .لازماً تمہیں کچھ بلائیں پہنچ جائیں گی جن کا یہ تم سے وعدہ کرتا ہے</u>۔یہ ہے بنیاد۔

<u>خدالاعلمی کی وجہ سے ماننے والوں کوسزانہیں دیا کرتا:۔</u>

اگلا سوال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جن اگروہ لاعلمی کی وجہ سے قبول کرلیں تو اس کوپکڑتا ہے یا جس کوبھیجتا ہے اس کوپکڑتا ہے۔یہ تو بالکل معمولی سادہ سی بات ہے۔آج اگرگورنمنٹ کا کوئی شعبہ کسی کومقررکرتا ہے کسی جگہ اوروہ جا کراعلان کردیتا ہے کہ جی مجھے D.C نے بھیجا ہے۔ مجھے کمشنر

نے بھیجا ہے۔ کچھ معصوم لوگ بغیر تحقیق کے بھی مان لیتے ہیں ڈر کے مارے کہ کہیں بھیجا ہی نہ ہو۔ ہو جاتا ہے اس طرح لیکن اگر پکڑے جائیں تو سزا ان کو نہیں ملتی۔ جنہوں نے خالصتاً اس نیت سے کہ شاید بھیجا ہو قبول کرتے ہیں۔ سزا ان کو نہیں ملتی۔ سزا اس کو ملتی ہے جو یہ کہتا ہے کہ اللہ کے متعلق کیسے سوچ لیتے ہیں کہ وہ مارے گا ان کو جو بے چارے معصومیت میں مارے گئے۔ محض اللہ کی رضا کی خاطر اس خیال سے کہ شاید اس نے بھیجا ہو۔ اللہ اس کو مارے گا جس کو اس نے نہیں بھیجا اور وہ بیان کرتا ہے وہ باتیں جو اس کو اللہ نے نہیں کہیں ہوتی۔

"و لو تقول علینا ..." آنحضور ﷺ کی صداقت کا معیار:۔

اس اصول کو بھی قرآن کریم بیان کر رہا ہے بڑا کھول کر۔ آنحضرت ﷺ کی صداقت کا ایک ثبوت پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ o لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ o ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ o فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ o (الحاقہ :45)

دیکھو محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی ایک دعویٰ کیا ہے تم کہتے ہو اس نے سارا قرآن کریم جھوٹ بنا لیا ہے۔ حالانکہ تمہیں کوئی نہیں ہم بھیجنے والے ہیں۔ قرآن نازل کرنے والے ہیں۔ ہماری غیرت اور ذمہ داری کا تقاضا یہ ہے کہ وَ لَو تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ سارا قرآن کریم تو الگ رہا اگر ایک بات بھی میری طرف جھوٹی منسوب کی ہوتی تو لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ہم اس کو پکڑتے دائیں ہاتھ سے۔ یمین دائیں کو اس لیے کہتے ہیں، یہاں لفظ یمین اس لیے استعمال ہوا ہے کہ دایاں ہاتھ قوت کا نشان ہے یعنی اس کی قوت کی رگ پر ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔ اس کی ساری قوتوں کے سرچشمہ کو پکڑ لیتے ہیں۔ پھر کیا کرتے ہیں۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ اور اس کی رگ جان کو کاٹ ڈالتے ہیں یعنی اس کو بالکل تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ پھر تم میں سے کوئی شخص نہیں ہے جو میرے اور اس شخص کے درمیان حائل ہو سکتا۔

یہ وہ معیار ہے جس کو جماعت احمدیہ کہتی ہے کہ اگرچہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے۔ کفار کو مخاطب فرما کے آپ کے متعلق کہا گیا ہے لیکن اگر یہ یونیورسل معیار نہ ہوتا تو کفار پر حجت تمام ہو ہی نہیں سکتی۔ کفار پر اس دلیل سے حجت تبھی تمام ہوتی ہے جب کفار مکہ کے نزدیک یہ بات فی ذاتہ معقول ہو کہ ایسا ہونا چاہیے۔ اگر ہونا ہی نہیں چاہیے ایسا تو پھر معیار صداقت کس طرح بن گیا؟ تو اس میں ایک عقل اور حکمت کا گر ہے کہ وہی بات جو میں نے تمہیداً بیان کی تھی کہ خدا یہ بیان فرمانا چاہتا ہے کہ تم میری خاطر غیرتیں دکھا رہے ہو کہ خدا نے نہیں بھیجا۔ اس جھوٹے کو ہم تباہ کرتے ہیں۔ اور مجھ پر الزام لگا رہے ہو کہ میں گویا بے غیرت ہوں۔ میرے اوپر الزام لگا رہے ہو اور مجھے پرواہ ہی کوئی نہیں بالکل جھوٹ ہے میں زیادہ ذمہ دار ہوں اس بات کا کہ میں اپنی طرف جھوٹ منسوب کرنے والے کو پکڑوں اور پکڑتا ہوں اور ایسے سلسلوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہوں جو اس قسم کے جھوٹ پر قائم ہیں۔

یہ دعویٰ تھا۔ چنانچہ اس دعوے کے بعد آنحضرت ﷺ دشمنوں کی مخالفتوں، ان کی تکلیفوں کے باوجود پنپتے رہے، بڑھتے رہے، پھلتے پھولتے رہے، پھیلتے رہے۔ اور کوئی اس راہ میں حائل نہیں ہو سکا کجا یہ کہ خدا پکڑے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ امتی نبوت کا ہے:۔

جب حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ پہلے تو میں بتا دوں کہ آپ کا دعویٰ آزاد اور مستقل نبوت کا دعویٰ نہیں۔ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری صاحب شریعت نبی ہیں آپ کا دین قیامت تک جاری ہے گا۔ آپ کا سکہ ہمیشہ ہمیش کے لیے چلے گا۔ کوئی

بھی نہیں جو آپ کے حکم کو بدل سکے اور آپ کی غلامی میں امت کی اصلاح کے لیے اور غیر دینوں میں اسلام کے غلبہ نو کے لیے جس وجود نے آنا تھا وہ میں ہوں اور اس حیثیت سے میرا دعویٰ مطیع نبی کا ہے۔امتی نبی کا ہے غلام نبی کا ہے آزاد مستقل صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہ دلیل بیان فرمائی:۔

جب آپ نے یہ دعویٰ کیا۔ بہت سے لوگوں نے مختلف قسم کے اعتراض اٹھائے۔آپ نے دلائل میں سے ایک یہ دلیل پیش کی جو میں نے بیان کی ہے اس پر کہنے والوں نے کہا کہ تم تو انگریز کے لگائے ہوئے پودے ہو تم کہتے ہو میں خدا کا لگایا ہوا پودا ہوں یہ تو خوامخواہ قصّے ہیں ،کہانیاں ہیں۔ ہمارا علم یہ ہے کہ تمہیں انگریز نے خود کاشت کیا ہے اور چونکہ خود کاشتہ پودے ہو اس لیے اس بحث کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ خدا نے بھیجا ہے اور ہم تمہیں برباد کر کے دکھائیں گے۔اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسے علماء کو ایک چیلنج دیا۔آپ نے فرمایا تم یہ کہتے ہو تو میں اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے خدا نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔اس لیے تم اپنی مخالفت کو قرآنی آداب کے اندر دیکھو۔اگر انگریز کا لگایا ہوا پودا ہوں تمہارے نزدیک تب بھی قرآن کریم گالیاں جھوٹ اور افتراء اور گھٹیا مخالفتوں کی اجازت نہیں دیتا۔قرآن کریم نے امت کے لیے کچھ اسلوب، اخلاق مرتب فرمائے ہوئے ہیں جو ضابطہ اخلاق ہیں اس کے اندر رہو۔اور خدا سے یہ دعا کرو کہ اے خدا تیرا تو یہ دعویٰ تھا، تیرا تو یہ وعدہ تھا کہ میں جھوٹے کی رگ جان کاٹ لیا کرتا ہوں۔ہم اس وعدے کی طرف تجھے توجہ دلاتے ہیں۔روؤ، گریہ زاری کرو، سجدے میں گرو، اے خدا اس جھوٹے کو برباد کردے ہماری آنکھوں کے سامنے۔باقی ہم دیکھ لیں گے کہ جھوٹ نہیں پنپتا۔

یہ اعلان آپ نے کیا اور ساتھ اسکے یہ دعویٰ کیا کہ تم سجدے میں اپنی پیشانیاں رگڑ دو روتے روتے تمہاری پلکیں جھڑ جائیں اور آنکھوں کے حلقے جل جائیں مگر خدا کی قسم میں لازماً پھلوں گا اور پھولوں گا اور تمہاری آنکھوں کے سامنے یہ سلسلہ بڑھتا رہے گا۔کیونکہ مجھے خدا نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے اور میں انگریز کا لگایا ہوا پودا، خود کاشتہ پودا نہیں ہوں۔

بعد دعویٰ آپ پر اور آپ کی جماعت پر بے انتہا مظالم:۔

اتنا بڑا اعلان اور دعویٰ کر دیا اگر کوئی غیرت ہو تو نعوذ باللہ من ذٰلک اتنے بڑے چیلنج کے بعد اسے بیدار ہو جانا چاہیے۔نہ صرف یہ کہ ایک آدمی دعویٰ کرتا ہے بلکہ ہر ایک کے لیے چیلنج بن رہا ہے۔دنیا کے لیے بھی اور خدا کے لیے بھی۔بے حد مخالفتیں ہوئیں۔تمام دنیا میں کفر کے فتوے لگے۔احمدیوں کو جلایا گیا ان کے مال لوٹے گئے ان کو طلاقیں دلوائیں گئیں۔غیروں کی طرف سے گھروں سے نکالے گئے۔شہید کیے گئے لیکن مخالفت کے بعد جماعت بڑھنے لگی اور پھولنے لگی پھلنے لگی اور ایک بھی مخالفت ایسی نہیں آئی جس نے اس کو جھوٹا کر دیا ہو۔

ہر دور ظلم میں ناکامی کے بعد بہانے بناتے ہیں:۔

اس دور میں جبکہ انگریز کی حکومت تھی اس وقت علماء نے (یہ کتابوں میں اشتہارات میں رسائل میں لکھی ہوئی باتیں ہیں) یہ عذر پیش کیا اور آج تک بعض اوقات یہی عذر پیش کرتے ہیں، کہتے ہیں دراصل یہ تھا ہی انگریز کا خود کاشتہ پودا اور انگریز تھا بڑا طاقتور۔اس کی حکومت میں ہماری پیش نہیں گئی۔کوشش ہم نے بہت کی۔اتنی بڑی حکومت کے سامنے اس کو برباد کرنیکی کوشش کے ارادے کئے لیکن آگے سے حکومت بڑی طاقتور تھی۔اس کے سامنے ہماری دال نہیں گلی۔حالانکہ اس آیت کا جو آخری ٹکڑا ہے ان کو اس کی طرف نظر کرنی چاہیے تھی۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْن. جب میں پکڑنے کا ارادہ کرتا ہوں تو کوئی دنیا کی طاقت میری راہ میں حائل نہیں ہوسکتی۔انگریز کس طرح حائل ہوگیا خدا کی راہ میں۔حیرت انگیز بات یہ ہے یعنی نعوذ باللہ من ذالک مرزا صاحب کو جھوٹا کرنے کے لیے انگریز کو خدا سے بھی بڑا بنا دیا اور زیادہ طاقتور بنا دیا۔مگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہمیشہ اسی طرح کام کرتی ہے کہ ایک عذر جب پیش کیا جاتا ہے تو اس کو توڑ دیتا ہے۔ایک اور عذر کے لئے

موقع پیدا کر دیتا ہے۔ انگریز کی حکومت آئی اور چلی گئی۔ نام ونشان یہاں سے اٹھ گیا۔ پاکستان میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی اور وہی تنظیم جس کو سب سے زیادہ تائید مذہبی جماعتوں میں جماعت احمدیہ نے کی اور یہ تاریخ کی ایک حقیقت ہے جس کو کوئی جتنا مرضی (مسخ) کرنے کی کوشش کرے۔

احمدیت، مسلم لیگ کی سب سے زیادہ حمایت کرنے والی مذہبی جماعت مگر اس کے باوجود 53ء میں ظلم:۔

تاریخی طور پر یہ بات لکھی گئی کہ تمام مسلمان مذہبی جماعتوں میں سے صرف ایک مذہبی جماعت، جماعت احمدیہ تھی جس نے بحیثیت مذہبی جماعت مسلم لیگ کی تائید کی اور بڑی قربانیاں دیں۔ مگر جب پاکستان بنا تو اسی مسلم لیگ کی حکومت نے۔ دولتانہ صاحب کی جس نے علماء کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے یہ ارادہ کیا کہ اب تو انگریز گئے اب ہم اس کو ختم کر کے دکھاتے ہیں۔ 1953ء کی تحریک آپ میں سے بعض تو بچے ہوں گے یاد نہیں ہوگا لیکن بہت سے بڑے بھی ہیں جنہوں نے آنکھوں سے دیکھی ہوگی۔ وہ رسائل پڑھیں ہوں گے۔ وہ اخبار دیکھیں ہوں گے۔ کتنی شدومد کے ساتھ یہ اعلان ہو رہا ہے کہ انگریز گیا اب ہم دیکھتے ہیں ان کو کس طرح بچ کے نکلتے ہیں۔ بڑی خطرناک تحریک چلی جو جوڈیشنل انکوائری ہوئی جسٹس منیر اور کیانی کی رپورٹ وہ آج بھی ملتی ہے آپ پڑھ کے دیکھ لیں آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ کتنی خوفناک (تھی)...حکومت کا روپیہ استعمال ہو رہا تھا اور جب وہ تحریک آئی احمدیوں کو شہید کر کے چلی گئی ۔ کچھ گھر جلا کے چلی گئی۔ کچھ مال لوٹ کے چلی گئی اور نظارہ لوگوں نے کیا دیکھا کہ پہلے سے برتر طاقت ہو رہی ہے پہلے سے زیادہ قوی ہوگئی ہے۔ اس سے زیادہ پھیل گئی۔

53ء میں ناکامی پر علماء کا تجزیہ:۔

اس وقت علماء نے ایک تجزیہ کیا اور یہ تجزیہ علماء کی کتب میں موجود ہے۔ اخبارات میں بھی چھپا ہوا موجود ہے بڑے بڑے علماء نے یہ بات نکالی۔ <u>یہ نکتہ نکالا کہ دراصل پاکستان میں یہ تحریک اس لیے ناکام ہوئی کہ مشرقی پاکستان اس بات کا قائل نہیں ہے کہ احمدیوں کو زبردستی برباد کیا جائے</u> اور حکومت میں ان کا عمل دخل اتنا گہرا ہے کہ جب تک وہ رہیں گے۔ اس وقت تک احمدیت کا کچھ کرنا مشکل ہے۔ انگریز کی جگہ اس مشرقی پاکستان کے تصور نے لے لی۔ یعنی پہلے انگریز محافظ تھا اب مشرقی پاکستان محافظ ہو گیا ہے۔ کیا نتیجہ نکلا۔ خدا تعالیٰ کس طرح بہانے دور کرتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرقی پاکستان کو بھی الگ کر دیا۔ ٹھیک ہے اگر یہ تمہاری راہ میں روک ہے تو ہم اس کو الگ کر دیتے ہیں۔ لوگ اور وجوہات ڈھونڈتے پھریں، مجھے تو اس کی بڑی وجہ یہ نظر آ رہی ہے، یہ ایک عذر تھا صداقت کی راہ میں جس طرح خدا نے پہلے عذر دور کیے یہ عذر بھی دور فرما دیا۔

73ء کی ملک گیر تحریک میں مظالم کی انتہا اور اس کا انجام:۔

جتنی چاہے تم ملک گیر تحریک چلاؤ اور 1973ء میں ملک گیر تحریک چلی اور ایسی تحریک چلی جس میں سربراہ مملکت ٹیلیویژن پر یہ بیان دیتے ہیں کہ ایک شخص کو بھی میری حکومت میں گولی نہ ماری جائے جو کچھ مرضی کرو law in order ہونا چاہیے۔ نصیحت کرنے کے ساتھ ہی تحفظ دیتے ہیں کہ کسی پر گولی نہیں چلائی جائے گی۔ نتیجہ کیا نکلنا تھا؟ وہی جو نکلا۔ یہ پہلی تحریک تھی جس نے کسی حکومت میں حملہ آوروں کو نہیں روکا...

ایسے دردناک مناظر منظر عام پر ابھرے ہیں کہ وہ تاریخ اگر آپ پڑھیں تو کوئی انسان ایسا نہیں جو صاحب دل ہو اور دردمند ہوئے بغیر رہ جائے۔ ابھی باقاعدہ planning ایسی ہوتی تھی کہ بچوں کو دودھ سے محروم کرنا ہے۔ سرگودھا شہر میں لوگوں کی آنکھوں کے سامنے گھر جلائے گئے۔ کوئی انکے سامنے نہیں آیا۔ <u>پرائم چیف منسٹر صاحب موجود ہیں وہاں۔ یعنی یہ حالات تھے اور ان کی آنکھوں کے سامنے گھر جلایا جا رہا تھا۔ کتب جلائیں جا رہی تھی</u>۔ دینی کتب تھیں۔ کسی کے ساری عمر کے خزانے جلا دیے گئے۔ مکانوں میں اس طرح آگ لگائی گئی کہ اس میں رہنے

والے جلا دیے گئے۔کوئی جگہ ایسی نہیں چھوڑی اور ہر جگہ کھلی چھٹی ملی ہے۔اور پنجاب کے چیف منسٹر صاحب موجود ہیں۔وہ اپنے وعدے پر قائم تھے کہ ہم آپ کو کچھ نہیں کہیں گے۔

نتیجہ کیا نکلا یہاں تک واقعات رونما ہوئے کہ ایک احمدی عورت بے قرار ہوگئی اپنے بچہ کے دکھ کیوجہ سے۔وہ ماں کا دودھ نہ پی سکتا تھا۔دودھ لینے بازار گئی تو دودھ لے کے مڑنے لگی تو ساتھ ایک مخبر جارہا تھا اس نے کہا یہ مرزائن ہے۔وہیں سے ہاتھ مارا اوراس سے دودھ گرادیا ۔کتنے دردناک واقعات ہیں۔سارے پاکستان میں پھیلے پڑے ہیں۔

گوجرانوالہ میں میرے ایک کلاس فیلو تھے افضل مرحوم۔وہ اوران کا بیٹا اشرف جو محکمہ نہر میں ملازم تھا۔ان کے گھر پر جب گھیرا پڑا تو دروازے کوتوڑ کر وہ اوپر کی منزل پر تھے وہاں چلے گئے۔وہاں باپ کے سامنے بیٹے کوذبح کیا گیا اور یہ واقعات کسی احمدی کے بیان کردہ نہیں ہیں جولوگ وہاں دیکھ رہے تھے انہوں نے آ کر گواہی دی،ابھی بھی زندہ موجود ہیں،جس نے گواہی لینی ہووہ جا کران سے گواہی لے سکتا ہے ایک شخص جو شامل تھا وہ غم سے پاگل ہوگیا اور ایک مہینہ تک اس کا علاج کروایا گیا۔لیکن اس کو اتنی تکلیف پہنچی۔لیکن بےآواز شرافت تھی مسلمانوں میں۔دیکھیں۔شرافت کی یہ آواز تھی۔اور دوسرا ایک عملہ جو اوپر تھا اس کو طاقت ملی ہوئی تھی اس نے اس موقع پر ایک گواہ نے خود مجھے بتایا کہ جب وہ دم توڑ رہا تھا۔آواز تو نکل نہیں رہی تھی۔زبان سے اس نے اشارہ کیا پانی کے لیے۔تو باہر گھر کی مرمت کے لیے ریت پڑی ہوئی تھی۔ریت اور سیمنٹ وغیرہ لے کے ایک آدمی نے ریت کی مٹھی بھری اوراس کے منہ میں ڈالی کہ یہ تمہارا پانی ہے۔باپ کے طرف توجہ کی۔اسکو کہا کہ بتائیں اب آپ کا کیا حال ہوگا اس نے کہا جو میرے بیٹے کا تھا۔وہی ہوگا۔میں اس سے کم تو نہیں ہوں ایمان میں۔تمہارے ذہن مین اگر یہ وہم ہے کہ میں اپنے بیٹے سے ادنیٰ ہوں۔یہ وہم دل سے نکال دو۔جس رستے پر اس کو بھیجا ہے مجھے بھی لگادو۔چنانچہ اس کا انجام اینٹوں سے کوٹ کوٹ کر ہوا اور ابھی اس نے پوری طرح دم نہیں توڑا تھا کہ اپنے کوٹھے سے اس کو گرا کر نیچے چوک میں پھینک دیا،کپڑے اتار لیے وہاں پھراس کے بیٹے کی لاش بھی پھینکی گئی۔پانچ گھنٹے تک ننگی لاشیں وہاں پڑی رہیں۔

ان تمام مظالم کے باوجود احمدیت پھلتی پھولتی رہی اور رہے گی:۔

احمدیت کو مٹایا جارہا ہے۔کہاں مٹایا ہے احمدیت کو؟ چند لوگ شہید ہوئے چند باپ گئے،چند بیٹیاں گئیں،چند عورتوں کے سر سے پردے اترے ہیں،کپڑے اترے ہیں،چندلوگ یتیم ہوئے ہیں۔یہ احمدی تو نہیں مرے،کبھی دنیا کی تاریخ میں آج تک یہ واقعہ نہیں ہوا کہ سچائی کو جبر کیساتھ کوئی قوم مٹانے میں کامیاب ہوگئی۔اس وقت کون سا انگریز کون سا مشرقی پاکستان تھا اور یہ خدا کی تقدیر کام کررہی تھی وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ o لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ o ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ o فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ o (الحاقہ:45)

جو ہمارا کاروبار ہے۔اسے ہم جانتے ہیں جب پکڑنے کا ارادہ کرتے ہیں تو کوئی بھی ہماری راہ میں حائل نہیں ہوسکتا....

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ End of Class 21&22 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 23

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی (طٰہٰ:62)

سچے اور جھوٹے میں امتیاز:

1- ہر نبی یہ اعلان کرتا ہے کہ اللہ نے مجھ پر الہام کیا ہے اور نبی بنایا ہے۔ایک عام آدمی کیلئے یہ جاننا مشکل بلکہ ناممکن ہے کہ کیا واقعتاً اللہ نے اس پر الہام کیا ہے اور نبوت عطا کی ہے یا وہ جھوٹ بول رہا ہے۔اس لئے جھوٹے اور سچے دعویدار میں ایک واضح فرق اور بین امتیاز ہونا چاہیئے۔

2- قرآن کریم انبیاء کے حالات بتا کر اس واضح فرق کو خوب کھول کر بیان فرماتا ہے۔کہ جھوٹا ہمیشہ ناکام ونامراد رہتا ہے اور سچا ہمیشہ کامیاب وکامران رہتا ہے۔چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے یہی دلیل اپنے مخالفوں کے سامنے پیش کی کہ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی (طٰہٰ:62) کہ کیا تم دیکھتے نہیں کہ آج تک جس نے بھی اللہ پر جھوٹ باندھا اور جھوٹا دعویٰ کیا وہ خائب وخاسر رہا۔

3- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِباً اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْن. (یونس:18)

ترجمہ: اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کے نشانات کو جھٹلائے یقیناً مجرم لوگ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوتے۔

اس آیت میں دو قسم کے لوگوں کو بدترین ظالم اور مجرم قرار دیا گیا ہے جو کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

اوّل: جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں یعنی جھوٹے مدعیان نبوت دوم: جو اللہ کے نشانات کو جھٹلاتے ہیں۔یعنی سچے انبیاء کے منکر

4- حضرت مرزا صاحب نے آج سے قریباً ایک سو سال پہلے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ فرمایا اور اپنی تائید میں بے شمار نشانات پیش فرمائے۔دوسری طرف آپ کے مخالفوں نے آپ کو مفتری قرار دیا اور ان آسمانی نشانات کو جھٹلا دیا اور مسلسل جھٹلاتے چلے آرہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ان دونوں فریقوں میں کون کامیاب وکامران رہا اور کون ناکام ونامراد؟

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

5- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چیلنج:

آپ پُرشوکت الفاظ میں یہ اعلان فرماتے ہیں:

’’میں نصیحتاً للہ مخالف علماء اور انکے ہم خیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔اگر آپ لوگوں کی یہی طینت تو ہے خیر آپ کی مرضی لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہوکر یا الگ الگ میرے پر بددعائیں کریں اور رو رو کر میرا استیصال چاہیں پھر اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دعائیں قبول ہوں گی۔اور آپ لوگ ہمیشہ دعائیں کرتے بھی ہیں۔لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اس قدر دعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور اس قدر رو رو کر سجدوں میں گریں کہ

ناک گھس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرت گریہ وزاری سے بینائی کم ہوجائے اور آخر دماغ خالی ہوکر مرگی پڑنے لگے یا مالیخولیا ہوجائے۔تب بھی وہ دعائیں سنی نہیں جائیں گی۔کیونکہ میں خدا سے آیا ہوں۔جو شخص میرے پر بددعا کرے گا وہ بددعا اسی پر پڑے گی...... مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کررہے ہیں۔میں وہ پودا نہیں ہوں کہ انکے ہاتھ سے اکھڑ سکوں اگر انکے پہلے اور انکے پچھلے اور انکے زندے اور انکے مردے تمام جمع ہوجائیں اور میرے مارنے کے لئے بددعائیں کریں تو میرا خدا ان تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل بنا کر ان کے منہ پر مارے گا۔دیکھو صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت سے نکل کر ہماری جماعت میں ملتے جاتے ہیں۔آسمان پر ایک شور برپا ہے۔اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لارہے ہیں۔اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے؟

بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔وہ تمام مکروفریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو، ناخنوں تک زور لگاؤ اتنی بددعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ۔پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو۔خدا کے آسمانی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔مگر بدقسمت انسان دور سے اعتراض کرتے ہیں۔جن دلوں پر مہریں ہیں ان کا ہم کیا علاج کریں اے خدا تو اس امت پر رحم کر۔(آمین)(ضمیمہ اربعین صفحہ 6-5)

6- آپ علیہ السلام کی ایک پر درد دعا:

آپ نے ایک قدم اور آگے بڑھ کر یہ دعا کی کہ اے اللہ اگر میں تیری نظر میں جھوٹا اور فریبی ہوں تو

پارہ پارہ کن منِ بدکار را — شاد کُن ایں زمرۂ اغیار را
آتش افشاں بردرودیوار من — دشمنم باش وتبہ کُن کارِ من

یعنی اے اللہ اگر میں بدکار اور جھوٹا ہوں تو پھر مجھے ہلاک کردے اور پارہ پارہ کردے۔میرے گھر کے درودیوار پر آگ کی بارش برسا۔اور میرا دشمن شاد کردے اسے خوش کردے اور میرا تمام کاروبار تباہ کردے۔

اگر آپ جھوٹے تھے (نعوذ باللہ) تو اس چیلنج اور بددعا کے بعد بھی کیوں اللہ تعالیٰ کو آپ کے خلاف غیرت نہ آئی۔اور کیوں آپ اس کے غضب کا نشانہ نہ بنے۔بلکہ اس کے برعکس آپ کا مخالف ہمیشہ ناکام رہا۔آپ اور آپ کا سلسلہ ترقی کرتا چلا گیا۔اور دشمن ہمیشہ ناکام ونامراد رہا اور بد سے بدتر ہوتا چلا گیا۔

؎ کوئی بھی مفتری ہمیں دنیا میں اب دکھا — جس پر یہ فضل ہو یہ عنایات یہ عطا
؎ آخر کوئی تو بات ہے جس سے ہوا وہ یار — بدکار سے تو کوئی بھی کرتا نہیں ہے پیار

کلاس نمبر 24

اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَیَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡاَشۡہَادُ (المومن:52)

1- قرآن کریم سچے انبیاء کی یہ نشانی بتاتا ہے کہ وہ دنیا میں بھی لازماً کامیاب وکامران ہوتے ہیں اور باوجود شدید مخالفتوں کے باوجود شدید رکاوٹوں کے انکا سلسلہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"ہم اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی ضرور مدد کریں گے اور اس دن جبکہ گواہ کھڑے ہونگے۔اسی طرح فرمایا: کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ (مجادلہ:22) یعنی اللہ

نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب آئیں گے۔

2- اس نصرت اور مدد کی تفصیل سورہ نصر میں بیان فرمائی: اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ ○ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ○ (سورۃ النصر)

پس لوگوں کا فوج در فوج قبول کرنا اور قبول کرتے چلے جانا اللہ کی مدد اور نصرت کی بین دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ اپنے آغاز سے لے کر اب تک باوجود ابتلاؤں اور مخالفتوں کے مسلسل ترقی کرتی چلی جارہی ہے۔ سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں سے نکل کر اب کروڑوں میں داخل ہو چکی ہے۔ اور فوج در فوج لوگ اس میں داخل ہورہے ہیں۔

غیر احمدی : مسیح موعود جب آئیں گے تو ساری دنیا ایمان لے آئے گی۔ اور کفر مٹ جائیگا۔

جواب: 1- غلبہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک دلائل اور براہین احمدیہ کا غلبہ اور دوسرا عددی غلبہ۔ جہاں تک عددی غلبے کا تعلق ہے قرآن کریم نے انبیاء کے غلبہ کی تاریخ محفوظ فرمائی ہے یہ غلبہ آناً فاناً نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ تدریجاً ہوتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو افضل الانبیاء ہیں اور آپ کی قوت قدسیہ سب سے بڑھ کر ہے۔ اسلام تدریجاً پھیلا اور پھیل رہا ہے۔ اس کے باوجود ابھی تک دنیا کی اکثریت مسلمان نہیں ہوئی۔ لیکن دلائل کی رُو سے غلبہ تو فوری حاصل ہو جاتا ہے۔

؎ آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

2- اس بات کا ثبوت کہ لازماً کوئی جماعت غالب آئے گی قرآن کریم یہ دلیل دیتا ہے کہ

اَفَلَا یَرَوۡنَ اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُہَا مِنۡ اَطۡرَافِہَا اَفَہُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ (الانبیاء:45)

کیا یہ (مخالف) دیکھتے نہیں کہ ہم انکی زمین کو ہر طرف سے کم کرتے چلے جارہے ہیں۔ (اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین کو بڑھاتے چلے جارہے ہیں۔) کیا پھر بھی مخالف گمان کرتے ہیں کہ وہ غالب آئیں گے۔ پس جو فریق مسلسل ترقی کر رہا ہے وہی لازماً غالب آئے گا۔

3- احمدیت کو عیسائیت سے خاص مشابہت ہے۔ انہیں 300 سال ابتلاؤں میں رہنے کے بعد غلبہ ہوا۔ اسی طرح جماعت کو بھی غیر معمولی تدریجی غلبہ حاصل ہو رہا ہے۔

؎ اس قدر نصرت کہاں ہوتی ہے اک کذاب کی کیا تمہیں کچھ ڈر نہیں ہے کرتے ہو بڑھ بڑھ کے وار

؎ ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر میری جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہر نبی کو غلبہ نصیب ہوتا ہے مگر مرزا صاحب کو تو غلبہ نصیب نہیں ہوا تھا۔

كتب الله لاغلبنّ انا و رُسُلی انّ الله قوی عزيز. (المجادلة : ٢٢)

بل متّعنا هٰؤلآءِ وَاٰبائهم حتّٰى طالَ عليهم العمرُ اَفلا يرون اَنّاناتی الارضَ ننقُصُها مِن اطرافها افهم الغٰلبونَ(الانبيآء : ٤٥)

(کیسٹ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مرتبہ از دفتر منصوبہ بندی)

اس ابہام کو دور کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:۔

قرآن کی طرف سے غلبہ کی تقدیر:۔

قرآن ایک قدم اور آگے بڑھاتا ہے تصدیق کے لیے۔فرماتا ہے۔یہ کمزور ہے دعویدار۔سب جانتے ہیں اور سب دنیا چھوڑ بیٹھی ہے ۔لیکن کہتا یہ ہے کہ مجھے خدا نے بھیجا ہے۔اگر خدا نے بھیجا ہے تو خدا کی طرف سے غلبے کی تقدیر ظاہر ہونی چاہیے۔اگر جھوٹا تھا تو بربادی کی تقدیر ظاہر ہونی چاہیے اور اگر سچا ہے تو پھر غلبہ کی تقدیر ظاہر ہونی چاہیے اور خدا تعالیٰ نے اپنے اوپر فرض کر لیا ہے کہ میں اور میرے بھیجے ہوئے ہمیشہ غالب آ کر رہیں گے۔یہ تقدیر بھی اسی طرح ہر نبی کی قسمت میں جاری ہوتی ہے جو سچا ہو۔

کیسے علم ہو کہ یہ غلبہ دائمی ہے؟:۔

لیکن سوال یہ اٹھا کرتا ہے۔پہلے بھی اٹھتا رہا اب بھی اٹھے گا کہ ہمیں کیا پتہ کہ یہ شخص واقعۃً غالب آ جائے گا۔ہوسکتا ہے وقتی فعل ہو۔دو چار دن کے قصے ہوں پھر آہستہ آہستہ مٹ جائے گا اور یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ جن کی زندگی میں ان کے غلبے کی کوئی علامتیں نظر نہیں آئیں۔مثلاً حضرت مسیح ناصریؑ ۔نہایت مظلومی کی حالت میں اس دنیا سے چلے گئے۔تو کیا خدا نے ان کے لیے یہ انتظام نہیں کیا تھا؟اس اعتراض کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن کریم جو کامل کتاب ہے وہ غلبے کا ایک phenomena پیش کرتی ہے۔ایک فلسفہ کھولتی ہے۔قرآن کریم فرماتا ہے

اَفَلا يرَون اَنا ناتی الارض ننقصُ من اَطرافِها

کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے اس بات کو کہ ہم غیروں کی زمین کو کم کرتے چلے جاتے ہیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی زمین کو بڑھاتے چلے جا رہے ہیں۔پس جس کی زمین کم ہو رہی ہے وہ کس طرح اس پر غالب آ جائے گا جس کی زمین بڑھ رہی ہے؟

اسی دلیل کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے لیے پیش فرمایا:۔

یہ وہ phenomena ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے لیے پیش فرمایا۔آپ نے فرمایا تم جتنی بھی مخالفت کرو گے ،جتنا بھی مخالفتوں کو بڑھاؤ گے اگر جھوٹا ہوں تو اس وقت میری زمین کم ہونی چاہیے کیونکہ جب سیلاب اور طغیانیاں آتی ہیں تب زمینیں کھائی جاتی ہیں کناروں کی۔لیکن یہ تو نہیں ہوا کرتا کہ سیلاب آئیں اور طغیانیاں آئیں اور کنارے پھیل جائیں اور پانی سکڑ جائے۔اور وہ کم ہوتا چلا جائے۔

یہی دلیل حضرت مسیح ناصریؑ کی صداقت پر تھی:۔

یہ وہ عقلی دلیل ہے جس کو قرآن کریم نے تمام انبیاء کے حق میں پیش فرمایا ہے۔اور یہی دلیل حضرت مسیح ناصری کے حق میں بالکل پوری

کر دی۔اتنی تکالیف بڑھتی گئیں ۔اتنے اتنے نئے عذاب ایجاد کیے گئے عیسائیوں کے تکالیف پہنچانے کے لیے۔اس کے نتیجہ میں کم ہونے کی بجائے ہمیشہ وہ بڑھے ہیں۔300 سال کی تاریخ کی طرف قرآن کریم اشارہ کرتا ہے۔ان لوگوں کو عیسائیت کی خاطر بعض دفعہ غاروں میں جانے پر مجبور ہو جاتے تھے اصحاب کہف....تم دیکھو لو کہ کیا بنا؟ ہر ظلم جو ایجاد کیا گیا، ہر دکھ جو سوچا گیا اس کے نتیجہ میں کم ہونے کی بجائے یہ بڑھتے ہی چلے گئے تھے۔ یہاں تک کہ آخر وہ وقت آ گیا جب کلیۃً دشمن کی زمین اور اس کا اناج سارا کھایا گیا اور وہ سارے بالکل exast ہو گئے اور اچانک دنیا نے یہ نظارہ دیکھا کہ وہ مظلوم ساری سلطنتِ روما کے بادشاہ بنا دیے گئے۔

حضرت مسیح کے سے حالات جماعت احمدیہ پر عائد ہوتے ہیں:۔

یہ جو ہے غلبہ کی تاریخ قرآن کریم کی ''افلا یرون انا نأتی الارض ننقصہا من اطرافہا افھم الغٰلبونَ'' یہ جماعت کے اوپر عائد کر کے دیکھ لیجیے کیا اس پر پوری ہوتی ہے یا نہیں؟ بالکل اسی طرح جس طرح حضرت مسیح کے ماننے والوں کے ساتھ سلوک ہوا تھا۔مختلف وقتوں میں جوش آئے ہیں لہریں اٹھی ہیں اور نئی نئی چیزیں ایجاد ہوئی ہیں۔اس طرح نہیں اب یہ اس طرح مارے جائیں گے۔اس طرح پکڑے جائیں گے۔ان کو نوکریوں سے الگ کر دو، ان کے حقوق ختم کر دو، ان کو مجبور کرو کہ اپنے منہ سے رسول اللہ کا انکار کریں ورنہ انکے اوپر تعزیریں لگاؤ۔یہی مطالبے ہیں ناں سارے؟ قبریں اکھاڑ کر پھینک دو پھر دیکھیں گے کہاں تک یہ احمدیت پر قائم رہتے ہیں ابھی حال ہی میں جنگ میں بڑے شان سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ان کو فلاں جگہ اتنی عظیم الشان فتح حاصل ہوئی ہے کہ ان کے ایک 30 دن کے دبے ہوئے مردے کو قبرستان سے اکھاڑ کر وہ مارا۔غالب آ گیا اسلام۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدا فرماتا ہے کہ یہ ساری چیزیں بےکار چلی جائیں گی وہی اسلوب جیتے گا جو محمد مصطفیٰ ﷺ کا اسلوب ہے۔وہی اسلوب جیتے گا جو تقویٰ، قربانی اور دیانتداری کا اسلوب ہے۔تاریخ پر تاریخ کھولتا چلا جاتا ہے قرآن کریم اور فرماتا ہے کہ ہمیشہ ان ہتھیاروں کے مقدر میں شکست پر شکست دیکھی گئی۔اور مظلومیت کے مقدر میں جو حق پر ہو فتح پر فتح لکھی جاتی ہے اور کوئی اس راہ کو بدل نہیں سکتا۔

مسیحیوں پر بھی ظلم کے پہاڑ ڈھائے گئے مگر بالآخر ان کو غلبہ نصیب ہوا:۔

مسیح کا ذکر ہوا تھا۔جو لوگ آپ میں سے تاریخ جانتے ہیں ان کو معلوم ہوگا کہ ایسی ایسی ایجادیں کی گئیں مسیحیت کو ختم کرنے کے لیے کہ بعض موقعوں پر کہا گیا کہ یہ مثلاً.....ایک بہت بڑا مشہور رومن بادشاہ تھا۔بڑا اس کا دماغ تیز تھا۔اس نے کہا کہ اس طرح تو لوگوں کے اندر ردعمل ہوتا ہے اگر ان کی مذہبی مخالفت کریں۔ان کی پولیٹیکل مخالفت ہونی چاہیے اور اس نے کہا کہ یہ لوگ وفادار نہیں ہیں، وفادار شہری نہیں ہیں۔یہ لوگ ایجنٹ ہیں دوسروں کے اس لیے ان کی سزا یہی ہے کہ ان کو گھروں سمیت زندہ جلا دیا جائے۔268ء میں یہ واقعہ ہوا ہے۔یعنی حضرت مسیح کو گزرے ہوئے ابھی 268 سال گزر چکے تھے۔ابھی تک کمزوری کی بظاہر یہ حالت تھی۔اور ہزارہا مسیحیوں کو زندہ آگ میں جلا دیا گیا۔

پھر انہوں نے یہ ترکیب سوچی کہ اس طرح نہیں بنتی بات۔کئی لوگ نکل کر بھاگ جاتے ہیں، چھپ جاتے ہیں، غاروں میں چھپ جاتے ہیں۔ان کو ایسی بھیانک سزائیں دینی چاہییں کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو۔چنانچہ جو سپورٹس کی جگہیں ہوتی تھیں ان کی آج تک ان کے نمونے زندہ ہیں، پڑے ہوئے ہیں۔ان میں بادشاہ سلامت اور سارے درباری اور تمام بڑے بڑے امراء بیٹھ جایا کرتے تھے اور پنجروں میں بھوکے شیروں کو اور بھوکے بیلوں کو بند کیا جاتا تھا اور حضرت مسیح کے ماننے والوں کو ایک طرف سے چھوڑا جاتا تھا اور دوسری طرف سے ان درندوں کو چھوڑا جاتا تھا ان کمزوروں پر جو پہلے ہی فاقوں کی وجہ سے مرنے کے لیے تیار ہوتے تھے۔وہ دیکھتے ہی دیکھتے آناً فاناً ان کے جسموں کو ٹکڑے اڑا دیا کرتے تھے اور سارا ہال گونج اٹھتا تھا فتح کے شادیانوں سے اور نعرہ لگتے تھے کہ دیکھو اس طرح عیسائیت ماری جاتی ہے۔

لیکن نہیں ماری گئی۔ بڑھتی گئی، پھیلتی گئی مظالم کے اندر۔نتیجہ کیا نکلا کہ 308 سال گزر رہے تھے کہ روم کا بادشاہ ایک نئی تدبیر سوچ رہا تھا کہ اس تدبیر سے عیسائیوں کو ہلاک کیا جائے گا۔تو وزیر نے آگے سے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت یہ تعزیر تو ہوگی اچھی لیکن اپنے گھر کی خبر تو نہیں۔آپ کی ملکہ بھی عیسائی ہو چکی ہے۔

یعنی وہ عیسائیت جس کو جھونپڑوں میں پنپنے کی اجازت نہیں تھی وہ درباروں میں داخل ہو چکی تھی اس وقت۔ وہ غصے سے واپس پلٹا اور گھر میں گیا اور جب اس نے ملکہ سے گفتگو کی تو باہر آ کر عیسائیت کا اعلان کیا اور چونکہ پہلے ہی ان دکھوں کے ردعمل میں لوگ سمجھ چکے تھے کہ یہ ہیں عجیب لوگ۔اور ایک ہی دن میں یہ عجیب واقعہ ہوا کہ ساری سلطنت روما عیسائی ہوگئی۔

انبیاء کا غلبہ آناً فاناً نہیں بلکہ تدریجاً ہوتا ہے:۔

تو خدا تعالیٰ یہ فرماتا ہے جب فرماتا ہے کہ ''لاغلبن انا ورسلی'' یہ مطلب نہیں ہی کہ ضرور آناً فاناً زبردستی کسی کو غالب کر دیا جائے گا۔میری تقدیرِ غلبہ کام کرتی چلی جائے گی اور نہیں تھکے گی اور نہیں ماندی ہوگی۔تمہاری زمینیں کٹتی چلی جائیں گی اور گھٹتی چلی جائیں گیں۔ یہاں تک کہ بالآخر وہ جو میرے نام پر تکلیفیں اٹھانے پر آمادہ تھے غالب کر دیے جائیں گے۔

یہ تقدیر ایک کھلی ہوئی تقدیر ہے۔اس کو آپ واپس نہیں پلٹ سکتے، پس انبیاء کے متعلق اگر کسوٹی لینی ہے تو قرآن سے لیجیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ End of Class 23&24 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 25

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُراً مِنۡ قَبۡلِہٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡن (یونس:17)

معیار صداقت:

1- جب کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو اسے پرکھنے کا کوئی معیار ہونا چاہئے۔ مگر ضروری ہے کہ وہ معیار دعویدار اور جس نے پرکھنا ہے دونوں کو تسلیم ہو کہ واقعی یہ معیار درست ہے۔ اگر معیار الگ الگ ہوئے تو کبھی فیصلہ نہ ہو سکے گا۔

2- اس سلسلہ میں وہ کتاب جو ہر لحاظ سے شک وشبہ سے بالا ہو۔ اور دونوں فریقوں کو مسلّم ہو اس میں جو معیار دیئے گئے ہیں انہیں اختیار کرنا درست اور معقول طریق ہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ درست رہنمائی کریں گے۔

3- قرآن کریم نے دنیا کے سب سے معزز اور سب سے بڑے نبیؐ کی صداقت کو جو معیار پیش فرمایا ہے وہ انتہائی اعلیٰ معیار ہے اگر اس معیار پر کوئی پورا اترتا ہے تو ہرگز اسے جھوٹا نہیں کہا جا سکتا۔ وہ لازماً سچا ہوگا۔

4- قرآن کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعویٰ سے قبل کی پاکیزہ زندگی کو بطور دلیل پیش کرتا ہے۔ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ اعلان کردے کہ فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُراً مِنۡ قَبۡلِہٖ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡن (یونس:17)

ترجمہ: یقیناً (اس دعویٰ سے پہلے) میں عرصہ دراز تم میں گزار چکا ہوں۔ کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

i) جب کوئی شخص دعویٰ نبوت کرتا ہے تو لازماً اس کی مخالفت ہوتی ہے۔ ٹھٹھا اور استہزاء کیا جاتا ہے۔ طرح طرح کی عیب جوئیاں اور الزام تراشیاں کی جاتی ہیں۔ کیونکہ دعوے کے بعد مخالف آنکھ میں نفرت اور تعصب پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن دعویٰ سے قبل کی ہر آنکھ نیوٹرل (neutral) ہوتی ہے۔ اس لئے دعویٰ سے پہلے کی زندگی کو معیار صداقت کے طور پر بطور دلیل پیش کیا گیا ہے۔

ii) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوے سے قبل لوگ صادق اور امین کہتے مگر وہی زبانیں بعد میں نعوذ باللہ من ذالک جھوٹا، کذاب، جادوگر، ایجنٹ اور نہ جانے کیا کیا الزامات لگانے لگیں۔ وَقَالَ الۡکَافِرُوۡنَ ھٰذَا سَاحِرٌ کَذَّابٌ (صٓ:5)

عقلی دلیل: اس میں ایک عقلی دلیل دی گئی ہے کہ جس شخص نے کم وبیش 40 سال تک کسی کے سامنے ادنیٰ سا بھی جھوٹ نہ بولا ہو۔ جس کا بچپن چاک صاف، جسکی جوانی نہایت پاکیزہ اور بے داغ ہو وہ ادھیڑ عمر میں قدم رکھتے ہوئے اچانک دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ یعنی خدا پر افترا باندھنے لگ جائے۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ یہ خلاف عقل ہے۔

چند اشد ترین مخالفوں کی گواہی:

اوّل المفکرین مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے براہین احمدیہ پر ریویو لکھتے ہوئے گواہی دی کہ

''مؤلف براہین احمدیہ کے حالات وخیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں۔ ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں۔ بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی وشرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب.... مؤلف براہین احمدیہ مخالف وموافق کے تجربے اور مشاہدے کی رُو سے (واللہ حسیبہٗ)

شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیزگار و صداقت شعار ہیں...... اب ہم اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جسکی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِکَ اَمْرًا۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم........ دو چار ایسے اشخاص انصارِ اسلام کی نشاندہی کرے۔ جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھا لیا ہو۔'' (اشاعۃ السنۃ جلد 7 صفحہ 169)

دوئم- مولوی سراج الدین صاحب جو مولوی ظفر علی صاحب ایڈیٹر اخبار زمیندار کے والد تھے نے شہادت دی کہ ''ہم چشم دید شہادت سے کہتے ہیں کہ جوانی میں نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔'' (اخبار زمیندار 8 جون 1908ء)

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چیلنج:

فرمایا: ''تم کوئی عیب افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے۔ تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے۔ یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کرسکتا ہے؟ پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اس نے ابتدا سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا۔ اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے''۔ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ 62)

کلاس نمبر 26

علم غیب کا عطا ہونا:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (الجن: 28-27)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ) غیب کا جاننے والا ہے۔ وہ اپنے غیب پر اپنے رسولوں کے سوا اور کسی کو کثرت سے اطلاع نہیں دیتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بکثرت غیب کی خبریں عطا کی گئیں۔ آپ نے کثرت سے پیشگوئیاں کیں جو وقت پر پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ جنکا انکار مخالف بھی نہیں کرسکتے۔ حضور نے اپنی کتاب میں بعض پیشگوئیوں اور نشانات کا ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً تریاق القلوب میں 75 نشانات، نزول المسیح میں 123 اور حقیقۃ الوحی میں 208 نشانات کا ذکر ہے۔ نمونۃً بعض نشانات پیش ہیں۔

1- پنڈت دیانند کی موت: ہندوؤں کے مشہور فرقہ آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند سنگھ کے متعلق 1883ء میں فرمایا کہ ''انکی زندگی کا خاتمہ ہوگیا ہے'' چنانچہ وہ اسی سال مرگیا۔

2- پنڈت لیکھرام کی موت: شدید معاند اسلام لیکھرام نے 1886ء میں آپ کے متعلق پیشگوئی کی کہ نعوذ باللہ آپ تین سال کے اندر فوت ہو جائیں گے۔ جواباً آپ نے خدا سے خبر پا کر 1893ء میں پیشگوئی کی کہ وہ 6 سال کے اندر عید کے قریب دن میں ہلاک ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ 6 مارچ 1897 کو عبرتناک طریق پر ہلاک ہوگیا۔

3- پیشگوئی مصلح موعود: 20 فروری 1886ء کو آپ نے مصلح موعود کی پیشگوئی فرمائی۔ کہ خدا تعالیٰ ایک عظیم الشان لڑکا عطا فرمائے گا۔ جو صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں

اس سے برکت پائیں گی۔آپ نے فرمایا وہ 9 برس کے اندر ضرور پیدا ہوگا چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ 12 جنوری 1889ء کو پیدا ہوئے۔

4- مضمون بالا رہا: دسمبر 1896ء میں لاہور میں جلسہ مذاہب عالم منعقد ہوا۔آپ نے اس کے لئے مضمون لکھا اور قبل ازیں اشتہار کے ذریعہ الہاماً خبر دی کہ ''یہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔مضمون کا وقت 2 گھنٹے کا تھا مگر زائد وقت دیا گیا پھر بھی ختم نہ ہوا تو جلسے کا ایک دن اور بڑھانا پڑا۔ ملک بھر میں اس مضمون کی دھوم مچ گئی۔قریباً 20 مشہور اخبارات مثلاً سول اینڈ ملٹری، پیسہ اخبار، چودھویں صدی، پنجاب آبزرور وغیرہ نے زبردست خراج تحسین پیش کیا۔یہ مضمون ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔

5- طاعون کی پیشگوئی: 1898ء میں آپ نے طاعون کی وبا پھیلنے کی خبر دی نیز بتایا کہ میں اور میری جماعت اس سے محفوظ رہیں گے۔یہاں تک کہ حکومت کی طرف سے حفظ ماتقدم کے طور پر ٹیکہ لگوانے سے نہ صرف جماعت کو روکا بلکہ خود بھی نہ لگوایا۔تاکہ یہ نشان پوری شان سے ظاہر ہو۔چنانچہ بعض اشد ترین مخالفین سمیت لاکھوں لوگ لقمہ اجل بن گئے مگر آپ اور آپ کی جماعت محفوظ رہی۔

6- الیگزنڈر ڈوئی کی ہلاکت: امریکہ کے ڈاکٹر الیگزنڈر ڈوئی نے 1899ء میں پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا۔1901ء میں اس نے شہر صیہون آباد کیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے مباہلہ کا چیلنج دیا مگر اس نے قبول نہ کیا۔جب امریکہ کے اخبارات میں اس مباہلہ کا شور پڑا اور اسکے مریدوں نے اسے مجبور کیا کہ جواب دے تو اس نے کہا۔''کیا میں مکھیوں مچھروں کا جواب دوں اگر میں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو انہیں کچل کر مار ڈالوں گا۔'' چنانچہ اس گستاخی کے نتیجے میں اس پر فالج کا حملہ ہوا۔اس پر دھوکے، غبن اور عیاشی کے الزامات لگے۔تمام مرید حتّٰی کے بیوی بچے بھی اسے چھوڑ گے یہاں تک کہ سسک سسک کر 1907ء میں ہلاک ہو گیا۔

7-مباہلہ کا چیلنج: آپ نے نشانات دیکھ کر انکار کرنے والوں کو آخری طریق فیصلہ کے طور پر مباہلہ کا چیلنج دیا۔اکثر مخالف بہانے بنا کر بھاگنے لگے مگر جنہوں نے لعنۃ اللہ علی الکاذبین پر حلف قبول کیا وہ مارے گئے۔مثلاً رشید احمد گنگوہی پہلے اندھا ہوا پھر سانپ کاٹنے سے مر گیا۔مولوی شاہ دین لدھیانوی دیوانہ ہو کر مرا۔مولوی عبداللہ، مولوی محمد لدھیانوی وغیرہ بھی مباہلہ کا شکار بنے۔

8- دو عظیم شہادتیں: آپ کو الہام ہوا:''شَاتَانِ تُذْبَحَانِ'' کہ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔چنانچہ کابل کی زمین میں 1903ء کو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید اور حضرت میاں عبدالرحمٰن صاحب کی دردناک شہادتیں ہوئیں۔

9- اپنے خاندان سے متعلق عظیم نشان: آپ کو الہام ہوا''یَنْقَطِعُ اٰبَآءُکَ وَ یُبْدَأُ مِنْکَ.'' تیرے باپ دادے کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور تجھ سے شروع کیا جائے گا۔یعنی اب تیری نسل چلے گی۔اس وقت آپ کے خاندان کے افراد کی تعداد 70 تھی جو آپ پر ایمان نہ لائے وہ سارے لاولد رخصت ہو گئے۔صرف آپ کی نسل چلی اور انکی جو آپ پر ایمان لائے۔اور اب وہ سینکڑوں میں پہنچ چکے ہیں اور ساری دنیا میں پھیل چکے ہیں۔

10- پہلی جنگ عظیم: 1905ء میں آپ کو پہلی جنگ عظیم سے متعلق الہامات ہوئے۔

11- آپ کی وفات سے متعلق پیشگوئی: 1905ء میں رسالہ الوصیت میں آپ نے اپنی وفات سے متعلق پیشگوئیاں شائع فرمائیں۔

12-''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے'' کا الہام پورا ہوا۔پہلے خلافت ثالثہ میں غانا کے سر ایف ایم سنگھاٹے ایمان

لائے۔2000ء میں بینن کے دو بادشاہ ایمان لائے اور حضورؒ کے کپڑوں کا تبرک حاصل کیا۔

13-''میرے فرقہ کے لوگ علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے'': 1979ء میں ڈاکٹر عبدالسلام کو نوبل پرائز ملا۔

14-''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' کا الہام بڑی شان سے پورا ہوا اور ہو رہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ End of Class 25&26 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 27

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

چاند اور سورج گرہن

قرآن کی پیشگوئی:

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَ خَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (القیامہ:8 تا 1)

ترجمہ: جب نظر چندھیا جائیگی۔ اور چاند کو گرہن لگے گا اور سورج اور چاند کو جمع کر دیا جائے گا۔ (یعنی اُسی ماہ میں چاند گرہن کے بعد سورج گرہن ہوگا)

تورات کی پیشگوئی:

''سورج طلوع ہوتے ہوتے تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا۔'' (یسعیاہ 13/11)

انجیل کی پیشگوئی:

''اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا۔ اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمان کی قوتیں ہلائی جائیں گی۔ اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دیگا۔ اور اس وقت زمین کی سب قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اِس کنارے سے اُس کنارے تک جمع کریں گے۔'' (متی باب 24 آیت 29 تا 31)

(نوٹ: یہ پیشگوئی مثیل مسیح سے متعلق ہے ورنہ عیسائیوں کے بقول اگر حضرت مسیحؑ نے ہی ظاہری طور پر آنا ہے تو سب قوموں کے چھاتی پیٹنے کے کیا معنی؟)

حدیث کی پیشگوئی:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل کے ساتھ اس پیشگوئی کا ذکر فرمایا کہ:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ : اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَّمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ. وَلَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ.

(دار قطنی کتاب العیدین باب صفۃ صلوۃ الخسوف والکسوف) (حوالہ صفحہ:143)

ترجمہ: حضرت محمد بن علی (یعنی امام باقرؒ) سے روایت ہے کہ۔ ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ایسے ہیں کہ جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں وہ کسی کے لئے اسطرح ظاہر نہیں ہوئے۔ ایک یہ کہ رمضان میں پہلی تاریخ کو چاند گرہن لگے گا اور دوسرا یہ کہ سورج کو اُسی رمضان کی درمیانی تاریخ میں گرہن لگے گا اور جیسے اللہ

تعالیٰ نے زمین وآسمان بنائے یہ نشان کبھی (کسی کیلئے) ظاہر نہیں ہوئے۔

تشریح:

1- لفظ ''ہمارے مہدی'' سے ایک تو پیار کا اظہار ہوتا ہے دوسرا معلوم ہوا ہے کہ اور بھی جھوٹے مہدی پیدا ہوں گے مگر جب سچا امام مہدی آئے گا اور دعویٰ فرمائے گا تو اسکی صداقت کیلئے یہ دو نشان ظاہر ہونگے۔ جسے وہ اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کرے گا۔

2- چاند گرہن کے لئے جو تین راتیں (13۔14۔15) معین ہیں۔ ان میں پہلی رات یعنی 13 رمضان کو گرہن ہوگا۔ اور سورج گرہن کیلئے جو قمری مہینے کے تین ایام (27۔28۔29) مخصوص ہیں یہ گرہن درمیان والے دن یعنی 28 رمضان کو ہوگا۔ (حوالہ صفحہ:146)

3- یہ دونوں گرہن ایک ہی رمضان میں مقررہ تاریخوں میں ہونگے۔ ایک حدیث میں ہے کہ یہ نشان کسوف وکسوف دو مرتبہ (مَرَّتَیْن) رمضان میں ظاہر ہوگا۔

عظیم الشان نشان کا ظہور:

1- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1891ء میں خدا سے خبر پا کر یہ اعلان فرمایا کہ میں ہی مسیح موعود اور مہدی موعود ہوں۔ چنانچہ حسب پیشگوئی آپ کے دعویٰ کی تائید میں 1894ء میں 21 مارچ بروز بدھ بمطابق 13 رمضان 1311ھ شام 7 بجے سے 9 بجے تک چاند گرہن لگا۔ اور 6 اپریل بروز جمعۃ المبارک بمطابق 28 رمضان 1311ء دوپہر 9 بجے سے 11 بجے تک سورج کو گرہن لگا۔

چاند گرہن لگنے کے بعد 28 رمضان کا شدت سے انتظار ہونے لگا۔ اس کے لئے بیت المبارک کی چھت پر پورا اہتمام کیا گیا تھا۔ دور دور سے احباب سورج گرہن کے مشاہدہ کیلئے قادیان آنے لگے۔ اپنے رفقاء کے ساتھ سورج گرہن کیلئے آپؑ محوِ انتظار تھے کہ ٹھیک 9 بجے ایک دوست نے سورج گرہن لگنے کی خبر دی۔ شیشوں پر سیاہی لگا کر گرہن دیکھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضورؑ نے بھی سورج گرہن کا مشاہدہ کیا اور نماز کسوف ادا کی۔

2- اگلے سال اہل مغرب کیلئے رمضان کے مہینے میں انہی تاریخوں میں یعنی 13 اور 28 رمضان کو چاند اور سورج گرہن لگا۔

یہ نشان سینکڑوں ہزاروں سعید روحوں کیلئے ہدایت کا موجب بنا۔ اور بن رہا ہے۔

؎ آسماں میرے لئے تو نے بنایا اِک گواہ چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

کلاس نمبر 28

غیر احمدی: قرآن کریم کی آیت وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (قیامہ:10) یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

جواب:

یہ امور کہ چاند کو گرہن لگے گا اور سورج اور چاند کو اکٹھا کر دیا جائے گا یہ قرب قیامت کی علامات میں سے ہیں نہ کہ قیامت کے واقعات میں سے، کیونکہ قیامت کے دن تو یہ نظام کائنات تباہ ہو جائے گا۔ نہ یہ سورج ہوگا نہ چاند نہ انکا محوری نظام نہ انکا کسوف نہ انہیں کوئی دیکھنے والا۔ جب دنیا کا سلسلہ ہی لپیٹا گیا تو یہ کس بات کی نشانیاں ہونگی۔ پس یہ قرب قیامت کی یعنی مسیح موعودؑ اور امام مہدیؑ کے زمانے کی علامات ہیں جیسے وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (التکویر:5) جب اونٹنیاں بیکار چھوڑ دی جائیں گی کی علامت کو حدیث میں مسیح موعودؑ کے زمانے کی تعیین کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ مسیح موعود اس وقت آئیگا جب وَلَتُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا (مسلم کتاب الایمان باب بیان نزول عیسیٰ بن

مریم) کہ جب اونٹنیوں کو ترک کر دیا جائے گا۔اوران پر سواری نہ کی جائے گی۔(اصل حوالہ کلاس نمبر 1-2 میں موجود ہے)

غیر احمدی: پیشگوئی کے مطابق چاند کو رمضان کی پہلی تاریخ کو اور سورج کی نصف رمضان یعنی 15 تاریخ کو گرہن لگنا چاہئے تھا۔

جواب:

1- پہلی تاریخ کا چاند تو اکثر لوگوں کو نظر ہی نہیں آتا۔اور اکثر اختلاف ہی رہتا ہے اسی لئے رؤیت ہلال کمیٹیاں بنائی جاتی ہیں۔تو بالفرض اگر اس باریک چاند کو بھی گرہن لگے جائے تو وہ کس کو نظر آئے گا۔اور کون اس نشان کو قبول کریگا؟

2- قانون قدرت کے مطابق چاند گرہن یا سورج گرہن اس وقت لگتے ہیں جب سورج چاند اور زمین ایک ہی لائن میں ہوں۔اگر زمین درمیان میں ہو تو اسکا سایہ چاند پر پڑنے سے چاند گرہن لگے گا اور جب چاند درمیان میں ہو تو سورج چاند کے پیچھے چھپ جاتا ہے جسے سورج گرہن کہتے ہیں۔چونکہ چاند زمین کے گرد اور زمین سورج کے گرد ایک معین رفتار سے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔اس لئے ہمیشہ چاند گرہن 13۔14۔15 ہی کو لگ سکتا ہے۔اور سورج گرہن چاند کی 27۔28۔29 تاریخ کو ہی ممکن ہے۔کیونکہ انہی تاریخوں میں چاند، سورج اور زمین کا ایک لائن میں ہونا ممکن ہے۔چنانچہ آج تک ان تاریخوں کے علاوہ کبھی چاند سورج گرہن نہیں لگا نہ ہی لگ سکتا ہے۔پس پیشگوئی میں چاند کی پہلی تاریخ یعنی 13 رمضان کو چاند گرہن اور سورج کی درمیان والی تاریخ یعنی 28 رمضان کو سورج گرہن لگنا تھا۔

3- بعض گذشتہ بزرگان امت نے یہی گرہن کی تاریخیں مراد لی ہیں مثلاً مشہور محقق عالم دین نواب صدیق حسن خان صاحب نے ''حجج الکرامہ فی آثار القیامہ'' (ترجمہ از صفحہ 344) میں یہی تحقیق پیش کی ہے۔اسی طرح مولانا سید ابو احمد رحمانی نے ''دوسری شہادت آسمانی'' (صفحہ 13) میں یہی تاریخیں لکھی ہیں۔اہل حدیث بزرگ مولوی حافظ محمد بن بارک اللہ لکھو کے والے فرماتے ہیں۔

؎ تیرھویں چن ستھویں سورج گرہن ہوسی اس سالے
اندر ماہ رمضانے لکھیا ایہہ ھک روایت والے۔

(احوال الاخرت صفحہ 31)(حوالہ صفحہ:144)

(نوٹ: سہو کتابت سے یا سمجھنے میں معمولی غلطی کی وجہ سے اٹھائیسویں کی بجائے ستھویں لکھا گیا ہے)

غیر احمدی: یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب: 1- حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''یہ پیشگوئی مرفوع متصل حدیث سے بھی صدہا درجہ قوی تر ہے کیونکہ اس نے اپنے وقوع سے اپنی سچائی ظاہر کر دی اور قرآن شریف نے اسکے مضمون کی تصدیق کی۔'' (تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 حاشیہ صفحہ 194)

2- ''یہ حدیث ایک پیشگوئی پر مشتمل تھی جو اپنے وقت پر پوری ہوگئی۔ پس جبکہ حدیث نے اپنی سچائی کو آپ ظاہر کر دیا تو اسکی صحت میں کیا کلام ہے۔...... اس حدیث کو تو کسی شخص نے وضعی قرار نہیں دیا۔ اور اہل سنت اور شیعہ دونوں میں پائی جاتی ہے۔ اور اہل حدیث خوب جانتے ہیں کہ محدثین کا فتویٰ قطعی طور پر کسی حدیث کے صدق یا کذب کا مدار نہیں ٹھہر سکتا۔'' (انجام آتھم روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 294)

3- ''اگر کسی نے اکابر محدثین میں سے اس حدیث کو موضوع ٹھہرایا ہے تو ان سب میں سے کسی محدث کا قول تو پیش کرو جس نے لکھا ہو کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اگر کسی جلیل الشان محدث کی کتاب سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کر سکو تو ہم فی الفور ایک سو روپیہ بطور انعام تمہاری نذر کریں گے۔ جس طرح چاہو اماناً پہلے جمع کرالو۔'' (تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 133)

4- اس عظیم الشان پیشگوئی کو بہت سے بزرگان امت نے اپنے اپنے انداز میں پیش کیا ہے۔ چند کتب کے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔ یہ سب کتب دارقطنی کی روایت کی مصدق ہیں۔

(i) کتاب الفتاوی الحدیثیہ۔ از علامہ شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر مکی۔ مطبوعہ مصر صفحہ 30

(ii) اکمال الدین۔ از محدث اکبر شیخ ابو جعفر الصدوق محمد بن علی بن حسین بن بابو یہ القمی متوفّٰی 318ھ صفحہ 614

(iii) کتاب بحار الانوار از رئیس العلماء امام محمد بن باقر بن محمد تقی اصفہانیؒ جلد نمبر 13 صفحہ 158

(iv) عقائد الاسلام۔ از شمس العلماء مولانا عبدالحق حقانی دہلوی صفحہ 82 (یہ مشہور حنفی عالم دین ہیں) (حوالہ صفحہ:145)

(v) دیوان حضرت شیخ نعمت اللہ ولیؒ متوفّٰی 560ھ۔ فرماتے ہیں۔ ؎ ماہ را روسیاہ می نگرم مہر را دلفگار می بینم

یعنی میں چاند کو تاریک اور سورج کو دلفگار دیکھتا ہوں۔

(vi) حجج الکرامہ فی اثار القیامہ از نواب صدیق حسن خان محدث صفحہ 344

(vii) احوال الآخرت از حافظ محمد بن بارک اللہ ساکن لکھو کے۔ صفحہ 31

(viii) علامہ عبدالعزیز پرہاروی کا یہ مشہور شعر ہے جس میں حروف ابجد کے تحت چاند سورج گرہن کا سال بھی بتایا گیا ہے۔

؎ درسن غاشی ہجری دو قران خواہد بود از پئے مہدی ودجال نشان خواہد بود

یعنی لفظ ''غاشی'' کے مطابق سن ہجری میں دو جڑواں نشان ظاہر ہونگے۔ وہ نشان مہدی اور دجال کے ظہور کے نشان ہونگے۔

(حروف اعداد کے مطابق غ=1000+ الف=1+ ش=300+ ی= 10 کل تعداد=1311ھ)

(ix) قصیدہ ظہور مہدی۔ صفحہ 41 میں مولوی فیروز الدین صاحب لاہوری فرماتے ہیں۔

؎ ہوگا ظاہر اک بڑا چندر گرہن متصل سورج گرہن کے ایک بار

(x) احوال الاخرۃ موسوم بہ اقوال الاخرہ صفحہ 16 پر مفتی غلام سرور صاحب لکھتے ہیں۔

؎ بہت قریب ظہور مہدی وی سمجھو نال یقینے چن سورج گرہیں گرہ جا سن وچہ رمضان مہینے

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

''سورج اور چاند کو گرہن لگنا کیا یہ میری اپنی طاقت میں تھا کہ میں اپنے وقت میں کر لیتا اور جس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سچے مہدی کا نشان قرار دیا تھا اور خدا تعالیٰ نے اس نشان کو میرے دعویٰ کے وقت پورا کر دیا ہے۔ اگر میں اسکی طرف سے نہیں تھا تو کیا خدا تعالیٰ نے خود دنیا کو گمراہ کیا؟ اس کا سوچ کر جواب دینا چاہئے کہ میرے انکار کا اثر کہاں تک پڑتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور پھر خدا تعالیٰ کی تکذیب

لازم آتی ہے اسی طرح پر اس قدر نشانات ہیں کہ انکی تعداد دو چار نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں تک ہے تم کس کس کا انکار کرتے جاؤ گے؟ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 15)

غیر احمدی: کیا ان تاریخوں میں کبھی بھی گرہن نہیں لگا۔ اگر پہلے بھی لگا ہے تو یہ نشان کیسا؟

جواب:

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''ہمیں اس بات سے بحث نہیں کہ ان تاریخوں میں کسوف وخسوف رمضان کے مہینے میں ابتداء دنیا سے آج تک کتنی مرتبہ واقعہ ہوا ہے۔ ہمارا مدعا صرف اس قدر ہے کہ جب سے نسل انسان دنیا میں آئی ہے۔ نشان کے طور پر یہ کسوف وخسوف صرف میرے زمانے میں میرے لئے واقع ہوا ہے۔ اور مجھ سے پہلے کسی کو یہ اتفاق نصیب نہیں ہوا۔ کہ ایک طرف تو اس نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور دوسری طرف اس کے دعویٰ کے بعد رمضان کے مہینہ میں مقرر کردہ تاریخوں میں کسوف وخسوف بھی واقع ہو گیا ہو۔ اور اس نے اس کسوف وخسوف اپنے لئے ایک نشان ٹھہرایا ہو۔'' (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 329 حاشیہ)

ایک عظیم چیلنج:

اسی طرح آپ چیلنج دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کیا تم اسکی نظیر پہلے زمانوں میں سے کسی زمانہ میں پیش کر سکتے ہو؟ کیا تم کسی کتاب میں پڑھتے ہو کہ کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور پھر اس کے زمانہ میں رمضان میں چاند اور سورج گرہن ہوا جیسا کہ اب تم نے دیکھا۔ پس اگر پہچانتے ہو تو بیان کرو اور تمہیں ایک ہزار روپے انعام ملے گا۔ اگر ایسا کر دکھاؤ۔ پس ثابت کرو اور یہ انعام لے لو۔ اور میں خدا تعالیٰ کو اس عہد پر گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو۔'' (نور الحق حصہ دوم۔ روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 212)

پھر فرمایا:

''میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہو کر قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ نشان میری تصدیق کیلئے ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 143)

؎ یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا   یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا۔ لازم آتی ہے اسی طرح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 29

مسیح موعودؑ اور امام مہدیؑ کے زمانے کا تعین

از روئے قرآن کریم و احادیث نبویہ

قرآن کریم، احادیث اور بزرگان امت کے اقوال و رؤیا کشوف کے نتیجے میں سنی وشیعہ اہل علم اس بات پر متفق تھے کہ مسیح ومہدی نے تیرھویں یا چودھویں صدی میں ظاہر ہونا تھا۔

قرآن کریم:

(1) فرمایا ''اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین کی طرف تدابیر کرتا رہے گا۔ پھر ایک عرصہ بعد وہ دین آسمان کی طرف چڑھ جائے گا۔ جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہے''۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (السجدہ:6)

آنحضورﷺ نے پہلی تین صدیوں کو نور اور ہدایت والی صدیاں قرار دیا ہے۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم( )

پس معلوم ہوا کہ تین صدیوں کے بعد نور ایمان اٹھنا شروع ہوگا اور تیرھویں صدی کے آخر تک نقطہ عروج تک جا پہنچے گا۔ گویا ایمان اور اسلام زمین سے اٹھ کر ثریا ستارے پر چلا جائے گا۔ تب چودھویں صدی میں چودھویں کا چاند طلوع ہوگا اور امام مہدی اور مسیح موعود کا ظہور ہوگا۔ جو اسلام اور ایمان کو دوبارہ دلوں میں زندہ کریں گے۔

(2) شیعہ مترجم قرآن حکیم سیّد مقبول احمد صاحب دہلوی لکھتے ہیں

(i) وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (سورہ جمعہ) کی آیت کے نزول پر صحابہ کے سوال پر حضرت سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ''اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی چلا گیا تو اہل فارس میں سے کوئی اسے لائے گا۔ یہ عجیب نشان ہے کہ بحساب جمل اس آیت کے اعداد کی تعداد 1275 بنتی ہے۔ یعنی شدید گمراہی کے دور میں ایمان کو واپس لانے والا امام مہدی تیرھویں صدی کے آخر میں ظاہر ہوگا۔

(ii) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کے حروف چودہ ہیں۔ یعنی بحساب ابجد اور چودہ کا جو راستہ ہے وہی صراط مستقیم ہے۔ (حاشیہ ترجمہ قرآن سورہ فاتحہ) یعنی چودھوی صدی میں ہدایت کا راستہ نمودار ہوگا۔

(3) قرآن کریم نے آنحضورﷺ کو موسیٰ کا مثیل قرار دیا۔ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا( )۔ اور امت محمدیہ کی خلافت کو گزشتہ خلافت کا مثیل قرار دیا گیا۔ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (نور:56)۔ موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں مسیح ابن مریم آئے تھے۔ اس لئے امت محمدیہ میں بھی چودھویں صدی میں مثیل مسیح کا آنا مقدر تھا۔

(1) عن حذیفة بن الیمان قال قال رسول الله ﷺ اذا مضت الف وماتان واربعون سنة یبعث الله المهدی (النجم الثاقب۔جلد2 صفحہ 209)۔جب 1240 سال گزر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ امام مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی پیدائش 1250ھ بمطابق 13 فروری 1835ء کو ہوئی۔فالحمدللہ علیٰ ذالک

(2) آنحضورﷺ نے فرمایا الایات بعد الماتین (ابن ماجہ کتاب الفتن باب الایات ومشکوٰۃ۔کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ)۔یعنی بڑی نشانیاں 200 سال کے بعد ظاہر ہوں گی۔

حضرت ملاعلی قاریؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”اس امر کا احتمال ہے کہ الماتین کا الف لام اس عہد کیلئے ہو جو ہزار کے 200 سال بعد کا ہے یعنی 1200 کے بعد اور وہی وقت ظہور مہدی کا ہے“۔ویحتمل ان یکون الام فی الماتین بعد الالف و هوالوقت ظهور المهدی (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ زیر حدیث)۔

اسی طرح نواب صدیق حسن خانصاحب لکھتے ہیں ”دوسو سال۔ہجرت کے ایک ہزار سال بعد مراد ہے۔جیسا کہ بعض اہل علم نے اس کی یہی تشریح کی ہے“۔ومراد باین دوصد بعد از الف ہجرت بود چنانکہ بعضی از اہل علم تاویل ظہور الآیات بعد الماتین ہمچنیں کردہ اند۔(حجج الکرامہ صفحہ 393)

اور بھی بہت سے علماء نے یہی معنے کئے ہیں کہ 1200 سال بعد مہدی کی علامات ظاہر ہوں گی۔گویا تیرھویں اور چودھویں صدی میں اس کا ظہور ہوگا۔

(3) نبی کریمﷺ فرماتے ہیں ”یقیناً اللہ تعالیٰ اس امت کیلئے ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث کرتا رہے گا جو دین کی تجدید کریں گے۔ان الله یبعث لهذه الامة علی راس کل ماة سنة من یجدد لها دینها (ابوداؤد۔کتاب الملاحم مایذکر فی قرن الماۃ)۔اس حدیث کی رو سے علماء امت یہ یقین رکھتے تھے کہ چودھویں صدی کے مجدد مہدی ہوں گے۔چنانچہ نواب صدیق حسن خانصاحب تیرہ صدیوں کے مجددین کی فہرست دینے کے بعد لکھتے ہیں کہ ”چودھویں صدی شروع ہونے میں دس سال باقی ہیں۔اگر اس صدی میں مہدی اور عیسیٰ کا ظہور ہو جائے تو وہی چودھویں صدی کے مجدد و مجتہد ہوں گے۔وبرسر مائۃ چہاردھم کہ دہ سال کامل آنرا باقی لست اگر ظہور مہدی علیہ السلام ونزول عیسیٰ صورت گرفت پس ایشان مجدد و مجتہد باشند“۔(حجج الکرامہ صفحہ 139)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ”میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس نے اس صدی کے شروع سے پہلے دعویٰ کیا اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس کے دعویٰ پر پچیس برس گزر گئے اور اب تک زندہ موجود ہوں اور میں ہی وہ ایک ہوں جس نے عیسائیوں اور دوسری قوموں کو خدا کے نشانوں کے ساتھ ملزم کیا۔پس جب تک میرے اس دعوے کے مقابل پر انہی صفات کے ساتھ کوئی دوسرا مدعی پیش نہ کیا جائے تب تک میرا یہ دعویٰ ثابت ہے کہ وہ مسیح موعود جو آخری زمانے کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں“۔(حقیقۃ الوحی۔صفحہ 193-194)

(4) دبستان مذاہب میں فرقہ اسماعیلیہ کے عقائد میں لکھا ہے (ترجمہ) ”کہتے ہیں کہ مہدی آخرالزمان کی تعبیر محمد بن عبداللہ سے ہے اور مخبر صادقﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا علی راس الف ثلث مائة یطلع الشمس من مغربها تیرھویں صدی پر سورج مغرب سے طلوع کرے گا۔کہتے ہیں کہ اس حدیث میں طلوع شمس سے مراد امام مہدی کا ظہور ہے“۔

کلاس نمبر 30

مسیح موعودؑ اور امام مہدیؑ کے زمانے کا تعین

از روئے اقوال ورؤیا وکشوف بزرگان امت: بزرگان امت کے اقوال ورؤیا کشوف کے نتیجے میں سنی وشیعہ اہل علم اس بات پر متفق تھے کہ مسیح ومہدی نے تیرھویں یا چودھویں صدی میں ظاہر ہونا تھا۔ مثلاً

(1) صاحب کشف حضرت نعمت اللہ شاہ ولی صاحب (834ھ) فرماتے ہیں

غین ری سال چوں گزشت از سال بو العجب کاروبار می بینم
مہدی وقت و عیسیٰ دوران ہر دو شاہسوار می بینم

(اربعین فی احوال المھدیین مرتبہ محمد اسماعیل شہید صفحہ 2و4)

ترجمہ: جب غین رے یعنی 1200 سال گزر جائیں گے اس وقت مجھے عجیب وغریب واقعات ظاہر ہوتے نظر آتے ہیں۔ مہدی وقت اور عیسیٰ دوران ہر دو کو میں شاہسوار ہوتے دیکھتا ہوں۔

(2) حضرت حافظ برخوردار صاحب (1093ء)

پچھے ہک ہزار دے گزرے ترے سو سال
حضرت مہدی ظاہر ہوسی کرسی عدل کمال

(قلمی نسخہ ''انواع'' صفحہ 14 از حضرت حافظ برخودار صاحب)

(3) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (1175ء)

(i) نواب صدیق حسن خانصاحب فرماتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے امام مہدی علیہ السلام کی تاریخ ظہور لفظ چراغ دین میں بیان فرمائی ہے جو کہ حروف ابجد کے لحاظ سے 1268 ہے۔ ''گویند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تاریخ ظہور او در لفظ چراغ دین یافتہ وبحساب جمل عدد دے یک ہزار دوصد شصت وہشت شوذ''۔ (حجج الکرامہ صفحہ 394)

(ii) نیز آپ خود فرماتے ہیں علمنی ربی جل جلالہ ان القیامۃ قداقتربت والمھدی تھیا للخروج (تفہیمات الٰہیہ جلد 2 صفحہ 160۔ تفہیم نمبر 146)

(4) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب (1239ء)

''بعد بارہ سو ہجری کے حضرت مہدی کا انتظار چاہیے اور شروع صدی میں حضرت کی پیدائش ہے''۔ (اربعین فی احوال المھدیین مرتبہ محمد اسماعیل شہید آخری صفحہ)

(5) الشیخ علی اصغر ابروجروی مشہور شیعہ عالم (پیدائش 1231ء)

''اندر صرغی اگر یمانی زندہ ملک وملک ودین برگردد'' کہ سال ''صرغی'' میں اگر زندہ رہا تو ملک وملک ودین میں ایک انقلاب آجائے گا۔صرغی کے اعداد بحساب ابجد 1300 بنتے ہیں۔(نورالانوار از شیخ علی اصغر صفحہ 215)

(6) <u>مولانا نواب صدیق حسن خانصاحب</u> (1307ء)

(i) بعض مشائخ اور اہل علم کے نزدیک امام مہدی کا ظہور 1200 سال ہجری کے بعد ہوگا لیکن تیرہ سو سال سے تجاوز نہیں کرے گا۔وبعض از مشائخ واہل علم گفتہ اند کہ خروج او بعد دوازدہ صد سال از ہجرت شود ورنہ از سیزدہ صد تجاوز نکند''۔(حجج الکرامہ صفحہ 394)

(ii) نیز فرماتے ہیں ''اب مدت دس ماہ کی ختم تیرھویں صدی کو باقی ہے پھر 1301ھ اور 1884ء سے چودھویں صدی شروع ہوگی اور نزول عیسیٰ وظہور مہدی وخروج دجال اوّل صدی میں ہوگا''۔(ترجمان وہابیہ صفحہ 41-42۔از نواب صدیق حسن خانصاحب)

(7) <u>نواب نورالحسن خان صاحب:</u> آپ 1301ھ میں لکھتے ہیں ''ظہور مہدی کا شروع تیرھویں صدی پر ہونا چاہیے تھا مگر یہ صدی پوری گئی مگر مہدی نہ آئے۔اب چودھویں صدی ہمارے سر پر آئی ہے۔۔۔۔شاید اللہ تعالیٰ اپنا فضل وعدل رحم وکرم فرمائے۔چار چھ برس کے اندر مہدی ظاہر ہوجائیں''۔(اقتراب الساعۃ صفحہ 221)

(8) <u>علامہ سیّد میر محمد عبدالحئی لکھنوی:</u> آپ 1301ھ میں رقمطراز ہیں ''اب چودھویں صدی آگئی ہے۔چھ ماہ گزر گئے ہیں۔اس صدی کا یہ پہلا سال ہے۔دیکھئے کون سے طاق سال میں تشریف لاتے ہیں''۔(حدیث الغاشیہ عن الفتن انحالیہ والغاشیہ صفحہ 350)

(9) <u>حضرت حکیم سیّد محمد حسن صاحب رئیس امروہہ:</u> آپ 1306ھ میں لکھتے ہیں ''پس ان (امام مہدی) کی تشریف آوری اکیس سال بعد 1306ھ سے ہونے والی ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔(کواکب دریہ از حکیم سید محمد حسن صاحب صفحہ 155)

(10) <u>مولانا عبدالغفور شیعہ عالم مصنف ''النجم الثاقب'':</u> آپ 1310ھ میں لکھتے ہیں ''البتہ زمانہ بعثت مہدی کا یہی ہے''۔

(النجم الثاقب حصہ دوم صفحہ 233)

(11) <u>خواجہ حسن نظامی</u> (1374ء)

''اس میں کوئی شک نہیں کہ جو آثار اور نشانات مقدس کتابوں میں مہدی آخرالزمان کیلئے بیان کئے گئے ہیں وہ آج کل ہم کو روز روشن کی طرح صاف نظر آرہے ہیں۔مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ زمانہ ظہور خیر البشر بعداز رسول حضرت محمد بن عبداللہ مہدی آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ السلام قریب آگیا ہے''۔(کتاب الامر۔امام مہدی کے انصار اوران کے فرائض صفحہ 13)

<u>زمینی گواہی:</u> تمام کتب احادیث سنی وشیعہ میں حضرت امام مہدی پر صلیب بیان کی گئی ہے۔یعنی مسیحی عقائد اور غلبے کا ردّ

کرنا۔تاریخ سے معمولی واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ تیرھویں صدی وہ صدی تھی جس میں عیسائیت پورے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئی۔اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف غلبہ پا گئی۔پس ضرور تھا کہ اسی صدی کے آخر میں مسیح ابن مریم ظاہر ہوجاتے۔چونکہ آپ کا بڑا مشن عیسائیوں کے ساتھ مقابلہ بھی تھا۔اسی لئے آپ کو مسیح کا لقب عطا کیا گیا۔

<u>آسمانی گواہی:</u> امام مہدی کے آنے کی ایک عظیم گواہی جو شیعہ وسنی دونوں کتب حدیث میں ملتی ہے وہ چاند سورج کا معین تاریخوں میں گرہن لگنا ہے۔یہ عظیم الشان نشان 1894ء میں ظاہر ہوا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''مجھے خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میرے جان ہے کہ اس نے میری تصدیق کیلئے آسمان پر یہ نشان ظاہر کیا............ میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہو کر حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ اس نشان سے صدی کی تعیین ہوگئی ہے کیونکہ جب کہ یہ نشان چودھویں صدی میں ایک شخص کی تصدیق کیلئے ظہور میں آیا تو متعین ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ نے مہدی کے ظہور کیلئے چودھویں صدی ہی قرار دی تھی''۔

(تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 143)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ EndofClass 29&30 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 31

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اعتراضات کے جوابات

متعدد دعاوی پر اعتراض:

غیر احمدی: مرزا صاحب نے مجدد، امام مہدی، مسیح موعود، نبی کرشن وغیرہ ہونے کے دعاوی کئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ خود تدریجاً یہ دعاوے کرتے چلے گئے۔ ورنہ پہلے دن ہی تمام دعوے کر دیتے۔ نیز آپ نے کبھی کہا کہ میں نبی نہیں ہوں کبھی کہا نبی ہوں؟

جواب:

1- ایک سے زائد دعوے کرنا جھوٹے ہونے کا ثبوت نہیں ہے جیسے خدا ایک ہے۔ مگر صرف سورۃ فاتحہ میں قرآن کریم فرماتا ہے۔ اللہ ''رب العالمین'' ہے۔ ''الرحمٰن'' ہے ''الرحیم'' ہے اور ''مالک یوم الدین'' ہے۔ یہ چار دعوے صرف ایک سورت میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اگر ایک سے زائد دعوے کرنا کسی شخصیت کے ناقابل اعتبار اور جھوٹے ہونے کی دلیل ہے تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا خیال ہے؟

2- حضرت داؤد علیہ السلام جو خدا کے پیغمبر تھے انہیں خلیفہ بھی کہا گیا۔ وہ نبی بھی ہیں خلیفہ بھی ہیں۔ کئی انبیاء کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں فرمایا: وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (الانبیاء:74) ہم نے انہیں امام بنایا۔ گویا وہ نبی بھی تھے امام بھی تھے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کبھی فرمایا۔ آپ نبی ہیں۔ کبھی فرمایا رسول ہیں، کبھی فرمایا بشیر ہیں۔ کبھی فرمایا نذیر ہیں۔ کبھی آپ کو مزّمّل کہا۔ کبھی مدثر کہا۔ کبھی رحمۃ العالمین کہا اور کبھی خاتم النبیین کہا۔ اگر ایک سے زائد دعوے کرنا ناقابل اعتراض بات ہے تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟

3- متعدد دعوے آپکی صداقت کی دلیل ہیں:

حضرت مسیح موعودؑ کے یہ دعاوی آپ کی صداقت پر زبردست دلیل ہیں کیونکہ جھوٹا شخص کسی مقصد کی خاطر مثلاً دنیا کی خاطر، دولت کی خاطر یا شہرت کی خاطر دعویٰ کرتا ہے۔ اگر اس کی کسی بات کا برعکس نتیجہ نکلے تو وہ فوراً اپنی بات سے انحراف کر لیتا ہے۔ جیسے اکثر سیاسی لیڈر اپنے بیانات سے انحراف کرتے رہتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعوے سے پہلے نہایت معزز، شریف، خادم اسلام، نیک، بزرگ عالم کے طور پر مشہور تھے۔ مگر جونہی

آپ نے امام مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا سب مخالف ہو گئے ۔ یسوع مسیح کی وفات کا اعلان کیا تو عیسائی بھی خلاف ہو گئے ۔ یہاں تک کہ آپ پر قتل کے جھوٹے مقدمات تک بنائے گئے ۔

اسی طرح کرشن ہونے کا دعویٰ کر کے ہندوؤں کو مخالف بنالیا۔ آریاؤں کو بھی مخالف بنالیا۔ حضرت بابا نانک کے مسلمان ہونے کے اعلان پر سکھوں کو بھی مخالف بنالیا۔ پس ہر دعویٰ کے بعد آپکی مخالفت بڑھتی چلی گئی ۔ یہاں تک کہ رشتہ دار بھی مخالف ہو گئے ۔کبھی آج تک کسی جھوٹے نبی نے ایسے تلخ دعوے نہیں کیئے ۔

چنانچہ بعض نبوت کے جھوٹے دعویداروں کو جب مار پڑی تو وہ اپنے دعووں سے انحراف کر گئے ۔ یا خدا تعالیٰ نے انہیں نیست و نابود کر دیا۔ اس لئے آج کسی جھوٹے کی امت نہیں ملتی ۔مگر سچے ہمیشہ خدا کے کہنے پر بولتے ہیں ۔ جو خدا نہیں بتا تا ہے وہی دوسروں کو بتاتے ہیں ۔ اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ دنیا ان سے کیا سلوک کرتی ہے ۔ انکا ہر دعویٰ انکی مخالفت کو بھڑکا تا ہے ۔مگر بالآخر وہی کامیاب ہوتے ہیں ۔ اور دشمن ناکام رہتے ہیں ۔ پس یہ متعدد دعاوی آپ کی صداقت کی زبردست دلیل ہیں ۔

نبی ہونے اور نہ ہونے کے دعوے کے اعتراض کا جواب:

قرآن کریم ایک مقام پر فرماتا ہے: اِنَّ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ (المجادلہ:3) لوگوں کی مائیں وہ ہیں جنھوں نے انہیں جنا ہے۔ مگر ایک اور موقعہ پر فرمایا: وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (الاحزاب:7) کہ نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں ۔

حالانکہ نبی کی بیویوں نے مومنوں کو نہیں جنا دونوں آیات میں ماں کا لفظ ہے ۔تو ہمیں یوں تطبیق کرنی پڑے گی کہ ایک جگہ پر جہاں جننے کا ذکر ہے وہاں جسمانی ماں کا تذکرہ ہے اور جہاں ازواج نبی کو مومنوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے وہاں انہیں روحانی مفہوم میں مائیں قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں یہ فرمایا کہ میں نبی نہیں ہوں ۔ وہاں یہ مراد ہے کہ میں ایسا نبی نہیں ہوں جو شریعت مصطفوی کو منسوخ کر دے ۔ اور نئی شریعت جاری کرے ۔ اور جہاں یہ فرمایا کہ میں نبی ہوں وہاں یہ مفہوم مراد ہے کہ میں امتی نبی ہوں یعنی ایسا نبی ہوں جو دین محمدی کی خدمت اور تبلیغ کیلئے آیا ہوں جیسے حضرت اسماعیلؑ ۔ حضرت اسحٰقؑ ۔ حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ وغیرہ ایسے نبی تھے جو دین ابراہیم کی خدمت اور تبلیغ کیلئے آئے تھے ۔

کلاس نمبر 32

اعتراضات کے جوابات

غیر احمدی: مرزا صاحب نے مولویوں کو گالیاں دی ہیں۔ مثلاً ''اے بدذات فرقہ مولویاں'' اور انہیں جنگل کے سؤر قرار دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحابہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توھین کی ہے؟

جواب:

1- مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے گالیاں دی ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ گالی کس کو کہتے ہیں۔ گالی اس لفظ کو کہتے ہیں جو کسی کو دکھ دینے کیلئے خلافت حقیقت اور جھوٹ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ورجہ ہر سخت لفظ جس سے اظہار حقیقت ہو وہ گالی ہو جاتا ہے۔ اس طرح ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن کریم گالیوں سے بھرا پڑا ہے۔ جیسے فرمایا: اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ (الانبیاء:99)

تم اور تمہارے بت دوزخ کا ایندھن ہیں۔ اب یہ بات اظہار حقیقت ہے گالی نہیں ہے۔ مگر مشرکین اسے گالی سمجھتے تھے۔ اسی لئے وہ حضرت ابوطالب کے پاس وفد بنا کر آئے اور کہا تمہارا بھتیجا ہمیں اور ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتا ہے اسے منع کرو۔ حالانکہ آپ کی زبان سے نکلنے والے الفاظ اور اللہ تعالیٰ کے منہ سے نکلنے والے الفاظ وہ گالی نہیں تھے البتہ حقیقت کا اظہار ضرور تھے۔

قرآن کریم فرماتا ہے: اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ:28) مشرک ناپاک ہیں۔ پلید ہیں۔

اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ (البقرہ:14) یہ بیوقوف ہیں۔ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِھِمْ. (البقرہ:15) انکے سردار شیطان ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِی نَارِ جَھَنَّمَ. خَالِدِیْنَ فِیْھَا اُوْلٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّہِ (البینۃ:7)
قرآن کا انکار کرنے والے اہل کتاب اور مشرکین جہنم میں جائیں گے۔ اور یہ تمام مخلوقات میں سے بدترین مخلوق ہیں۔

پھر یہودیوں اور عیسائیوں کو بندر اور خنزیر قرار دیا۔ وَجَعَلَ مِنْھُمُ الْقِرَدَۃَ وَالْخَنَازِیْرَ (المائدہ:61)

نیکی کے مقام سے پھسل جانے والوں کو کتے کا مثیل قرار دیا ہے۔ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ (الاعراف:177)

یہودیوں کے علماء کو گدھوں کی مانند قرار دیا۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوْا التَّوْرٰۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْ ھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا. (الجمعۃ:6)

ان الفاظ کو سن کو یہودی۔ عیسائی مشرکین اور تمام منکرین اسلام مشتعل ہوتے ہیں اور قرآن کریم پر نعوذ باللہ بدتہذیبی اور گالیاں دینے کا الزام لگاتے ہیں۔ حالانکہ یہ صرف انکی اندرونی حقیقت کا اظہار ہے۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے کلام کی مخالفت کرتا ہے۔ اسکا اندرونہ صاف ستھرا

تو نہیں ہوسکتا۔

2- چور کو چور کہنا گالی نہیں ہے۔حقیقت کا اظہار ہے۔مگر ہر چور اپنے بارے میں چور کا لفظ سن کا ناراض ہوتا ہے۔ ہر رشوت خور اپنی بابت راشی اور رشوت خور کا لفظ سن کر بھڑک اٹھتا ہے کہ مجھے گالی دی گئی ہے۔ حالانکہ یہ گالی نہیں بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔

3- اسی طرح آخری زمانے میں مسلمان علماء کا حال ہوگا۔آنخضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **تَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ فَزْعَۃٌ فَیَصِیْرُ النَّاسُ اِلٰی عُلَمَائِھِمْ فَاِذَاھُمْ قِرَدَۃٌ وَخَنَازِیْر** (کنز العمال۔باب الخسف والمسخ جلد 14 صفحہ 280)(حوالہ صفحہ: 147) میری امت میں سخت گھبراہٹ کی کیفیت ہوجائے گی۔لوگ اپنے علماء کے پاس جائیں گے تو علماء کو بندر اور خنزیر پائیں گے۔

اسی طرح فرمایا: میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں میں صرف اسلام کا نام رہ جائے گا۔ اور قرآن کے صرف الفاظ رہ جائیں گے۔انکی مسجدیں آباد ہونگی مگر ہدایت کے لحاظ سے ویران ہونگی۔

اور انکے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔(مشکوٰۃ کتاب العلم)(حوالہ صفحہ: 147)

حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام نے اپنے زمانہ کے مخالف علماء کی نسبت جو الفاظ کہے ہیں وہ ان احادیث کا ترجمہ سمجھ لیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے اعتراض کا جواب:

1- حضرت بانی جماعت احمدیہ کی کسی بھی کتاب کو کہیں سے بھی کھول کر پڑھ لیں۔جو بھی صفحہ کھل جائے دائیں اور بائیں دونوں طرف کے صفحات پڑھ لیں اور پھر اپنے دل سے پوچھیں کہ کیا ان دونوں صفحات کو لکھنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر رہا ہے یا آپکی شان کا اظہار کر رہا ہے۔

2- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات ہمارے نزدیک تو خدائی ہیں اور ہمارے مخالفین کے نزدیک وہ مرزا صاحب نے خود بنالئے ہیں جو بھی شکل مانیں ان الہامات میں سے ایک یہ ہے. **کُلُّ بَرَکَۃٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم**" ہرقسم کی برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی اطاعت کے نتیجے میں ملے گی۔ "**ھٰذَا بِمَا صَلَّیْتَ علیٰ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم**" یعنی آپؑ کو جو بھی خدا کی طرف سے نور اور برکتیں ملی ہیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے نتیجے میں ملی ہیں۔آپ کا ایک الہام ہے "پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار" کیا جسکو یہ الہامات ہوں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرسکتا ہے؟

3- اہل حدیث عالم مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جنہیں مخالفین احمدیت ہمیشہ فاتح قادیان کے نام سے یاد کرتے ہیں۔انہوں نے ایک رسالہ لکھا ہے: "علم کلاس مرزا" اسمیں وہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے آنحضرت صلعم کی اتنی زیادہ تعریف کی ہے کہ وہ حقیقت سے نکل کر شرک کے دائرہ میں داخل ہوگئی ہے۔اب مخالفین پہلے اس بات کا فیصلہ کرلیں کہ بعض مخالفین کہتے ہیں کہ مرزا

صاحب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توھین کرتے ہیں اور بعض مخالفین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی تعریف کرتے ہیں کہ وہ شرک کی حدود میں داخل ہو جاتی ہے۔ان میں سے کونسا سچا ہے؟

4- حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ جو کوئی میری بیعت کرنا چاہتا ہے وہ میرے ساتھ یہ عہد کرے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر روزانہ درود بھیجے گا''۔(شرائط بیعت۔شرط نمبر 3)

توھین صحابہؓ کے اعتراض کا جواب:

مسلمانوں میں سے شیعہ حضرات پہلے تین خلفائے راشدین اور انکی پیروی کرنیوالے تمام صحابہؓ کو منافق اور مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خلفائے راشدینؓ اور صحابہؓ کی شان ثابت کرنے کیلئے عربی زبان میں ''سرّ الخلافۃ'' کے نام سے کتاب لکھی ہے۔جس میں خلفائے راشدینؓ کی سچائی اور صحابہؓ کی بلند شان کو ثابت کیا ہے اور صحابہؓ کے مخالفین اور صحابہؓ کی شان کا انکار کرنے والے شیعوں کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ اگر کوئی شیعہ عالم میرے بیانات کو درست نہیں سمجھتا تو وہ میری اس کتاب کا عربی زبان میں فصیح و بلیغ جواب لکھے اور مجھ سے 5,000 روپے انعام وصول کرلے اور مجھ سے مباہلہ بھی کرلے۔پس صحابہؓ کی شان ثابت کرنے کیلئے کتاب لکھنے والا صحابہؓ کا عاشق تو ہو سکتا ہے صحابہ کی توھین کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔

آپ صحابہؓ کے متعلق فرماتے ہیں:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض اور صحبت اور تربیت سے ان پر وہ اثر ہوا اور انکی حالت میں وہ تبدیلی پیدا ہوئی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی شہادت دی کہ اللہ اللہ فی اصحابی۔گویا بشریت کا چولہ اتار کر مظہر اللہ ہو گئے تھے اور انکی حالت فرشتوں کی سی ہو گئی تھی جو یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ کے مصداق ہیں۔ٹھیک ایسی ہی حالت صحابہؓ کی ہو گئی تھی۔''(ملفوظات جلد 5 صفحہ 545)

توھین حضرت عیسیٰؑ کے الزام کا جواب:

1- ایک یہودی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بُرا سمجھتا ہے کبھی بھی اپنا یا اپنے بچے کا نام عیسیٰ نہیں رکھے گا۔ایک ہندو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بُرا سمجھتا ہے۔کبھی بھی اپنا یا اپنے بچے کا نام عیسیٰ نہیں رکھے گا۔اپنا یا اپنی اولاد کا نام اسی کے نام پر رکھا جاتا ہے جسکے ساتھ محبت اور عقیدت ہو۔اگر حضرت مرزا صاحب حضرت عیسیٰؑ کو برا سمجھتے تو کبھی بھی اپنے آپ کو عیسیٰؑ کا مثیل نہ کہتے۔کیونکہ برے کے ساتھ کوئی مشابہت یا مماثلت بیان نہیں کیا کرتا۔پس آپ کا اپنے آپ کو مسیح یا مسیح کا مثیل کہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ حضرت عیسیٰؑ کو برا نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان سے محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔

2- آپ کے دور میں اسلام پر عیسائیت کا شدید حملہ تھا۔ پادریوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر نہایت گندے الزامات لگائے۔ اور سخت توھین امیز گالیوں سے کام لیا اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کے اس فرضی خدا یسوع مسیح کا حال انکی اپنی کتابوں سے نکال کر دکھایا۔ تاکہ وہ گالیاں دینے سے رک جائیں۔

آپ فرماتے ہیں:۔

''صرف وہی لوگ ہمارے مخاطب ہیں خواہ وہ بگفتن مسلمان کہلاتے ہیں یا عیسائی ہیں جو حدِّ اعتدال سے بڑھ گئے ہیں۔ اور ہماری ذاتیات پر گالی اور بدگوئی سے حملہ کرتے یا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ میں توھین اور ہتک امیز باتیں منہ پر لاتے ہیں اور اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔

سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں ہے جو بدزبانی اور کمینگی کے طریق کا اختیار نہیں کرے۔''(ایام صلح۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 2)

نوٹ: آپ نے اسی وضاحت کے لئے اپنی کتاب نور القرآن میں ایک نوٹ بھی دیا ہے۔(روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 375)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ End of Class 31 & 32 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

جھوٹے کا کوئی مقصد ہونا چاہیے:۔

جو شخص جھوٹا ہو اس کے جھوٹ کا کوئی مقصد ہونا چاہیے کوئی gain ہونی چاہیے۔benifit of crime اس کو ملنا چاہیے۔جھوٹ کا یہ perpouse تو کبھی نہیں ہوا دنیا میں کہ مجھے مار پڑے۔آج تک دنیا میں آپ پاگل تو ضرور دیکھیں گے جھوٹا کوئی نہیں دیکھیں گے کہ crime کہیں اور ہوا ہو،لوگ ڈھونڈ رہے ہوں مارنے کے لیے۔اور وہ آدمی جھوٹ بول کر کہہ دے کہ جناب میں نے کیا ہے۔تا کہ ساری جوتیاں اس پر پڑیں ،ساری لعنتیں اس پر پڑیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو سب کو اپنا دشمن بنالیا:۔

ہاں سچے کی یہ نشانی ہے کہ اس کا دعویٰ ایسا bitter ہو کہ وہ ایک کے بعد دوسری قوم کو اپنا دشمن بناتا چلا جائے۔اور دنیا میں اپنا ٹھکانا کوئی رہنے ہی نہ دے۔جھوٹے کے پیچھے کوئی نہ کوئی جتھا ،کوئی نہ کوئی کام ہونا چاہیے۔اب مرزا صاحب کے دعووں پر اگر آپ ایک نظر ڈالیں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ دنیا کے نقطہ نگاہ سے ایک کو بھی اپنا نہ رہنے دیا۔سب کو دشمن بنالیا۔دنیا کو بھی اور خدا کو بھی (نعوذ باللہ) چیلنج کر دیا یعنی تم سب مل کر مجھے تباہ کرنے کی کوشش کرو تب بھی نا کام رہو گے اور تمہاری ساری بد دعائیں درکی جائیں گی۔اور خود یہ دعا کی کہ پارہ پارہ کن...اور اپنا کسی کو نہیں رہنے دیا۔دعویٰ کیا میں امام مہدی ہوں ،میں وہ مسیح ہوں جس نے آنا تھا اور تمہارا وہ مسیح جس تم کا انتظار کر رہے ہو وہ فوت ہو چکا ہے اور وہ کبھی نہیں آئے گا۔سارے کے سارے مسلمان جو آپ کی تائید میں اٹھ رہے تھے اس ایک اعلان سے دشمن بن گئے۔مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے یہ اعلان کا کہ میں نے اس کو اٹھایا تھا اور مجھ پر ذمہ داری ہے اور میں ہی اس کو گراؤں گا۔اور زندگی وقف کر دیتے ہیں یہاں ہندوستان سے لے کر مکہ مدینہ عرب تک فتووں کی آگ لگاتے پھر رہے ہیں۔حالانکہ وہ سب سے بڑے مؤید خود تھے۔یہاں تک کہ انہوں نے لکھا کہ اسلام کی تاریخ میں رسول کریم ﷺ کے وصال کے بعد سے آج تک تیرہ سو سال کے اندر آج تک ایسا مجاہدِ اسلام پیدا نہیں ہوا۔

اچانک جب مرزا صاحب یہ اعلان کرتے ہیں کہ مسیح فوت ہو چکے تو وہی مداح دشمنِ اول بن گئے۔اور ساری قوم جس پر بناء ہو سکتی تھی وہ دشمن ہو گئی۔

عیسائیوں کو دشمن بنالیا:۔

دوسری کونسی طاقت تھی عیسائیت کی بادشاہت اتنی وسیع تھی کہ سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔علماء کہتے ہیں کہ عیسائیت کا پودا تھا انہوں نے

لگایا تھا۔ جن کا پودا تھا ان کے خدا کے اکلوتے بیٹے کو ہی مار دیا۔ ایسا حیرت انگیز یہ واقعہ ہے کہ تھوڑی سے common Sence والا انسان اس کے بعد غور ہی نہیں کر سکتا کہ اس کو عیسائیوں نے لگایا ہوا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں سے ایک کو مارا اور ساری قوم مخالف ہوگئی۔ اور جن بے چاروں کا اکلوتا بیٹا تھا خدا کا۔ اس کی موت کا اعلان کر دیا اور کیا اس کی بناء اس بات پر تھی کہ اس حکومت کے سائے تلے عیسائیت کو فروغ دیا جائے۔ کروڑوں روپے اس زمانہ میں وہ خرچ کر رہے تھے اور یہ اعلان وہ ہے جس نے عیسائیت کے فروغ کی راہ میں سب سے بڑا کام کیا ۔مسیح کی موت کا اعلان وہ تھا جس نے عیسائیت کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ وہ عجیب انگریز تھا جس نے وہ آدمی چنا جس نے اس کے مذہب پر سب سے بڑا حملہ کیا اور اپنی ساری پلاننگ کو frustrate کر دیا۔

غیر از جماعت علماء کا اعتراف حقیقت:۔

چنانچہ یہ اعلان احمدی نہیں کرتے بلکہ غیر از جماعت علماء جو چوٹی کے مخالفین میں سے ہیں لکھنے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی تفسیر بیان القرآن پر مولوی نور محمد صاحب نے نوٹ لکھا ہیکہ اس طرح انگریزوں نے پلاننگ کی تھی اس طرح سارے ہندوستان میں انگریزوں کی یہ سکیم تھی ساری عیسائیت کو پھیلانے کی اور بڑی تیاری کی اور اس سلسلے میں پادری لیفرائے آیا۔ (مرزا غلام احمد کی بجائے مولوی غلام احمد لکھتے ہیں) مولوی غلام احمد نے اس کے مقابل پر یہ تدبیر کی کہ مسیح کی موت کا اعلان کر دیا۔ اور یہ ایسا کاری حربہ تھا کہ پادری لیفرائے کہ بھاگتے ہی بنی اور اس ملک میں اس کے پاؤں نہ جمے۔ یہ پلاننگ کس کی تھی انگریزوں کے خلاف؟

ہندوؤں کو بھی اپنا دشمن بنالیا:۔

آگے چلیے اگلی قوم ہندو تھی۔ سارے ہندوستان میں اور انگریزوں کے بعد next طاقتور entity ہندو تھی۔ ہندوؤں کے دو سیکشن تھے ایک سناتن دھرم اور ایک آریہ۔ ان میں زیادہ active آریہ تھے اور سناتن دھرمی اکثریت میں تھے۔ سناتن دھرم کو اس طرح پکڑا اور اپنے آپ سے متنفر کیا کہ تمہارا کرشن جس کا تم انتظار کر رہے ہو وہ خدا نہ تھا اور نہ خدا کا بیٹا تھا۔ اور ایک عام نبی تھا اور اس کے دوبارہ آنیکا مقصد یہ تھا کہ امت محمدیہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے غلاموں میں سے ایک کو کرشن کا خطاب ملے گا اور وہ تمہاری قوم کو بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کی طرف بلائے گا اور میں وہ کرشن ہوں جس نے آنا تھا۔ اب اس سے زیادہ مخالفانہ اعلان اور کیا ہو سکتا تھا ہندو قوم کے لیے؟

جہاں تک آریوں کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے توحید کا دعویٰ کیا ماڈرن حالات کو دیکھ کر۔ اور یہ اعلان کیا کہ یہ توحید دراصل ویدوں سے نکلی ہے۔ یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ ویدوں میں تو توحید کا کوئی ذکر ہی نہیں ملتا جس شکل میں آریہ بتاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو چیلنج کیا۔ ان کے نیوگ کے عقائد کو ننگا کیا ،ان کے تناسخ کے عقائد کا پول کھولا اور بڑا سخت criticisim کیا۔ جو مرزا صاحب کی کتابوں میں ہیسارے ہندوستان میں آپ کو کہیں نہیں ملے گا ۔اور ان کو کہا کہ وید تو محض لغو اور بوٹھ ہیں ۔حقیقی توحید تو یہ صرف قرآن کریم نے پیش کی ہے

۔تم قرآن سے لیتے ہواور منسوب کرتے ہو وید کی طرف؟ یہ چوری میں نہیں کرنے دوں گا تمہیں۔آؤ میرا چیلنج قبول کرو۔مباہلے ہوتے ہیں لیکھرام کے ساتھ ٹکر ہوتی ہے۔لیکھرام مارا جاتا ہے اور اتنا بڑا خطرہ مول لیتے ہیں۔قطعاً نہیں ڈرتے۔پوری طرح دشمن بنا لیتے ہیں ہندو قوم کے دونوں سیکشنوں کو۔یہ امر واقعہ ہے ،historical حقیقت ہے۔

سکھوں کے خلاف بھی اعلان جہاد اور انکی دشمنی:۔

نزدیک ترین دشمن سکھ تھے۔یعنی وہ comunity جو طاقت رکھتی تھی ہمارے چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ان سے شاید دوستی ہو یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے۔ان کے متعلق اعلان کیا کہ تم نے یہ جو بابا نانک کے متعلق کہا ہے کہ الگ مذہب بنایا تھا۔بڑے بے وقوف ہو تم۔خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ اس کے چولے پر تو قرآن کریم کی آیات لکھی ہوئی ہیں ،کلمہ لکھا ہوا ہے۔وہ ایک مسلمان درویش تھا جو ہندوازم سے convert ہو کے مسلمان ہوگیا اور اس نے فقیروں کا ایک سلسلہ اسلام کے اندر جاری کیا تھا جس کو تم نے رفتہ رفتہ غلط فہمی سے ایک نیا مذہب کا رنگ دے دیا ۔اور پھر آدمی بھجوائے۔اس چولے کی تصویر کھنچوائی اور وہ عبارات آج تک ہماری جماعت میں لکھی ہوئیں موجود ہیں اور آج تک کسی سکھ کی یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ کہے کہ یہ جھوٹی عبارت ہے کیونکہ یہ امر واقعہ ہے۔اگر وہ جھوٹا کہیں تو ان کو چولا دکھا کر دنیا کو جھوٹا کرنا پڑیگا۔اتنے دیانتدار ضرور ہیں کہ اپنے چولے پر ہاتھ نہ ڈالیں اور پھر جھوٹ کی طرف آئیں۔اور دشمن ہوگئے اتنے کہ ہمیں بعض دفعہ گاؤں میں جاتے ہوئے خوف ہوتا تھا کہ کہیں سکھ حملہ نہ کردیں۔سکھ حملہ کردیتے تھے احمدی نوجوانوں پر یا جتھے پر جو بغیر protection کے باہر جاتے تھے۔سکھوں میں آگ لگ گئی۔یہ ہے وہ دعوے دار جس کے متعلق کہتے ہیں کہ جھوٹا ہے۔خدا کو دشمن بنالیا۔اس پر جھوٹ بولا۔اس پر بے باکی کی ۔اس کو چیلنج کیا۔اس کے ہمدرد جو تھے اس کی خاطر active ہوگئے تھے۔حالانکہ ان کو بے چاروں کو پتہ نہیں تھا۔انکو چیلنج کیا۔اتنی سخت زبان استعمال کی چیلنج میں کہ تم ناکیں رگڑ دو،تمہاری پیشانیاں رگڑ جائیں ،تمہاری آنکھوں کی پلکیں جھڑ جائیں۔لیکن تم کامیاب نہیں ہوگے۔خدا تمہیں ذلیل کرے گا مجھے نہیں۔

سب کو مخالف بنا کر اتنا اکیلا کہ اپنے خاندان والے بھی ایمان نہ لائے:۔

اور ہر دعوے کے ساتھ مخالفت بڑھتی چلی گئی۔سب کو مخالف بناتا چلا جارہا ہے۔اکیلا رہ جاتا ہے۔اتنا اکیلا کہ اپنے دو بیٹے جو اس وقت تھے وہ دونوں بھی ایمان نہ لائے۔مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد۔یہ تنہا شخص ہے کہ جس کے متعلق کہتے ہیں کہ انگریز کا لگایا ہوا پودا تھا چونکہ انگریز کی حکومت تھی اس لیے پیش نہیں گئی۔یہ کوئی نہیں سوچتا کہ ان ساری باتوں کو کس طرح رد کریں گے؟

جھوٹا کبھی اپنی مخالفت والے دعوے نہیں کرتا:۔

پس آپ سب لوگ سوچیے کہ جھوٹا کبھی یہ دعوے کیا کرتا ہے کہ میں اعلان کرتا ہوں۔آؤ اور مجھے مارو سارے۔کوئی بھی مجھے نہ چھوڑے

۔اور میں جھوٹا ہوں ۔ایسے دعوے کر بیٹھے کہ ساری دنیا کو اپنے خلاف کر بیٹھے اور پھر ماننے والوں کی لیے عملاً یہ اعلان کرتا ہو کہ مجھے مانو تا کہ تم بھی گھروں سے بے گھر کیے جاؤ۔ مجھے مانو اور ایسا تلخ فیصلہ قبول کرو کہ تمہارے ماں باپ تمہیں گھروں سے نکال دیں۔ مجھے مانو تا کہ تمہاری بیویاں روٹھ کر گھروں میں چلی جائیں۔ مجھے مانو تا کہ تم اپنے ماں باپ کی جائیداد سے محروم کیے جاؤ اور تمہارے شریک اس پر قابض ہوں کیونکہ تم مجھے مان گئے ہو۔ مجھے مانو تا کہ تمہارے بھی گھر جلائے جائیں۔ تا کہ تمہیں اس حق سے محروم کیا جائے کہ تمہارے مذہب کا نام کیا ہے۔لوگ اپنے مذہب کا نام بھی رکھیں اور تمہارے مذہب کا نام بھی رکھیں۔اور تم نہ ان کے مذہب کا نام رکھنے کے اہل ہو نہ اپنے مذہب کے نام رکھنے کے اہل ہو۔ مجھے مانو تا کہ تم اپنا ذاتی نام رکھنے کے بھی اہل نہ ہو۔ مجھے مانو تا کہ تم کلمہ بھی نہ پڑھ سکو۔ مجھے مانو تا کہ تم نماز نہ پڑھ سکو۔ مجھے مانو تا کہ تم مسجد نہ بنا سکو۔ مجھے مانو تا کہ تم زندگی کے ہر حق سے محروم رہ جاؤ اور جہاں بھی مقابلہ ہو وہاں تمہارے مقابل پر صرف یہ بات کافی ہو کہ تم مرزائی ہو ۔۔۔ سارا نظامِ کائنات الٹ جائے گا ان کڑوے دعووں کے بعد۔ان بہاروں کے بعد جو کانٹوں سے سجی ہوئی ہیں۔ان آگ کی دیواروں کے بعد،ان رستوں کے بعد جہاں پتھراؤ ہو رہا ہے۔صرف سچا جا سکتا ہے اس مکان میں ۔یہ ناممکن ہے اور انسانی فطرت کے خلاف ہے کہ جھوٹے اور گندے لوگ پہل کر کے ان دعووں کی طرف دوڑ پڑیں اور کہیں کہ ہاں ہمیں مارو، ہاں ہمیں مارو ۔کیونکہ ہم جھوٹے ہیں۔ہم بھی گندے ہیں تمہاری طرح ۔قانونِ قدرت کو آپ کہاں لے جائیں گے؟ فطرت کی آواز کو کس طرح دبائیں گے؟ کبتک دبائیں گے؟

یہ واقعہ کبھی ہوا ہے کائنات میں کہ جھوٹے اس قسم کے معاملہ میں آگے بڑھ جائیں، پہل کر جائیں اور سچے پیچھے رہ جائیں۔جھوٹے تو جہاں شیرینیاں تقسیم ہو رہی ہوں تو پہلے دوڑا کرتے ہیں۔ ہار پڑ رہے ہوں تو بہت دوڑے دوڑے پہلے پہنچتے ہیں ۔الاٹمنٹ ہو رہی ہو تو جو ایسا عنصر ہے وہ آگے پہلے پہنچا ہوتا ہے۔اور اکثر شرفاء بے چارے رہ جاتے ہیں۔

یو۔پی (U.P) کی مثال:۔

میرے علم میں ہے کہ پاکستان بننے کے بعد بڑے بڑے صاحب جائیداد شرفا تھے جو بالکل کنگال رہ گئے تھے اور ایسے آدمی تھے کہ ان کے پاس کوڑی نہیں تھی یہاں آ کر وہ millionare ہو گئے ۔وہ جائیدادیں الاٹ کروا کے جو تھیں ہی نہیں ۔تو جہاں جائیدادیں الاٹ ہوں وہاں جھوٹا تو سب سے پہلے ہوتا ہے۔چنانچہ U-P متعلق ایک ریسرچ یہ تھی کہ جتنا کلیم کیا گیا ہے upies کیطرف سے کہ ہماری اتنی زمینیں رہ گئیں ہیں۔جب انہوں نے ٹوٹل U-P کا رقبہ جس میں بے شمار پہاڑ اور ویران علاقے بھی شامل ہیں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ کلیم کا رقبہ U-P کے رقبہ سے زیادہ ہے۔

تو یہ ہوتا ہے جھوٹے کا حال اور یہاں الٹ گیا ہے۔ یہاں سب کچھ change ہو گیا ہے۔آپ کہتے ہیں ہاں ہیں یہ جھوٹے لیکن وہ دعویٰ قبول کر رہے ہیں وہ جہاں مار پڑتی ہے۔اور اپنا حق چھوڑ کر بھی قبول کر رہے ہیں۔اپنی کمائیاں قربان کر رہے ہیں اپنی عزتیں دفع کر رہے

ہیں۔قوم کے لیڈر رہوتے ہیں وہ کل تک مانتے ہیں اور آج سب سے زیادہ ذلیل ہو جاتے ہیں وہ۔مشترکہ طور پر کل تک انکو چیئر مین مانتے ہیں اور آج ان کو ذلیل کر کے نیچے پھینک دیتے ہیں کہ چلو تمہاری حیثیت ہی کوئی نہیں۔تعلیم کے جائز حقوق سے طلبہ محروم رہ جاتے ہیں۔دیانت داری سے امتحان دیتے ہیں۔کوئی رشوت نہیں دیتے۔کوئی سفارش نہیں کرواتے ،اوپر کے نمبر لیتے ہیں لیکن اوپر کے کہتے ہیں کہ نہیں جناب تم مرزائی ہو جبتک غیر مسلم کا اعلان نہ کرو ہم تمہیں میرٹ نہیں دیتے۔اور وہ کہتے ہیں کہ ہم غیر مسلم کا اعلان کسطرح کریں۔غیر مسلم کا تو مطلب ہے رسول اللہ ﷺ جھوٹے (نعوذ باللہ)۔غیر مسلم کا مطلب ہے کہ اللہ ایک نہیں ہے۔ان دو fundamental انکار کے بعد غیر مسلم بنتا ہے اس کے بغیر بن ہی نہیں سکتا۔تو تمہارے کہنے پر ہم رسول اللہ ﷺ کا انکار کس طرح کر دیں۔ہم نہیں کریں گے۔تم نہ دو ہمیں سیٹ۔یعنی ایسے کیسز ہیں جو ہائی کورٹ ،سپریم کورٹ تک پہنچے ہوئے ہیں۔اور طلباء بیٹھے ہیں ،ان کے سال ضائع ہو رہے ہیں۔وہ کہتے ہیں ہم نہیں مانیں گے۔جبکہ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم کہتے ہیں ،اکثریت کہتی ہے کہ تم غیر مسلم ہو تو تم کیوں نہیں مانتے۔عجیب logic ہے کہ اکثریت نے کہہ دیا ہے کہ تم غیر مسلم ہو تمہارا اپنا دین اندر سے کیسے بدل گیا؟ refliction of proffession کس طرح تبدیل ہو گیا؟ عجیب بات ہے کہ آپ یہ سمجھ رہے ہوں کہ میں انسان ہوں اور اکثریت کہے کہ کتا ہے اور آپ بھونکنے لگ جائیں۔اور اکثریت کہے کہ بھونکو کیونکہ ہمارا فیصلہ ہے کہ تم کتے ہو۔اس سے زیادہ بھی کوئی لغو فیصلہ ہو سکتا ہے۔اکثریت کہتی ہے شوق سے ہمیں کتا سمجھتی رہے لیکن بھونکنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔یہ زیادتی ہے۔سمجھو شوق سے ۔ہمیں تو کوئی پرواہ نہیں۔ہمارے نزدیک تو مذہب کا خلاصہ ہی یہ ہے کہ فیصلہ اللہ نے کرنا ہے اور وہ بیٹھا ہو گا قیامت کے دن اور کوئی مولوی پاس پھٹکے گا بھی نہیں۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں انبیاء غش کھا کر گر جائیں گے۔اسقدر جلال کا وقت ہو گا۔ہمارا فیصلہ وہاں ہونا ہے۔ہمیں کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ہے ساری دنیا ہمیں کہے غیر مسلم۔لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہمیں کہیں کہ چونکہ تم غیر مسلم ہو اس لیے رسول اللہ ﷺ کو جھوٹا بھی کہو ساتھ اور کلمہ توحید کا انکار کرو اور کہو کہ ہم نہیں مانتے اسلام کو۔ہم قرآن کو نہیں مانتے۔جبکہ ہم مانتے ہیں۔ہم کس طرح جھوٹ بولیں؟ کوئی دنیا کا قانون کسی شریف تہذیب کا قانون کسی انسان کو اپنے یقین کے خلاف profession پر مجبور کر ہی نہیں سکتا۔ democracy کی یہ تعریف ہی نہیں ہے۔جس نے تھوڑا سا بھی ڈیموکریسی کو پڑھا ہوا ہو وہ سمجھ جائے گا کہ ڈیموکریسی کے rules میں کہیں دور دور سے بھی یہ بات آتی ہی نہیں۔ڈیموکریسی یہ کہتی ہے کہ اکثریت کو حق ہے کہ فیصلہ کرے۔اور اس فیصلہ کو جب چسپاں کیا جائے تو اکثریت کا چلے گا اور اقلیت کو یہ حق رہے گا کہ وہ اپنی بات پر قائم رہے۔یہ ہے ڈیموکریسی۔

دعوے کے بعد مخالفت پر ثابت قدمی بھی صداقت کی دلیل:۔

اس دلیل کے اوپر آپ غور کریں ایک اور بات پر تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ انسانی نفسیات اس بات کو رد کرتی ہے کہ اس قسم کا آدمی جھوٹا دعویٰ کرے۔واقعہ یہ ہے کہ دعوے اس لیے کیے جاتے ہیں کہ انسان کچھ مزید کھوکھلی popularity پیدا کرے۔یا کوئی gain کرلے

مال دنیا کا۔اس لیے تو جھوٹے دعویٰ نہیں کیے جاتے کہ جو کچھ حاصل ہے وہ بھی کھودے۔انبیاء کی تاریخ باقی سب سے اس پہلو سے ممتاز ہے کہ ہر نبی کی تاریخ میں یہ واقعہ ضرور گزرا ہے کہ اس نے اپنے دعوے کے نتیجہ میں اپنی ساری popularity کھودی۔وہ پولیٹیکل لیڈر نہیں تھا جس نے سوچا کہ میں اس طریق سے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پاپولر ہو جاؤں گا۔بعض پولیٹیکل لیڈر یہ سوچتے ہیں اور غلطی بھی کر جاتے ہیں۔جب غلطی کرتے ہیں تو پھر جس طرح پنجابی میں کہتے ہیں ''تھوماری'' پھر وہ تھوماری بھی کر لیتے ہیں۔کبھی کہتے ہیں کہ press جھوٹا ہے کبھی کہتے ہیں کہ تم بات نہیں سمجھے میں کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔توبہ تائب ہو کے وہ واپس آجاتے ہیں۔

لیکن انبیاء کے اندر آپ ایک بالکل مختلف شان دیکھیں گے۔وہ جب دعویٰ کرتے ہیں اور اپنی ساری عمر کی ہر دلعزیزی کو ایک ہی دعوے کے ساتھ کھو بیٹھتے ہیں تو اس میدان میں آگے قدم بڑھاتے چلے جاتے ہیں جہاں مار پڑتی ہے، جہاں گالیاں پڑتی ہیں وہاں وہ مزید آگے بڑھتے ہیں اور ایسے دعوے کرتے چلے جاتے ہیں جو اور زیادہ مشتعل کرتے ہیں لوگوں کو کہ یہ اور بھی اپنی طرف سے بڑا بنتا جا رہا ہے۔

درجہ بدرجہ دعاوی کرنے کا اعتراض تو آنحضور ﷺ پر بھی ہوا تھا:۔

آنحضرت ﷺ کی تاریخ میں یہ واقعہ ایسی شان کے ساتھ ہوا کہ بعض مستشرق اپنی جہالت سے اس phenomena کو سمجھ نہیں سکے اور یہ اعتراض کرنے لگے کہ دیکھو یہ رسول آہستہ آہستہ تدریجاً اپنے دعوے کو بڑھا رہا ہے۔پہلے ایک چھوٹا سا دعویٰ تھا پھر تھوڑا سا اور بڑھ گیا۔پہلے اپنے خاندان کو تھا پھر تھوڑا سا اور پھیلا پھر اہل مکہ کو شامل کر لیا۔پھر مدینہ والوں میں یہود اور عیسائیوں کو چیلنج شروع کر دیئے۔وہ بھی دعوے میں آ گئے۔اس کے بعد یہ دعویٰ کر دیا کہ میں ساری دنیا کا رسول ہوں۔یہ تو ایک عقلی ارتقاء ہے۔ہمیں نظر آ رہا ہے۔اس میں خدا کا کوئی دخل نہیں۔خدا ہوتا تو وہ پہلے ہی دن سب کچھ بتا دیتا۔جب میرے سامنے انھوں نے بات کی، میں کئی دفعہ باتیں کرتا ہوں باہر یورپ، امریکہ میں جب، تو میں نے ان کو کہا کہ تم تو بڑے بیوقوف نکلے ہو۔تمہیں تو پتہ ہی نہیں اس phenomena کا۔یہ اللہ تعالیٰ phenomena بیان کر رہا ہے۔کہ آنحضرت ﷺ نے جب ایک تمہارے نزدیک چھوٹا دعویٰ کیا تھا اگر یہ نعوذ باللہ من ذٰلک جھوٹے تھے تو جھوٹے نے کسی مقصد کی خاطر ہی دعویٰ کیا ہوگا۔وہ ہر دلعزیزی، پاپولر ہونا، قوم کی لیڈر شپ تھا۔مگر ہوا یہ کہ اس دعوے کے بعد تم نے اس کو ایسی سزائیں دیں۔ایسی تکالیف پہنچائیں کہ انبیاء کی تاریخ میں شاذ کے طور پر ایسی تکلیفیں نظر آتی ہیں اور یہ پیچھے نہیں ہٹا۔اس راہ پر جس پر یہ چل پڑا تھا پیچھے نہ ہٹا بلکہ اور آگے چلتا چلا گیا۔اور ایسے دعوے کرتا گیا جو تمہارے نزدیک اسکو مغضوب بناتے گئے۔

تکالیف کے باوجود آگے بڑھنا جھوٹے کی نفسیات کے خلاف ہے:۔

تو جھوٹے کی نفسیات تو اس قسم کے فعل کا تقاضا نہیں کیا کرتی۔وہ تو برعکس ہے شکل۔ایک شخص کے اوپر اگر چوری کا الزام ہو کہ چوری کی ہے کسی نے تو اول تو جب یہ پتہ ہو کہ اس کی سزا ملے گی۔کوئی معصوم آدمی اٹھ کے کہہ دیتا ہے کہ جی میں نے کی تھی چوری۔پاگل تو ہو سکتا ہے معقول

آدمی کبھی ایسا اٹھ کر نہیں کہ سکتا کہ سزا تو کسی اور کر دینے لگے ہوں، وہ کہے ناں ناں ناں یہ چوری میں نے کی کی تھی اور خوامخواہ جوتیاں کھائے۔

تو نبوت کا دعویٰ اتنا کڑوا، اتنا سخت، اتنا تکلیف دہ ہے کہ جھوٹے کی مجال نہیں ہوتی اور اگر وہ کر بیٹھتا ہے تو وہ دوسرا phenomena take over کر لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو برباد کر کے ختم دیتا ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ جتنے جھوٹوں کے دعووں کی آپ تعریف پڑھیں گے ان کے ہاں ایک الٹ منظر نظر آتا ہے۔ وہ پہلے پاپولر نہیں تھے قوم میں۔ پہلے ان پر توقعات نہیں تھیں۔ انہوں نے ایک نبی کو دیکھا کہ وہ قربانیوں سے گزر کر ایک عظمت کو حاصل کر گیا ہے۔ اور سمجھا کہ شاید ہر دعوے دار کے ساتھ یہی سلوک ہوگا۔ بالآخر جیت جائے گا نتیجۃً پہلے پاپولر نہیں تھے انہوں نے پاپولر ہونے کی خاطر دعویٰ کیا ہے۔ unknown لوگ ہیں۔ لیکن دعویٰ کرتے ہی وہ دعویٰ سے تائب ہو گئے۔ بہت سی ایسی مثالیں ہیں کہ انھوں نے توبہ کی کہ نہیں نہیں ہم سے غلطی ہوگئی۔ ہم ٹھیک نہیں سمجھے تھے۔ اور یا پھر خدا نے ان کو برباد کر دیا۔

یہ دونوں دلیلیں مل کر مکمل دلیل بنتی ہیں:۔

تو یہ جو دلیل ہے قرآن کریم کی کہ اگر یہ دعوے دار یہ شخص تمہارے نزدیک جھوٹا ہوتا تو جو تم نے اس پر الزام لگانے ہیں ، پہلے لگاتے۔ بعد کی زندگی میں تو جھوٹا داخل ہی نہیں ہوسکتا۔ وہ تو انتہائی تکلیفوں کی زندگی ہے۔ اس میں تم کس طرح خیال کرتے ہو ایک شخص جھوٹ بول کر تکلیفوں والی زندگی کو اپنے لیے اپنا لے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ EndofClass 31&32 ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 33

حضرت مسیح موعودؑ پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات

حضرت مسیح موعودؑ کی ذات اقدس پر ہونے والے تمام تر اعتراضات بے بنیاد اور سراسر جھوٹ پر مبنی ہیں۔مثلاً آپ کی کتب میں سے بعض تحریرات کو سیاق وسباق سے الگ کر کے پیش کیا جاتا ہے۔جس سے اعتراض کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے اور اگر اس تحریر سے چند صفحات پہلے اور بعد کے پڑھ لیے جائیں تو تمام اعتراض رفع ہو جاتا ہے۔اس لیئے ایسے احباب کی خدمت میں درخواست ہے جو سعید فطرت ہیں اور جماعت احمدیہ پر تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا خود مطالعہ کریں تو حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔انشاء اللہ۔

اعتـــــراض: حضرت مرزا صاحب نے یہ لکھ کر کہ میں نے خواب میں حضرت فاطمہؓ کی ران پر اپنا سر رکھا حضرت فاطمہؓ کی توہین کی ہے۔

جـــواب: یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک کشف اور رؤیا تھا۔جس پر انسان کا کوئی اختیار نہیں ہوتا جو خدا اسے دکھاتا ہے وہ دیکھتا ہے۔ایسی خوابوں کی ہمیشہ تعبیر کی جاتی ہے۔اس کشف کو سب سے پہلے آپؑ نے براہین احمدیہ میں نقل فرمایا ہے۔

''حضرت فاطمہؓ نے نہایت محبت اور شفقت سے **مادر مہــربـــان کی طــرح** اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔''(براہین احمدیہ ص 503 حاشیہ درحاشیہ)

بعض اور کتابوں میں بھی آپ نے یہ کشف تحریر فرمایا مثلاً تحفہ گولڑویہ میں فرمایا:''حضرت فاطمہ نے کمال محبت اور **مادرانــــــــــہ عطوفت کے رنگ میں** اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا''(تحفہ گولڑویہ ص 19)

ایک غلطی کا ازالہ میں فرمایا:''حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں ایک مادر مہربان کی طرح اپنی ران پر میرا سر رکھا''(نزول المسیح ص 48)

(نوٹ:ایک ایڈیشن میں سہو کتابت سے لفظ مادر مہربان لکھنے سے رہ گئے ہیں۔دوسرے ایڈیشن میں یہ موجود ہے)

سر الخلافہ میں لکھتے ہیں:''**اس ماں کی طرح جو مصیبت میں بچوں کو دیکھتی** ہے میرا سر اپنی ران پر رکھا''

ان تمام حوالہ جات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت فاطمہ کو مادر مہربان قرار دے رہے ہیں۔اور اپنے آپ کو انکی اولاد قرار دے رہے ہیں اسلئے آپ کے بارے میں گستاخی اور توہین کا اعتراض درست نہیں۔کیونکہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت فاطمہؓ کی جسمانی اولاد تو نہیں ہیں۔ہاں روحانی ماں اور جسمانی اولاد قرار دی جاسکتی ہیں۔جیسے تمام ازواج کو بھی امہات المؤمنین کہا جاتا ہے۔

2 یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کشف تھا۔اور ہر کشف یا خواب کی تعبیر کی جاتی ہے۔نہ کہ اسے ظاہر پر محمول کیا جاتا ہے۔مثلاً سورۃ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے رؤیا کا ذکر ہے کہ 11 ستارے اور چاند سورج آپ کو سجدہ کر رہے ہیں۔(یوسف : ۴) تو کیا اس خواب کو ظاہر پر محمول کیا جائیگا یا اس کی تعبیر کی جائیگی۔حضرت یوسفؑ نے خود اپنی اس خواب کی اس طرح تعبیر کی ہے کہ آپ کے بھائی آپ پر ایمان لائیں گے۔

آنحضور ﷺ نے کشف میں دیکھا کہ آپ ﷺ نے سونے کے کڑے پہنے ہوئے ہیں۔(**بخاری کتاب التعبیر**

باب اذا طار الشئی فی المنام)تو کیانعوذ باللہ آپ ﷺ نے حقیقت میں سونے کے کڑے پہن لئے تھے ؟نہیں بلکہ اس سے مراددو جھوٹے نبی تھے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے کشف میں دیکھا کہ گویا آپ ایک معصوم اور چھوٹے بچے کی طرح جو مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے۔کو حضرت فاطمہؓ نے نہایت محبت اور شفقت سے ایک شفیق اور مہربان ماں کی طرح آپ کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔اگر رویا اور کشف پر اعتراض کرنا ہے تو ان علماء سے گزارش ہے کہ درج ذیل رویا اور کشوف کا بھی مطالعہ فرمائیں۔

1 پیران طریقت حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں ہوں اوران کے دائیں پستان کو چوس رہا ہوں۔پھر میں نے بایاں پستان باہر نکالا اوراس کو چوسا۔تب رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لے آئے'' (قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر جیلانی ص 57)

2 تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''ایک دن حضرت علیؓ اور جناب سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کو سید صاحب نے خواب میں دیکھا حضرت علیؓ نے دست مبارک سے آپ کو نہلایا اور حضرت فاطمہؓ نے ایک لباس اپنے ہاتھ سے آپ کو پہنایا''(حیات سید احمد شہید ص 64)

3 مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

''ہم ایک دفعہ بیمار ہو گئے ہم کو مرنے سے بہت ڈر لگتا ہے ہم نے خواب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا انہوں نے ہم کو اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ہم اچھے ہو گئے۔''(الافاضات الیومیہ جلد 7 ص 440)

4 حضرت داتا گنج بخشؒ حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ پیغمبر ﷺ کی ہڈیوں (استخوان) کو آپ کی لحد مبارک میں جمع کر رہے ہیں اور بعض ہڈیوں کو پسند کرتے ہیں اور بعض کو ناپسند چنانچہ خواب کی ہیبت سے بیدار ہو گئے۔''(تذکرۃ الاولیاء اردو باب 18 ص 64، کشف المحجوب ص 115،116)

5 حضرت مجدد الف ثانیؒ کو ہمیشہ کعبہ کی زیارت کا شوق رہتا تھا۔آپ نے رؤیا یا کشف میں دیکھا کہ تمام انسان فرشتے جن سب کی سب مخلوق نماز میں مشغول ہے اور سجدہ آپ کی طرف کر رہے ہیں۔اس کی تعبیر معلوم کرنے کے لئے آپ نے توجہ کی جس پر ظاہر ہوا کہ کعبہ آپ کی ملاقات کے لئے آیا ہے اور آپ کے وجود کو گھیرے ہوئے ہے۔اس لئے نماز پڑھنے والوں کا سجدہ آپ کی طرف ہوتا ہے۔اسی اثنا میں الہام ہوا کہ''ہم ہمیشہ کے مشتاق تھے۔ہم نے کعبہ کو تمہاری زیارت کے لئے بھیج دیا ہے۔اور تمہاری خانقاہ کی زمین کو بھی کعبہ کا رتبہ دیا ہے۔''(حدیقۃ محمودیہ ترجمہ روضہ قیومیہ ص 68)

6 حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے متعلق لکھا ہے:

''ایک روز حضرت قبلہ نے خواب میں دیکھا کہ میرے دونوں پاؤں کے نیچے مصحف حمید یعنی قرآن مجید ہے۔اور میں اس کے اوپر کھڑا ہوں۔سارے علماء اس خواب کی تعبیر کرنے سے عاجز آ گئے۔تب آپ نے مولوی محمد عابد سوکڑوی سے خواب بیان کیا تو مولوی صاحب آداب بجالائے اور کہا مبارک ہو کیونکہ قرآن شریف عین شریعت ہے اور جناب والہ کے دونوں قدم ہر زمانہ میں جادہ شریعت پر مستحکم رہے ہیں۔اوراب بھی ہیں''(تذکرہ خواجہ سلمان تونسوی اردو ترجمہ نافع السالکین ص 156،157)

7 دیوبندیوں کے معلم ولی اللہ مولوی حسین علی دیوبندی فرماتے ہیں:

''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ معانقہ فرمایا ہے اور معانقہ ہی کی حالت میں پل صراط کی طرف چل پڑے...... میں نے دیکھا کہ حضور گرنے لگے ہیں پس میں نے آپ کو پکڑ لیا اور گرنے سے بچالیا۔(بلغۃ الحیر ان ص 8)

یہ ایسا مضمون نہیں جو کسی کی سمجھ میں نہ آ سکے ہر شخص جو خواب دیکھتا ہے وہ اس بات پر گواہ ہے کہ ہمیشہ خواب کی تعبیر کی جاتی ہے۔

قرآن قادیان کے قریب نازل ہوا ہے

اعتراض: حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ قرآن قادیان کے قریب نازل ہوا ہے۔ **انا انزلناه قريبا من القاديان.**

جواب: یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک کشف تھا۔آپ فرماتے ہیں:

''کشفی طور پر میں نے دیکھا ہے کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا۔کہ **انا انزلناه قريبا من القاديان**(ازالہ اوہام حاشیہ ص 76، 77)

اور ہر کشف کی تعبیر کی جاتی ہے جیسے سورۃ انفال میں فرمایا :**اذ يريكهم الله فى منامک قليلا (انفال : ۴۴)**

یعنی اے خدا کے نبی اللہ تعالیٰ تجھے تیری خواب میں جنگ بدر میں کفار کی تعداد مسلمانوں کے مقابل پر تھوڑی دکھا رہا تھا۔

تو کیا اس خواب کے مطابق واقعۃ جنگ بدر میں مسلمانوں کے مقابل پر کفار مکہ کی تعداد تھوڑی تھی؟ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس تھا مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ جبکہ دشمنوں کی تعداد ۱۰۰۰ سے زائد تھی۔تو کیا خواب نعوذ باللہ جھوٹی تھی؟ نہیں بلکہ اس خواب کی تعبیر کی جائیگی اور مراد یہ ہوگا کہ مسلمان دشمنوں پر غلبہ حاصل کر لیں گے۔

اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کشف کی بھی تعبیر ہوگی کہ قرآن کریم کے حقائق و معارف مسیح موعود کے ذریعہ قادیان میں ظاہر ہوئے۔اور قرآنی معارف پیش کرنا ہی دراصل آپؑ کے آنے کا مقصد تھا۔

هذا خليفة اللّٰه المهدى

اعتراض: حضرت مرزا صاحب نے کتاب شہادۃ القرآن میں لکھا ہے کہ حدیث **هذا خليفة الله المهدى** صحیح بخاری میں درج ہے۔حالانکہ صحیح بخاری میں یہ درج نہیں۔پس یہ مرزا صاحب کا جھوٹ ہے۔

جواب: حدیث کا حوالہ دینے میں یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سہو ہوا ہے۔سہو اور نسیان اور اجتہادی غلطیوں سے صرف خدا پاک ہے۔ انبیاء کرام سے بھی سہو اور نسیان ہو جاتا ہے مثلاً قرآن کریم فرماتا ہے۔

☆ آدم بھول گئے تھے۔(طٰہٰ:115)

☆ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا **فنسيا حوتهما** (کہف:61) وہ مچھلی بھول گئے۔

☆ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنا اقرار درج ہے کہ **لاتواخذنى بما نسيت** (کہف:74) میں بھول گیا ہوں میرا مواخذہ نہ کرو۔

☆ سید الانبیاء آنحضور ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سنقرئاک فلا تنسى الا ما شاء ربک (اعلى:6)

آپ خود فرماتے ہیں **انما انا بشر مثلكم انسىٰ كما تنسون** (نبراس شرح الشرح العقائد ص 392)

کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں میں بھی تمہاری طرح بھول جاتا ہوں۔احادیث میں اس کی بعض مثالیں موجود ہیں۔مثلاً آپ لیلۃ القدر کی تاریخ بھول گئے۔آپ نے ایک مرتبہ چار رکعتوں کی بجائے بھول کر دو رکعتیں پڑھا دیں۔ایک مرتبہ بعض صحابہ کو دیکھا کو وہ کھجوروں کی pollination کر رہے ہیں تو آپ نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا مگر جب اس سال پھل کم آیا تو آپ نے فرمایا تم دنیا کے اس قسم کے کاموں کے بارے میں مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہو اس لیے گزشتہ طریق کے مطابق آئندہ کیا کرو۔جہاں تک روایت **هذا خليفة الله المهدی** کا تعلق ہے یہ حدیث کی مشہور کتب میں موجود ہے۔مثلاً امام حاکم کی کتاب مستدرک جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے معیار کے مطابق لکھی گئی ہے میں یہ روایت موجود ہے۔(ابن ماجہ باب خروج المہدی) پس حوالہ دیتے ہوئے اگر کسی جگہ اس قسم کی غلطی ہو جائے تو اس پر ہرگز جھوٹ کا فتویٰ وارد نہیں ہوتا۔ہاں اگر یہ روایت کسی بھی حدیث کی کتاب میں نہ پائی جاتی تب اعتراض ہو سکتا تھا۔

کلاس نمبر 34

حضرت مسیح موعودؑ پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات

سخت کلامی کا الزام

اعتراض : حضرت مرزا صاحب نے اپنے ہر ایمان نہ لانے والے کو ذریۃ البغایا یعنی کنجریوں کی اولاد کہا ہے۔(آئینہ کمالات اسلام)

اپنے مخالفوں کو جنگل کے سور اور انکی عورتوں کو کتیوں لے بدتر قرار دیا ہے۔(نجم الہدیٰ) جو آپ کی فتح کا قائل نہیں اسے ولد الحرام قرار دیا ہے۔(انوارالاسلام) علماء کو بدذات فرقہ مولویاں لکھا ہے۔نیز اپنے مخالفوں پر اس قدر لعنت بھیجی ہے کہ صفحوں کے صفحے اس سے پر کر دئے ہیں۔(نورالحق) وغیرہ وغیرہ

جواب : حضرت مسیح موعود علیہ السلام مدعی نبوت ہیں۔آپ اپنے آپ کو سچا مسیح موعود اور برحق نبی سمجھتے ہیں۔اس لئے جب آپ اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہیں تو اپنے مخالفین کے مقابل وہی الفاظ استعمال کریں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور انبیاء نے سچائی کے مخالفوں کے بارے میں استعمال کئے ہیں۔

اگر مسیح موعود اپنے مخالفین کے بارے میں وہ الفاظ استعمال نہیں کرتے جو خدا اور اس کے رسول نے حق کے مخالفوں کے بارے میں استعمال فرمائے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ آپ سچے مسیح موعود نہیں ہیں۔اگر آپؑ خدا اور اس کے رسول کا انداز بیان نہیں اپناتے جو انہوں نے سچائی کے مخالفوں کے بارے میں اپنایا تو آپ سچے مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔

مخالفین اور شرپسند منکرین کیلئے قرآنی الفاظ

☆ سورہ بقرہ کے دوسرے رکوع میں فرمایا **اذا خلوا الیٰ شیاطینهم** جب منافق اپنے شیطانوں کے پاس جاتے ہیں۔ انکے سرداروں کو شیطان کہا گیا ہے گویا انسانیت کی حدود سے باہر نکال دیا گیا۔

☆ حق کے مخالفوں کو کہا گیا وہ صم بکم عمی (بقرہ : ۱۸) یعنی وہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں۔کیا یہ سن کر وہ خوش ہوں گے یا ناراض ہونگے۔

☆ یہودی علماء کی مثال گدھے سے دی ہے (جمعہ:۵) کیا کسی عالم کو گدھا کہنا اس کے نزدیک گالی نہیں۔اور کیا وہ خوش ہوگا۔

☆ عیسائی اور یہودی مخالفوں کو سؤر اور بندر کہا گیا ہے۔(مائدہ:۶۰)

☆ منکروں کو شر الدواب تمام جانوروں سے بدتر قرار دیا گیا۔(انفال : ۵۵)

☆ منکرین کو ذلیل اور نکتہ چینیاں کرنے والے چغلیاں کرنے والے، بھلائی سے روکنے والے، سخت گنہگار، سرکش اور ولدالزنا قرار دیا گیا۔(قلم : ۱۰تا۱۳)

☆ مشرکوں اور کافروں کو نجس اور رجس کہا گیا یعنی وہ ناپاک اور مجسم گند ہیں۔(توبہ۲۷،۱۲۴)

☆ حق کا انکار کرنے والوں کو شر البریة یعنی تمام مخلوقات میں سے بدتر قرار دیا گیا۔(بینۃ : ۶)

آخری زمانہ کے علماء کیلئے احادیث کے الفاظ :

آنحضور ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ مسیح موعود اس وقت آئیگا جب امت میں بگاڑ پیدا ہو چکا ہوگا۔اس تاریک وقت کے بارے میں پیشگوئی فرمائی۔کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا **لایبقیٰ من الاسلام الا اسمہ و لا یبقی من القراٰن الا رسمہ مساجدھم عامرة و ھی خراب من الھدیٰ علماء ھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنة وفیھم تعود** (مشکوٰۃ کتاب العلم) اسلام کا صرف نام باقی رہ جائیگا۔قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائینگے اسپر عمل نہ ہوگا۔انکی مسجدیں بظاہر آبادہوں گی مگر ہدایت سے خالی۔انکے علماء آسمان تلے بدترین مخلوق ہونگے انہیں میں سے فتنے پھوٹیں گے اور انہی میں لوٹ جائیں گے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمایا میری امت میں ایک ایسا زمانہ آئیگا جب لوگ علماء کے پاس ہدایت لینے کیلئے جائیں گے تو کیا دیکھیں گے **فاذا ھم قردة وخنازیر** (کنزل العمال۔جلد۱۴ ، ۳۸۷۲۷) کہ وہ بندر اور سؤر ہیں۔

انجیل میں استعمال ہونے والے الفاظ :

حضرت مسیح علیہ السلام نے اس دور کے یہودی علماء کے بارے میں درج ذیل الفاظ استعمال کئے : اے بدکارو(لوقا ۱۳/۲۷)، اے ریاکار فقیہو اور فریسو!(متی ۲۳/۱۳)، اے احمقو اور اندھو(متی ۲۳/۱۷)، اے ملعونو(متی ۲۵/۴۱)، اے شیطان (متی ۱۶/۲۳)،اے سانپ کے بچو(متی ۱۲/۳۴)، برے اور زنا کار لوگ(متی ۱۲/۳۹)،اے سانپوں اے رفعی کے بچو(متی ۲۳/۳۲)،تم اپنے باپ ابلیس سے ہو(یوحنا ۸/۲۴)،حاکم ہیرودیس کو لومڑی کہا(لوقا ۱۳/۳۲) کتے اور سؤر(متی ۱۵/۱۶)

سخت الفاظ کے مخاطب صرف مخصوص طبقہ ھے :

قرآن کریم،احادیث وغیرہ کے یہ سخت الفاظ تمام علماء اور تمام مسلمانوں کیلئے نہیں بلکہ صرف ان مخصوص بدطینت، شر پسند اور معاندین کیلئے ہیں جو خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔چنانچہ قرآن کریم میں کئی ایک مقامات پر یہی انداز اختیار کیا گیا ہے کہ بات عمومی رنگ میں کی گئی ہے مگر اس سے مراد مخصوص لوگ ہیں۔

1 صحابہ کے بارے میں فرمایا : **واذا راوتجارة او لھوا نفضوا الیھا وترکوک قائما** (جمعہ) جب وہ تجارت یا کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو تجھے اکیلا چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔تو کیا اس سے مراد تمام صحابہؓ تھے ہرگز نہیں بلکہ محدود سے چند وہ نومسلم تھے جنکی تربیت نہ

ہوئی تھی۔

2 **یا ایھا الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل الله اثاقلتم الی الارض** (توبہ:۳۸) اے مومنو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے رستے میں جہاد کیلئے نکلو تو تم زمین کی طرف جھک جاتے ہو۔ کیا یہاں تمام مومن مراد ہیں؟ ہرگز نہیں صرف وہ کمزور ایمان والے منافق مراد ہیں جو بہانے بنا کر پیچھے رہ جاتے تھے۔ ورنہ مومن صحابہ تو شوق سے جہاد کیلئے نکلا کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے مخاطب مخصوص لوگ تھے :

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :

1 **لیس کلامنا هذا فی اخیار هم بل فی اشرارهم** (الھدی ص۷۰)

کہ ہمارا یہ سخت کلام نیک علماء کے بارے میں نہیں بلکہ شریر علماء کیلئے ہے۔

2 "ہم صالح علماء کی ہتک سے اور مہذب شرفاء کی شان کے خلاف کوئی بات کہنے سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں خواہ وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا عیسائیوں میں سے یا آریوں میں سے۔" (لجۃ النور ص۶۱)

سخت الفاظ استعمال کرنے کی حکمت :

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

"ہم گالی دینے والوں کی گالی انکے منہ کی طرف واپس کرتے ہیں تا انکے افتراء کی پاداش ہو۔" (نجم الھدیٰ حاشیہ ص۱۴-۱۵)

"مخالفوں کے مقابل پر سختی نہیں ہے بلکہ وہ تمام تحریریں نہایت سخت حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ مخالفوں کے الفاظ ایسے سخت اور دشنام دہی کے رنگ میں تھے جنکے مقابل پر کسی قدر سختی مصلحت تھی۔() (ثبوت کے طور پر آپ نے کتاب البریہ ص۱۰۴ تا ۱۳۴ میں پادریوں، پنڈتوں، سکھوں، اور مسلمان علماء کی گالیاں درج کی ہیں ناقل)

میں مخالفوں کے سخت الفاظ پر بھی صبر کر سکتا تھا لیکن دو مصلحتوں کے سبب سے میں نے جواب دینا مناسب سمجھا تھا اول یہ کہ تا مخالف لوگ اپنے سخت الفاظ کا سختی میں جواب پا کر اپنی روش بدلا لیں۔ اور آئندہ تہذیب سے گفتگو کریں۔ دوم یہ کہ تا مخالفوں کی نہایت ہتک آمیز اور غصہ دلانے والی تحریروں سے عام مسلمان جوش میں نہ آویں اور سخت الفاظ کا جواب بھی کسی قدر سخت پا کر اپنی پر جوش طبیعتوں کو اس طرح سمجھا لیں کہ اگر اس طرف سے سخت الفاظ استعمال ہوئے تو ہماری طرف سے بھی کسی قدر سختی کے ساتھ ان کو جواب مل گیا۔ اور اس طرح وہ وحشیانہ انتقاموں سے دستکش رہیں۔" (کتاب البریۃ ص۱۱)

ذریۃ البغایا کی تشریح :

یہ عربی زبان کے لفظ ہیں اور ایک لفظ کے کئی معنی ہوتے ہیں۔ بغایا کے معنی کنجری کے بھی ہیں بغایا کے معنی لونڈی کے بھی ہیں بغایا کے معنی قوم کے لیڈر کے بھی ہیں۔ لغت کی کتاب تاج العروس میں لکھا ہے **البغایا مقدمة الجیش** ۔ فوج کے اگلا حصہ۔ منجد میں ہے **الطلائع ترد قبل ورود الجیش** ۔ وہ فوجی دستے جو کسی جگہ فوج کے آنے سے پہلے پہنچ جائیں یعنی ہراول دستہ۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ سیاق وسباق کے مطابق یہاں کونسے معنی مراد ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ کنجری کی اولاد مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر آپ کی نظر میں (نعوذ باللہ) تمام مسلمان کنجریوں کی اولاد تھے تو چند صفحات پہلے مسلمانوں کی تائید میں ملکہ برطانیہ کو مخاطب کر کے یہ نہ لکھتے کہ

(ترجمہ) اے قیصرہ میں آپ کو محض للہ نصیحت کرتا ہوں کہ مسلمانان ہند تیرے خاص بازو ہیں اسلئے تجھے چاہئے کہ مسلمانوں پر خاص نظر عنایت رکھے۔اوران کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائے اوران کی تالیف قلوب کرے اور انکو اعلیٰ سے اعلیٰ ملکی مناصب اور عہدوں پر سرفراز کرے۔" (آئینہ کمالات اسلام ص۵۳۳،۵۳۴)

نیز یہ عقل کے بھی خلاف بات ہے کیونکہ یہ کتاب ۱۸۹۳ کو شائع ہوئی اس وقت آپ کی جماعت دو تین ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ اگراس وقت تمام مسلمانوں کو کنجریوں کی اولاد کہا ہوتا تو پھران میں سے کون تھا جو آپ پر ایمان لاتا؟ پس درحقیقت یہاں لفظ بغایا کے معنی ہراول دستہ یا وہ لیڈر مراد ہیں جو قوم کے آگے آگے چلتے ہیں۔خواہ وہ مذہبی لیڈر ہوں یا سیاسی لیڈر اور ذریت کے مراد پیروکار کے ہیں۔ جیسے کہ قرآن کریم میں فرمایا: **افتتخذونہ و ذریتہ اولیاء من دونی** (کہف :50) کیا تم ابلیس اوراس کی ذریت کو اپنے دوست بناتے ہو۔ابلیس کی اولاد سے کیا مراد ہے۔اس سے مراداس کے پیروکار اور ہم خیال لوگ ہیں۔فرمایا **اغرقنا اٰل فرعون** (بقرۃ :50) ہم نے فرعون کی اولاد کو ڈبو دیا۔ یہاں بھی مراد فرعون کے پیروکار اور فوج ہے نہ کہ اس کی اولاد کیونکہ آگے فرمایا **فاخذناہ و جنودہ و فنبذنٰہ فی الیم** (القصص:40) ہم نے اس کے لشکر کو پکڑا اور انہیں سمندر میں پھینک دیا۔پس ذریت کے معنی پیروکار کے ہونگے اور بغایا کے معنی وہ لیڈر جو قوم کے آگے آگے چلتے ہیں۔خواہ وہ دینی لیڈر ہوں یا سیاسی لیڈر اور مراداس سے یہ ہے کہ جو مسلمان دینی یا سیاسی لیڈروں کے زیرِاثر یا ان کے پیروکار ہیں وہ میری خدمتِ اسلام کو قبول نہیں کرتے۔جوان کے جال میں نہیں پھنسے اور عوام ہیں وہ میری خدمت کو قبول کرتے ہیں۔اگراس کے معنی سرکش اور باغی لوگوں کے کئے جائیں تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ایسے لوگ ہمیشہ حق کے مخالف ہوتے ہیں۔

نجم الھدیٰ کا حوالہ :

نجم الھدیٰ کے جس شعر پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ نے مسلمانوں کو جنگل کے سؤر اوران کی عورتوں کو کتیوں سے بدتر کہا ہے۔(نجم الھدیٰ ص53) یہاں پر تمام مسلمانوں کا ذکر نہیں۔معترض جان بوجھ کر سیاق وسباق چھوڑ کر صرف یہ شعر پیش کرتے ہیں اور اگلا شعر چھپا جاتے ہیں۔اگلے شعر میں حضور فرماتے ہیں: "انہوں نے گالیاں دی ہیں (یعنی رسول اللہ ﷺ کو) اور میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ کے کس جرم کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ان کی گالیوں کی وجہ سے کیا ہم اپنے محبوب (آقا ﷺ) کے نافرمان ہوجائیں گے۔اور آپ ﷺ کو چھوڑ دیں گے۔(نجم الھدیٰ ص۵۳-۵۴)

پس صاف ظاہر ہے یہاں بدزبان پنڈتوں اور پادریوں کا ذکر ہے جو آنحضور ﷺ کو سرعام گالیاں دیا کرتے تھے۔ان گالیوں کے نمونے آپ نے کتاب البریۃ میں درج کئے ہیں۔پس یہاں ہرگز عام مسلمان یا شریف علماء مراد نہیں ہیں بلکہ گالیاں دینے والوں کا ذکر ہے۔

انوار الاسلام کا حوالہ

معترضین کا یہ کہنا کہ ہر وہ شخص جو مسیح موعود کی فتح کا قائل نہیں وہ ولدالحرام ہے ہرگز درست نہیں اس فقرے کو سیاق وسباق سے ہٹا کر اور قطع و برید کر کے پیش کیا گیا ہے۔دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پادری عبداللہ آتھم کے درمیان 15 روزہ تحریری مناظرہ اسلام اور قرآن کی صداقت پر ہوا۔جو تحریری شکل میں جنگ مقدس کے نام سے چھپ چکا ہے۔اس کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر اعلان کیا کہ فریق مخالف جو جھوٹ کو اختیار کررہا ہے اگراس نے حق کی طرف رجوع نہ کیا تو 15 ماہ کے اندر ہاویہ میں گرایا جائے گا۔یہ سن کر عبداللہ آتھم کا رنگ زرد پڑ گیا اوراس پر خوف طاری ہوا اور وہ جو پہلے نہایت شوخی سے آنحضور ﷺ اور قرآن مجید کی توہین کرتا تھا اس

کے بعد اس کی زبان گویا بند ہوگئی۔ چنانچہ 15 ماہ گزر گئے۔ تو مخالفین نے شور ڈالا کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی غلط نکلی۔ اس پر آپ نے بذریعہ اشتہارات شائع کروایا کہ عبداللہ آتھم نے ان 15 مہینوں میں اسلام کے خلاف نہ کوئی مضمون لکھا نہ تقریر کی اور اس پر سخت خوف طاری رہا اور اس نے توبہ کرنے کی وجہ سے پیشگوئی کی شرط سے فائدہ اٹھایا اور اگر یہ درست نہیں تو آتھم سے قسم دلوائی جائے کہ اس کے دل پر عظمت اسلام کا رعب نہیں پڑا تو میں اپنی شکست قبول کرلوں گا اور آپ نے آتھم کے لئے ایک ہزار روپیہ انعام مقرر کیا مگر عبداللہ آتھم نے زبان نہ کھولی۔ آپ نے فرمایا:

''اگر آتھم کو عیسائی لوگ ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیں اور پھر ذبح بھی کر ڈالیں تب بھی وہ قسم نہیں کھائیں گے۔'' (انجام آتھم)

مگر اس کے باوجود بعض علماء یہی کہتے رہے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی جھوٹی نکلی اور آپ کے خلاف نہایت بدزبانی کرتے رہے اور اسلام کے بالمقابل عیسائیت کو فاتح قرار دیتے رہے۔ ایسے مولویوں کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا:

''اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیت کی فتح ہوئی اور کچھ شرم وحیا کو کام میں نہیں لائے گا اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔ حلال زادہ بننے کے لئے واجب یہ تھا کہ اگر وہ مجھے جھوٹا جانتا ہے اور عیسائیوں کو غالب اور فتح یاب قرار دیتا ہے تو میری اس حجت کو واقعی طور پر رفع کرے جو میں نے پیش کی ہے پس اس پر کھانا پینا حرام ہے اگر وہ اس اشتہار کو پڑھے اور مسٹر عبداللہ آتھم کے پاس نہ جائے اور اگر خدا تعالیٰ کے خوف سے نہیں تو اس گندے لفظ کے خوف سے بہت زور لگا دے تا کہ وہ کلمات مذکورہ کا اقرار کرے اور تین ہزار روپے لے لے۔'' (انوار الاسلام ص 30)

لعنت بھیجنے کا الزام :

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب نور الحق کے متعلق فرمایا کہ وہ پادری جو قرآن کریم کو (نعوذ باللہ) جھوٹا قرار دیتے ہیں اور اس کو فصیح و بلیغ نہیں مانتے وہ میری کتاب نور الحق کا عربی میں فصیح و بلیغ جواب دے دیں اگر وہ جواب دے دیں تو 5000 روپے انعام دوں گا اور سمجھوں گا کہ انکو عربی زبان کی مہارت ہے اور وہ اعتراض کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اگر وہ میری کتاب نور الحق کا عربی زبان میں فصیح و بلیغ جواب نہ دے سکیں تو مانا جائیگا کہ انہیں عربی زبان کی مہارت نہیں۔ اگر وہ اپنی عربی زبان میں مہارت کا ثبوت بھی نہ دے سکیں اور پھر بھی قرآن کے خلاف بدزبانی کرنے سے باز نہ آئے تو ایسے لوگوں پر میں لعنت بھیجتا ہوں۔ آپ بتائیں کہ ایسے بدزبان پادریوں پر درود بھیجنا چاہئے یا لعنت بھیجنی چاہئے۔ جو قرآن شریف کی ہتک کرتے ہیں۔ اگر مولوی حضرات چاہیں تو بے شک درود بھیجیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلاس نمبر 35

حضرت مسیح موعودؑ پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات

جہاد کے بارے میں اعتراض

اعتراض: مرزا صاحب نے جہاد کو منسوخ کر دیا اس طرح انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے قرآنی حکم کو منسوخ کر دیا۔

جواب:

۱۔جہاد موقوف کرنا آپ کی صداقت کی دلیل ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آپ کو سچا مسیح موعود سمجھتے تھے۔ جب آپ اپنے آپ کو سچا مسیح موعود سمجھتے تھے تو آپ نے وہی کہنا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے مسیح موعود کے بارے میں فرمایا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی کہ جب سچا مسیح موعود آئے گا تو وہ يَضَعُ الْحَرْبَ (بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم) مذہبی جنگوں کو موقوف کر دے گا۔ اور لڑائی نہیں کرے گا۔ پس اگر آپ جنگ کرتے تو ہرگز سچے مسیح موعود نہ ہوتے۔ آپ کا جنگ نہ کرنا آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔

اسی طرح احادیث میں آنے والے مسیح موعود کی علامت يَضَعُ الْجِزْيَةَ. (بخاری کتاب البیوع باب قتل الخنزیر) وہ جزیہ موقوف کر دے گا لڑائی کے نتیجے میں جب کفار مفتوح ہو جائیں تو ان سے جزیہ لیا جاتا ہے پس اگر آپ لڑائی کرتے اور جزیہ نہ لیتے تو اسلامی حکم منسوخ کرتے جو جائز نہیں اس لئے ایک ہی صورت ہے کہ وہ لڑائی ہی نہ کرے تا جزیہ کی ضرورت نہ رہے۔

۲۔ جہاد منسوخ نہیں کیا بلکہ اس کا التواء کیا ہے

یہ کہنا کہ آپ نے جہاد منسوخ کر دیا غلط ہے آپ نے صرف جہاد کو ملتوی کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ جہاد کی شرائط پوری نہیں ہو رہیں۔ جیسے سورج جب طلوع ہو رہا ہو یا نصف النہار پر ہو تو نماز پڑھنا حرام ہے اور بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھنا حرام ہے۔ رمضان کے مہینے میں حج کرنا حرام ہے اسی طرح آپ نے جہاد کی شرائط پوری نہ ہونے کی وجہ سے جہاد کو منع فرمایا۔ جہاد بالسیف کی شرائط ناپید تھیں۔ جہاد بالسیف اس وقت کیا جاتا ہے جب مذہبی آزادی نہ ہو اور دشمن جنگ کی ابتداء کرے اور تلوار کے زور سے اسلام کو تباہ کرنا چاہے۔ جیسے آنحضورﷺ کے وقت مدینہ پر دشمنوں نے چڑھائی کر دی تو آپﷺ نے تلوار کا جواب تلوار سے دیا۔ جبکہ اس کے برعکس انگریز حکومت نے تو مسلمانوں کو سکھوں کے سکھا شاہی دور سے نجات دلا کر مذہبی آزادی دلوائی تھی۔ انگریزوں سے قبل سکھوں کی حکومت میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل نہ تھی۔ یہاں تک کہ مسلمان آذان بھی نہ دے سکتے تھے۔ آذان دینے کے جرم میں سر قلم کر دیا جاتا۔ ہر طرح کے ظلم ہو رہے تھے اسی لئے سکھا شاہی کا محاورہ بن گیا۔ انگریزوں نے آکر سکھوں کے مظالم سے مسلمانوں کو نجات دلوائی۔ اور مذہبی آزادی دی۔ آپ فرماتے ہیں: